آفاقی شخصیت

موسمِ سرما میں نقیبِ بہار

بدیعُ الزّمان سعید نُورسی

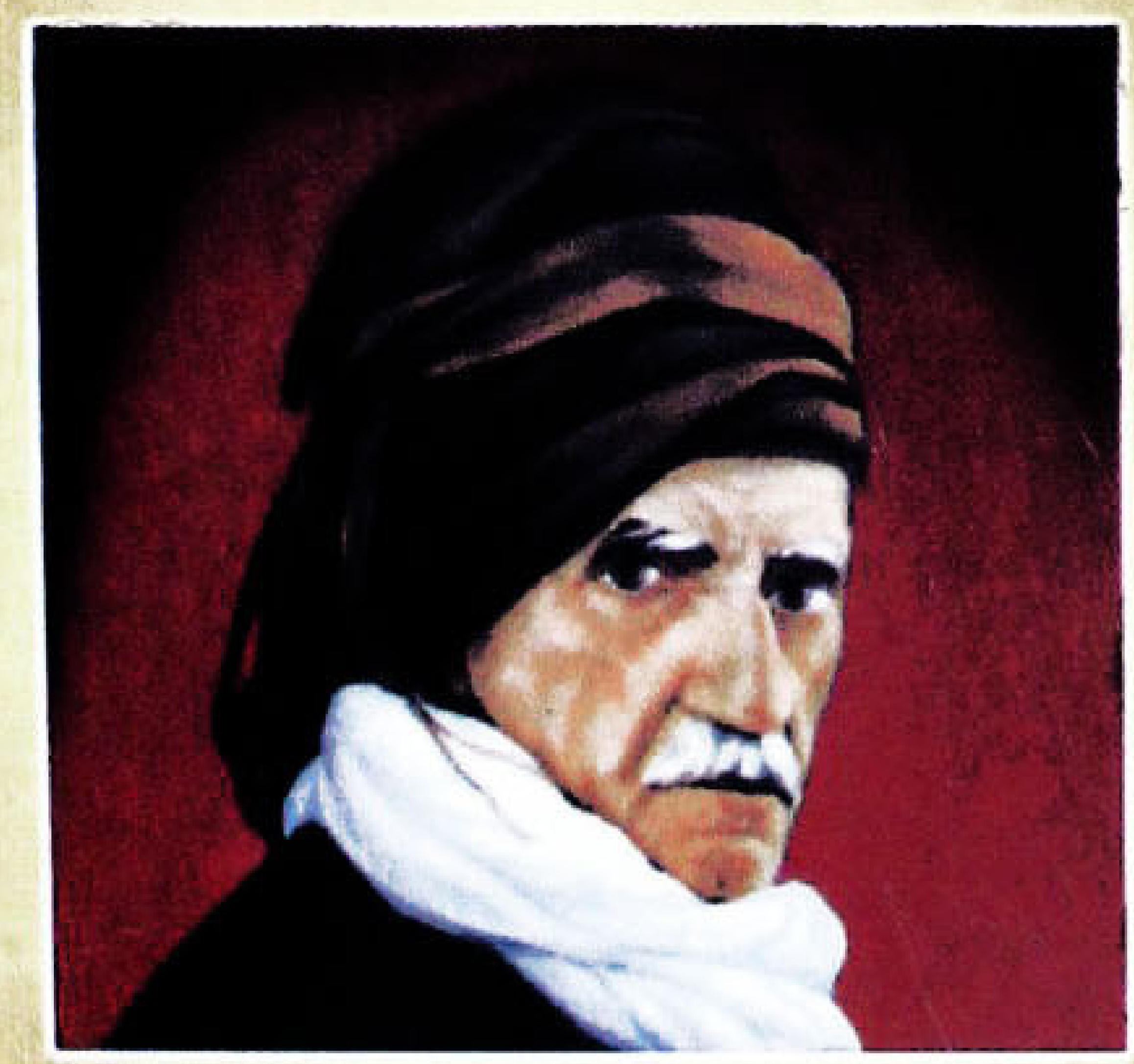

ڈاکٹر رمضان بالجہ

Marfat.com

DATA ENTERED

موسمِ سرما میں نقیبِ بہار

بدیعُ الزّمان

سعید نُورسی

Kışta Gelen Bahar Müjdecisi

BEDİUZZAMAN

SAİD NURSİ

ڈاکٹر رمضان بالجہ

ترکی سے ترجمہ:

کرنل (ریٹائیرڈ) مسعود اختر شیخ

HARMONY PUBLICATIONS

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی شکل میں یا کسی ذریعے سے خواہ وہ الیکٹرانک، میکینکل بشمول فوٹو کاپی، ریکارڈنگ یا کسی اطلاع کو محفوظ کرنے یا معلومات کے حصول اور اصلاح کی غرض سے دوبارہ شائع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی منتقل کیا جاسکتا ہے۔

نام کتاب : موسم سرما میں نقیب بہار۔ بدیع الزمان سعید نورسی

مصنف : ڈاکٹر رمضان بالجہ

مترجم : کرنل (ریٹائیرڈ) مسعود اختر شیخ

نظر ثانی : شازیہ یعقوب

ناشر: ہارمنی پبلی کیشنز
مین ڈبل روڈ۔ F-10/2 اسلام آباد۔ پاکستان
فون: 92-051-2212250
فیکس: 92-51-2212186

تعداد 1000

اشاعت 2010ء

قیمت : 250

HARMONY PUBLICATIONS

9, Main Double Road, F-10/2,
Islamabad - Pakistan
Tel: +92-51-2212250, Fax: +92-51-2112186
www.harmonypublications.pk
harmony.publications@gmail.com

Marfat.com

آپ نے ایک اندھیری صدی کو روشن کیا!!!

اَے اناطولیہ کے پاک و صاف انسانو۔۔۔۔!تم کہ جنہوں نے لاوارث پہاڑوں میں ملک بدر کیے گئے ایک صدی بھر کے غرباء کو اپنایا، پہاڑوں کی چوٹیوں پر، کھیتوں میں، مٹی کی چھتوں پر دِیے جلتے گھروں میں رِسالہءِ نور کو پھیلایا، آپ لوگ کہ جن میں سے اکثر فراموش کیے جاچکے ہیں، جن کے نام اور تصاویر ناپید ہوچکی ہیں، جو یہ نہیں جانتے کہ نام اور شہرت کیا ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔

ہزار بار فاتحہ آپ لوگوں کی روحوں پر!

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

مترجم کے بارے میں ۱۳

پیشکش ۱۵

مختصر سوانحِ حیات ۱۹

باب اوّل ''اِبتدائی زِندگی (۱۹۲۵ـ۱۸۷۸)'' ۲۱ تا ۱۱۶

اِبتدائی زندگی (۱۹۲۵ـ۱۸۷۸) ۲۳

۱ـ سعید نُورسی کے خاندان کے بارے میں معلومات ۲۳

۲ـ بچپن کا زمانہ ۲۴

۳ـ تعلیم ۲۸

ا) مدرسے کی اِبتدائی زندگی ۲۸

ب) بدیع الزماں کا لقب ۳۶

ت) درسی کُتب ۳۸

۴ـ جوانی کا زمانہ ۴۱

ا) جزرے (Cizre) کا سفر ۴۱

ب) بتلیس (Bitlis) میں پڑھا جانے والا آخری درس ۴۵

۵ـ وان (Van) میں زندگی ۴۷

ا) وان میں ان کی تعلیمی سرگرمیاں ۴۹

ب) ایک اِنقلابِ نَو ۵۱

۶ـ استنبول میں بدیع الزماں کے اِبتدائی ایام ۵۳

Marfat.com

ا) شکرجی (Şekerci) سرائے میں ایک غیر معمولی اعلان	۵۷
ب) دو مکتبی مصیبتوں میں سے پہلی مصیبت	۵۹
ت) مشروطیت کے دور میں بدیع الزّمان	۶۲
ث) ۳۱ مارچ کا واقعہ	۶۵
ج) الوداع استنبول	۶۸
۷۔ بدیع الزّمان کی وان واپسی	۶۹
۸۔ سفرِ شام (Syria)	۷۱
۹۔ اِستنبول کا دوسرا سفر	۷۳
مدرسۃ الزہرا کی پہلی بنیاد	۷۵
۱۰۔ پہلی جنگِ عظیم میں بدیع الزّمان	۷۷
ا) مشرقی محاذ پر سرگرمیاں	۷۷
ب) جنگ کے دوران زخمی ہونا اور اسیری	۸۱
ت) کوسٹرما (Kosturma) میں اسیری کی زندگی	۸۳
ث) قید سے رہائی	۸۸
۱۱۔ اسیری سے واپسی پر استنبول کی زندگی	۸۹
ا) ابتدائی تحریروں کی اشاعت	۹۱
ب) پُرانے سعید سے سعیدِ نو بننے کا عبوری دَور	۹۳
ت) مُستقبل اِسلام کا ہوگا	۹۸
ث) خواب میں ایک خطاب	۹۹
ج) اِستنبول پر قبضہ اور خطوطِ ستّہ (خطاطی کے چھ طریقے)	۱۰۲
د) پُرانے سعید کے دَور کا جائزہ	۱۰۴

Marfat.com

۱۲۔ گرینڈ نیشنل اسمبلی کی طرف سے انقرہ آنے کی دعوت ۱۰۹
۱۳۔ بدیع الزّمان کی انقرہ سے وان واپسی ۱۱۴

باب دوئم ''سعیدِ نو (۱۹۴۹۔۱۹۲۵)'' ۱۱۷ تا ۲۰۴

۱۔ بارلا (Barla) کی زندگی (۱۹۳۴۔۱۹۲۵) ۱۱۹
ا) مشرق کی بغاوت اور شیخ سعید کا استنبول لایا جانا ۱۱۹
مشرق کی بغاوت سے پہلے کے سال ۱۱۹
شیخ سعید پیرانلی کی بغاوت ۱۲۰
ب) بدیع الزّمان کا استنبول لایا جانا ۱۲۴
ت) استنبول سے بُردُر (Burdur) منتقلی ۱۲۵
۲۔ بدیع الزّمان کا بارلا (Barla) لایا جانا ۱۲۷
ا) بدیع الزّمان کے گرد پہلا حلقہ ۱۳۰
صدّیق سلیمان ۱۳۰
ب) بارلا کی روزمرّہ کی زندگی ۱۳۱
ت) رسالہءِ نُور کی تالیف اور اشاعت ۱۳۴
۳۔ بارلا میں تالیف کردہ رسالہ جاتِ نُور ۱۳۶
۴۔ مَسلک رسالہءِ نُور کی بُنیادیں ۱۳۷
ا) رسالہءِ نُور کی تصانیف میں منکشف ہونے والے طِلسمات ۱۳۷
ب) رسالہءِ نُور کی تصنیف میں مشاہدہ کی جانے والی خدائی مدد ۱۳۹
ت) رسالہءِ نُور کا طالب علم ہونا ۱۴۰
ث) عبادت کی بنیادی باتیں ۱۴۱

Marfat.com

سُنّتِ علوی کی پیروی ۱۴۱
حرام سے پرہیز ۱۴۲
کائنات کو قرآن کی نگاہ سے دیکھنا ۱۴۲
عجز، فقر، شفقت اور تفکّر کی راہ اپنانا ۱۴۲
۵۔ بارلا میں آخری ایّام ۱۴۳
۶۔ بدیع الزّمان کی اِسپارٹا (Isparta) منتقلی ۱۴۳
قرآن کے گرد ایک مستحکم جماعت کی تشکیل ۱۴۴
۷۔ اَیسکی شہر (Eskişehir) کی قید (۱۹۳۵) ۱۴۵
ا) مُقدماتی دَور ۱۴۸
ب) اَیسکی شہر جیل کی یادیں ۱۵۲
ت) مَیں قرآن کے ہیرے جواہرات کی دُکان کا دلال ہوں ۱۵۳
بدیع الزّمان کا اَیسکی شہر سے کستامونُو (Kastamonu) شہر بدر کیا جانا ۱۵۵
۸۔ کستامونُو کا دَورِ حیات (۱۹۴۱۔۱۹۳۶) ۱۵۶
ا) کستامونُو میں رسالہءِ نُور سے متعلق خِدمات ۱۵۸
ب) کستامونُو کے روز و شب ۱۶۰
I) بدیع الزّمان کو سو سال پرانا جُبّہ مِلنا ۱۶۰
II) بدیع الزّمان کو زہر دیا جانا ۱۶۲
III) دوسری جنگِ عظیم کا زمانہ ۱۶۳
دینیز لی (Denizli) کی قید (۱۹۴۳) ۱۶۴
دینیز لی میں قید کی وجوہات ۱۶۴

Marfat.com

ا)　ڈینیزلی کے جیل خانے کی زندگی	۱۶۷
ب)　مُقدمے کا دَور	۱۷۱
ت)　ڈینیزلی کی عدالت کا برأت کا فیصلہ	۱۷۳
بدیع الزّمان کا امیرداغ (Emirdağ) شہر بدر کیا جانا (۱۹۴۴)	۱۷۴
۹۔　امیرداغ کے واقعات	۱۷۵
ا)　بدیع الزّمان کی دستار کی بے حُرمتی	۱۷۵
ب)　اُستاد کو امیرداغ میں زہر دیا جانا	۱۷۷
ت)　اُستاد کی ملاقاتیوں سے باتیں	۱۷۸
ث)　اگر مَیں مکّہ میں ہوتا پھر بھی لوٹ کر ترکی ہی آتا	۱۸۰
ج)　امیرداغ میں آخری ایّام	۱۸۲
۱۰۔　طلباءِ نُور کی امیرداغ میں گرفتاری	۱۸۳
۱۱۔　افیون (Afyon) میں مقدمہ (۱۹۴۸)	۱۸۵
بدیع الزّمان اور اُن کے طلباء کے خلاف افیون میں مقدمہ	۱۸۵
ا)　تفتیش اور مقدمے کا ابتدائی دَور	۱۸۵
ب)　بدیع الزّمان کا مُدافعہ	۱۸۷
ت)　افیون کی جیل میں محکوم طلبائے نور کا دفاع	۱۹۰
ث)　افیون کی سزائے بامشقت دینے کی مجاز عدالت کا فیصلہ	۱۹۷
ج)　افیون میں قید سے وابستہ یادیں	۱۹۸
د)　افیون کی قید سے رہائی	۲۰۳

Marfat.com

باب سوئم ''سعیدِ سوئم (۱۹۴۹۔۱۹۴۰)'' ۲۰۵ تا ۲۶۷

۱۔ امیر داغ میں زندگی کا دوسرا دَور ۲۰۷

ایک دورہ ۲۰۸

اِستنبول کی عدالت ۲۰۹

ا) مقدمے کا موضوع ۲۰۹

ب) مقدمے کے بعد حالات کا رخ ۲۱۱

ت) اِستنبول سے وابستہ یادیں ۲۱۲

ث) بدیع الزّمان کی بطریق (Patric) سے ملاقات ۲۱۴

۲۔ اِسپارٹا (Isparta) کی زندگی (۱۹۶۰۔۱۹۵۲) ۲۱۶

ا) اِسپارٹا کی زندگی کے مختلف دَور ۲۱۷

۱) مقدماتی دور ۲۱۷

۲) رِسالہ جاتِ نُور کی اشاعت ۲۱۹

اشاعت کا پہلا دور ۲۲۰

چھاپے خانے کا دور ۲۲۱

ب) اِسپارٹا میں قیام کے دوران بدیع الزّمان کے

روز و شب ۲۲۳

نماز کی اہمیت ۲۲۳

عبادت کی زندگی ۲۲۹

۱) ان کے پسندیدہ وِرد ۲۳۵

۲) اُن کے درس ۲۳۸

Marfat.com

۳) اُن کی روزمرہ کی زندگی	۲۳۹
۴) بدیع الزّمان کی نگاہیں ہمیشہ رسالۂ نُور پر مرکوز رہتی تھیں	۲۴۲
ت) بدیع الزّمان کی انتظامیہ کو تنبیہ	۲۴۷
۵) بدیع الزّمان کے سفر	۲۴۹
ا) قونیہ(Konya)کا سفر	۲۴۹
ب) استنبول اور انقرہ کے سفر	۲۵۰
ت) بدیع اُلزّمان کا آخری سفر	۲۵٦
۴۔ بدیع الزّمان کی وفات کے بعد	۲٦۰
وہ میر ابوسیدہ مزار	۲٦۰
الدّاعی	۲٦۲
وصیّت اور میراث	۲٦۲
دُعا	۲٦۸
اِختتام	۲٦۹
حواشی	۲۷۴

Marfat.com

Marfat.com

مترجم کے بارے میں

کرنل (ریٹائرڈ) مسعود اختر شیخ ۱۹۲۸ میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔گارڈن کالج راولپنڈی سے بی۔اے (آنرز) کرنے کے بعد فوج میں کمیشن حاصل کی۔فوجی ملازمت کے دوران ہی ترکی زبان سیکھی۔وہ ۱۹۶۳ء سے لے کر اب تک ترکی زبان کے صفِ اوّل کے ترجمان چلے آرہے ہیں۔آپ نے ادب کے توسط سے پاکستان اور ترکی کے درمیان ثقافتی تعلقات کے فروغ کے لیے اپنی زندگی کے پینتالیس برس گزار دیئے ہیں۔آپ نے دوسو سے زیادہ افسانے، نظمیں، ناول اور ڈرامے ترکی زبان سے انگریزی، اردو اور پنجابی میں ترجمہ کرکے پاکستانی قارئین کو ۳۷ مشہور ترک ادیبوں سے متعارف کرایا ہے۔یہ تراجم گزشتہ چار عشروں میں پاکستان کے مؤثر اخبارات اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔تراجم پر مشتمل آپ کی پندرہ کتابیں اب تک شائع ہو چکی ہیں۔بدیع الزمان نورسی کی زندگی پر بالتفصیل روشنی ڈالنے والی یہ کتاب آپ کی سولہویں کاوش ہے۔آپ کی تین طبع زاد کتابوں میں سے بھی دو کتابیں ترکی کے بارے میں ہیں۔آپ کی پانچ مجوزہ کتابیں تکمیل کے مختلف مراحل میں ہیں۔مشہور اخبار نیوز انٹرنیشنل میں آپ کے ۵۵۰ سے زائد ہفتہ وار کالم شائع ہو چکے ہیں جن میں سے ساٹھ سے زائد ترکی، ترکی ادب اور ترکی مسائل کے متعلق ہیں۔

Marfat.com

کرنل مسعود شیخ کی نمایاں ادبی خدمات کے اعتراف میں صدرِ پاکستان نے انھیں ۱۴اگست ۲۰۰۶ کو تمغۂ امتیاز کا اعزاز عطا کیا ہے۔

Marfat.com

پیشکش

گزشتہ صدی کے دوران ترکی کے دائرۂ عمل پر جو نام اثر انداز ہوتے رہے ہیں اُن میں بدیع الزّمان کے نام کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ وہ اُن تمام لوگوں میں سرِ فہرست آتے ہیں جو اِس عرصے میں اپنی زندگی اور تصانیف سے معاشرے کی گہرائیوں تک اثر انداز ہوئے ہیں۔ لیکن جہاں تک حضرت بدیع الزّمان کا حق بنتا ہے علمی نقطۂ نظر سے اُن سے ہمیشہ خِسّت برتی جاتی رہی ہے۔ اِس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک قسم کے لوگ ایسے ہیں جو اُن کے مقابل ہمیشہ ایک خاص فاصلے پر ہی کھڑے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اِن لوگوں کی طرف سے اُن کا رد کر دیا جانا ان وجوہات میں خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ وجہ جو بھی ہو مگر ایک ایسے مفکّر سے خِسّت کبھی نہیں برتنی چاہیئے تھی جس نے معاشرتی علوم میں، حقُوق کے میدان میں، اِسلامی علوم میں، یہاں تک کہ سیاست کے میدان میں بھی نہایت بنیادی پہلوؤں پر فکر آزمائی کر کے نئے نئے خیالات پیش کیئے۔ اُس صدی پر اپنی چھاپ لگا دی جس میں اُنہوں نے زندگی گزاری۔ ایک صاحبِ علم انسان جو اِن حقائق پر مغز لڑا تا رہا ہے، جو اِس سرزمین پر پل کر بڑا ہوا ہے، جس نے اِس ملک کے انسانوں کے لیئے مخصوص خیالات کی نشو و نما کی ہے، اس انسان کو، اُس صاحبِ مقصد اِدارے کو، اُس تحریک کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اُس میں دلچسپی لینے سے جان بوجھ کر کنارہ کشی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ سعید نُورسی چونکہ اپنے حقیقی پہلوؤں کے بل بُوتے پر پہچانے جاتے تھے اس لیئے یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہماری قوم میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ہو گا جو اُن سے دور کھڑا رہ سکا ہو۔ یہ تقدیر کا ایک عجیب سا جلوہ ہے کہ اُن پر ہمیشہ اُن کے نصبُ العین کے بالکل اُلٹ قسم کے

Marfat.com

الزام لگائے جاتے رہے ہیں اور وہ ہمیشہ ایک ایسے نظام کا شکار ہوتے چلے آئے ہیں جو ہمیشہ خیالی دُشمنیاں کھڑی کرنے میں مصروف رہتا ہے۔

حالانکہ وہ ایک ایسا صاحبِ اِیثار اور دوسروں کی خاطر اپنے فائدے قربان کردینے والا نیک دِل انسان ہے جو کہتا ہے: ''جو لوگ میرے لیئے قید خانوں میں جگہ تیار کرتے ہیں' جو مجھے ایک عدالت سے دوسری عدالتوں تک گھسیٹتے پھرتے ہیں' جو مجھے زہر پلاتے ہیں' مَیں اُن سب کو درگزر کرتا ہوں۔'' میرے دوستوں کو چاہیئے کہ اُن سے میرا انتقام نہ لیں!''

بدیع الزّمان جو بیسویں صدی کے سب سے بڑے مفکّروں میں شُمار ہوتے ہیں' اُن کے دِل میں محبت کا ایک ایسا سیلاب رواں رہتا ہے جس کا کام ہی یہ ہے کہ ہر دل میں گھر کر لے۔اُس میں فیصلہ کرنے کا ایک ایسا راستہ موجود ہے جو ہر طرح کی سوچ کے لیئے کسوٹی کا کام کرتا ہے۔اور پھر ہر دُرست اور خوبصورت سوچ کسی ایک شخص یا جماعت کی اجارہ داری نہیں ہوتی' شاید ساری انسانیت کی ملکیت ہوتی ہے۔ خاص طور پر جب ہمارے اپنے سامنے ایک ایسی شخصیت' ایک ایسی کلّیات موجود ہے جو تاریخ کی ملکیت بن چُکی ہے۔۔۔

بدیع الزّمان کا کہنا ہے کہ جس کسی کی ہمت قوم کے بل بوتے پر مبنی ہوتی ہے وہ اکیلا ہی ایک قوم کی طرح ہوتا ہے۔اِن الفاظ کے مطابق ''جو شخص ''میری قوم'' پہلے کہتا ہے وہ اکیلا ہی ایک قوم ہوتا ہے۔'' جس طرح قانونِ قدرت کے مطابق قیمتی دھاتیں بڑے بڑے پہاڑوں تلے چھپی ہوتی ہیں اِسی طرح وہ عظیم روحیں جو اپنی ہمت کے بل بُوتے پر ایک فرد پر مُشتمل ایک قوم ہوتی ہیں' وہ بھی اکثر خاموش ڈھیروں کے درمیان پوشیدہ ہوتی ہیں۔یہ گہرے اور منکسر مزاج دِل اکثر منکشف ہوئے بغیر ہی آئے گئے ہو جاتے ہیں۔۔۔

اناطولیہ کے لوگوں نے قربانیاں دے کر اپنے مخصوص حالات سے دوچار ہوتے ہوئے ایک داستانِ ایمان تحریر کی ہے جو دَورِ حاضر کی سطح تک پہنچ چُکی ہے اور جو ایک عظیم دعوے پر مبنی

Marfat.com

ہے۔ ہماری یہ عاجزانہ کاوِش (موجودہ کتاب) اُس عظیم دعوے کو اور اس کے عظیم اُستاد کی زندگی کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا اِمکان فراہم کرے گی۔

ہر باغ میں گلے سڑے پھل ضرور ہوتے ہیں' انسان کے خمیر میں عاجزی' قصور اور بھول چوک کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ قصور ہمارے ہوتے ہیں جب کہ خوبصورتیاں اُس شخص کی ہوتی ہیں جو پیش کیا جارہا ہوتا ہے' اُس کی تصانیف کی ہوتی ہیں' اور اُس دعوے کی ہوتی ہیں' جس کی خاطر وہ شخص جدوجہد کرتا ہے۔

ہماری اِس سعی کی نوعیت اللہ سے مدد کے لیئے کی جانے والی دُعا کی طرح ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

مختصر سوانح حیات

۱۸۷۸ء تاریخِ پیدائش۔

(تاریخِ پیدائش کے بارے میں ۱۸۷۳ اور ۱۸۷۶ کی بھی روایات موجود ہیں۔)

۱۸۸۵ء تعلیم کی ابتدا۔

۱۸۹۲ء بدیع الزّمان کا لقب اختیار کیا گیا۔

۱۸۹۷ء وان (Van) میں درس دینے کی ابتدا۔

۱۹۰۷ء اِستنبول کا پہلا سفر۔

۱۹۰۹ء مارشل لاء کی فوجی عدالت میں مقدمہ۔

۱۹۱۰ء وان واپسی۔

۱۹۱۱ء شام کی اُموی مسجد میں خُطبہ پڑھا۔

۱۹۱۱ (جون)۔ سلطان رشاد کے ہمراہ یورپی ترکی (Rumeli) کا سفر۔

۱۹۱۴ (نومبر)۔ مشرقی محاذ پر جنگ میں شمولیت۔

۱۹۱۶ء محاذ پر تفسیر 'اشارات اِلا عجاز' کا رقم کیا جانا۔

۱۹۱۶ (مارچ)۔ رُوسیوں کی حراست میں آنا اور (Kosturma) کو ترسیل۔

۱۹۱۸ (جون)۔ قید سے رہائی کے بعد استنبول آمد۔

۱۹۲۰ء پہلی تصنیف کی اِشاعت۔

(نومبر) پہلی اسمبلی کی دعوت پر انقرہ آمد۔

۱۹۲۳ (جنوری) انقرہ میں مطبع 'ینی گین' سے رسالہ ''حُباب'' کی اِشاعت۔

۱۹۲۳ (اپریل) انقرہ سے روانگی اور وان آمد۔

Marfat.com

۱۹۲۵ (فروری) کوہ ایرک (Erek) سے گرفتاری۔ بُرْدُر (Burdur) میں جلاوطنی۔

۱۹۲۶ (مارچ) بارلا (Barla) کو ترسیل۔

۱۹۳۴ (اگست) بارلا سے لے جا کر اسپارٹا (Isparta) مرکز میں رہائش کا انتظام۔

۱۹۳۵ (اپریل) اَیسکی شہر (Eskişehir) کی جیل میں نظر بندی۔

۱۹۳۶ (مارچ) کستا مونُو (Kastamonu) کی جلاوطنی۔

۱۹۴۳ (ستمبر) کستامونُو میں گرفتاری اور انقرہ کو ترسیل۔

۱۹۴۳ (اکتوبر) ڈینیز لی (Denizli) کی عدالت میں مقدمے کی ابتدا۔

۱۹۴۴ (جون) ڈینیز لی کی عدالت سے بَری ہو کر امیر داغ (Emirdağ) کو ترسیل۔

۱۹۴۸ (جنوری) افیون (Afyon) کی جیل میں قید۔

۱۹۴۹ (ستمبر) افیون کی جیل سے رہائی اور دوسری مرتبہ امیر داغ کو ترسیل۔

۱۹۵۰ (جون) اذانِ محمدی کی اصل شکل میں تبدیلی۔

۱۹۵۱ (دسمبر) اِسپارٹا میں رہائش۔

۱۹۵۲ (جنوری سے مارچ تک) اِستنبول میں نوجوانوں کی رہبری کے الزام میں مقدمہ۔

۱۹۵۳ اِسپارٹا اَیسکی شہر (Eskişehir) اور امیر داغ کے درمیان سفروں کی ابتدا۔

۱۹۵۶ (مئی) افیون (Afyon) کی عدالت سے رسالہ جاتِ نور کا بری ہو جانا۔

۱۹۵۹ (جنوری) انقرہ، قونیہ اور اِستنبول کے درمیان سفروں کی ابتدا۔

۱۹۶۰ (جنوری) بدیع الزّمان کے سفروں پر پابندی۔

۱۹۶۰ (۲۳ مارچ) آخری سفر پر عُرفہ (Urfa) روانگی۔

۱۹۶۰ (۲۳ مارچ) عُرفہ میں وفات۔

۱۹۶۰ (جولائی) مرحُوم کی قبر کا خفیہ طور پر کسی نامعلوم شہر قصبے میں انتقال۔

Marfat.com

بابِ اَوّل

اِبتدائی زِندگی

(۱۸۷۸۔۱۹۲۵)

Marfat.com

۱۵۸۲۳۵

Marfat.com

اِبتدائی زِندگی

(۱۸۷۸ ـ ۱۹۲۵)

ا۔ سعید نُورسی کے خاندان کے بارے میں معلومات

سعید نُورسی کی پیدائش ایک ایسے زمانے میں ہوئی تھی جب پوری دنیا، خاص طور پر دنیائے اِسلام میں بڑی بڑی تبدیلیوں کے ظہور پذیر ہونے کی ابتدا ہو رہی تھی۔ وہ نُورس (Nurs) نامی گاؤں میں اِس دنیا میں وارد ہوئے۔ یہ گاؤں مشرقی اناطولیہ کے تاریخی شہروں میں شمار ہونے والے ایک شہر بتلس (Bitlis) کے ضلع ہِزان (Hizan) کی تحصیل اِسپارِت (Isparit) میں واقع ہے۔ خاندانی لحاظ سے سعید نُورسی کا تعلق مشرق کے کسی نامور خاندان سے نہیں ہے۔ البتہ وقتاً فوقتاً بیان کی جانے والی روایات کے مطابق کسی زمانے میں جزیرے کے حکمداروں میں سے ایک حکمدار نے شہر کے دو بڑے علماء کو لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھانے کی غرض سے بتلس کی طرف نُورس نامی گاؤں کو بھیجا تھا۔ اِس گاؤں میں آنے والے دو بھائیوں نے یہاں ایک مسجد اور مدرسہ تعمیر کروا کر لوگوں کو ہدایت اور روشن خیالی کی راہ پر ڈالنے کا کام شروع کر دیا۔ اِس مدرسے میں گرد و نواح کے گاؤں کے نوجوان اور بچے بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یوں نُورس گاؤں علم اور عرفان کا مرکز بن گیا۔

روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ سعید نُورسی کا سلسلہ بھی اِن دو حضرات سے جا ملتا ہے۔ اِس کے راوی مرزا ریشان، مرزا خالد، خضر علی اور صوفی مرزا ہیں۔ سعید کے دادا علی

Marfat.com

آفندی کے پانچ بچّے تھے جن میں حاجی تحے، تولس، فاطمہ اور مرزا بھی شامل ہیں۔(۱)

اِن کی والدہ اور والد کی تاریخِ پیدائش اور وفات کے بارے میں باوثُوق حقائق موجود نہیں ہیں۔اُن کی والدہ نُورِیے خانم، نُورس کے شمال میں تین گھنٹے کی مسافت پر واقع بِلکان (Bilkan) نامی گاؤں کے رہائشی مُلّا طاہر کی بیٹی تھیں۔وہ پہلی جنگِ عظیم کے دِنوں میں وفات پا گئی تھیں۔اِس کے علاوہ نُورِیے خانم کے خاندان کے بارے میں کوئی معلومات موجود نہیں ہیں۔

سعید کے والِد صُوفی مرزا نے ۱۹۲۰ میں وفات پائی۔ پورے مشرق کی طرح اِس عِلاقے کے عوام میں بھی ایک قومی رواج ہے کہ ناموں کو چھوٹا کر کے لکھا جاتا ہے۔اِس رواج کے مطابق عوام میں ''مرزا'' آفندی کو''صوفی مِرزو'' یا سنگِ مزار پر تحریر کردہ شکل میں ''مِرزے'' اور والدہ نُورِیے خانم کو'' نُوری'' کہا جاتا تھا۔(۲) تو یوں سعید ۱۸۷۸ مِیلادی، ۱۲۹۳ رومی، ۱۲۹۴ ہجری میں اِس معمولی حیثیت کے خاندان میں اِس دنیا میں وارد ہوئے۔

۲۔ بچپن کا زمانہ

سعید کا بچپن کا زمانہ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ ہی گزرا۔البتہ بچپن سے ہی سعید کی زندگی میں ایسے اشارات ملنے لگے جن سے پتہ چلتا تھا کہ اِن کا مستقبل پر گہرا اثر پڑے گا۔مُستقبل میں ظہور پزیر ہونے والی اہم حقیقتوں کے بیج سعید کے بچپن کے دِنوں میں ہی بوئے جا رہے تھے۔

سعید کے والد صوفی مرزا غوثِ خِزاں کے مُرید تھے۔وہ ایک روز گیدا (Geyda) سے گزرتے ہوئے اُن کی درگاہ پر چلے گئے۔غوث اُس گھڑی اپنے طلباء کی صحبت میں تھے۔ صوفی مرزا نے طلباء سے کہا کہ وہ ہر صورت میں جنابِ غوث کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔طلباء نے کہا بھی کہ ''اِس وقت جناب غوث کِسی کو قبول نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خاص صحبت میں مشغول ہیں۔'' مگر صوفی مرزا اصرار کرتے رہے اور پھر بولے: ''اگر تم لوگ جناب غوث کو اطلاع نہیں

Marfat.com

دیتے تو میں خود جا کر دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔'' مُریدوں نے کہا: ''اگر یہ بات ہے تو جاؤ اور کھٹکھٹاؤ دروازہ!'' اور پھر واقعی صوفی مرزا نے جنابِ غوث کی ذاتی صحبت گاہ کا دروازہ جا کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرتِ غوث نے جُونہی صوفی مرزا کو دیکھا اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بڑی عزت سے اُن کا استقبال کر کے اُن سے بغلگیر ہوئے' اُن کے بازوؤں کو اپنی گردن کے گرد لپیٹ کر اُنہیں اپنی جگہ پر لا بٹھایا!

صوفی مرزا نے جنابِ غوث کے ساتھ کچھ بات چیت کی۔ جنابِ غوث بھی تمام وقت اُنہی کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور بلے' بلے (ہاں' ہاں) کہہ کر جواب دیتے رہے۔ بالآخر صوفی مرزا نے اِجازت چاہی اور اٹھ کر روانہ ہو گئے۔

جنابِ غوث کے خُلفا میں سب سے بڑے خلیفہ مُلّا خالدِ عرُوقی نے اپنی حیرت دور کرنے کی غرض سے کہا: ''قربان جاؤں' اِس فقیر انسان میں کیا تھا جس کے باعث آپ اُس سے اِس قدر خوش خُلقی سے پیش آ رہے تھے؟ ہمارا خیال ہے آپ اِس فقیر صوفی مرزا پر کچھ زیادہ ہی احسان فرما رہے تھے۔ یا پھر ہمیں ہی یوں محسوس ہو رہا تھا!''

حضرتِ غوث بڑی سنجیدگی سے اپنے خُلفا سے یوں مخاطب ہوئے: ''حضرات! اِس فقیر صوفی کی اولاد میں ایک ایسا بچہ اِس دنیا میں آئے گا جس کے درجے تک ایک سو قطب بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔'' یوں اُنہوں نے کرامت کے طور پر اُن خدمات کے بارے میں خبر دی جو سعید نے مستقبل میں انجام دینی تھیں۔

اِسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے والی ایک اور روایت کے راوی اِسپارٹا کے مشہور اولیائے کرام میں سے بَیش قضا (Beşkaza) کے عثمان خالدی ہیں جو اِسپارٹا میں رہائش پذیر تھے جہاں استاد ۴۸ سال بعد تشریف لے جانے والے تھے اور جو اہلِ سنت کے دائرے میں رہتے ہوئے علمِ حقیقت وطریقت کو پھیلا رہے تھے۔ بدیع الزمان کے سنِ پیدائش کے دوران

Marfat.com

وفات پانے والے عثمانِ خالدی نے اپنی اولاد کو بھی اور اپنے قریبی حلقوں کو بھی بڑے وثوق کے ساتھ یہ اطلاع دی تھی کہ: ''ایمان کو بچانے والا ایک مجدد ظہور پزیر ہوگا۔ وہ اِسی سال پیدا ہو چکا ہے۔'' اِس کے علاوہ اُنہوں نے یہ بھی فرمایا کہ: ''میرے چار بیٹوں میں سے ایک ظہور پزیر ہونے والے اُس مُجدد سے بات چیت کرے گا اور اُن کے ہاتھ پر بوسہ دے گا۔'' اِس کے کافی عرصے بعد جب بدیع الزمان اِسپارٹا تشریف لائے تو اُس وقت عثمانِ خالدی کے زندہ بچے ہوئے اکلوتے بیٹے احمد آفندی نے بدیع الزمان سے گفتگو کی اور اُن کے ہاتھ پر بوسہ دے کر اپنے والد کے الفاظ کے سچ ہو جانے کا اعلان کیا۔ یہ واقع جس سے اِسپارٹا میں اب تک با حیات لوگوں میں سے بہت سے لوگ واقف ہیں' ''سِکّہ ءتصدیقِ غیبی'' میں ''اولیاء کو شہرت دینے والے' چالیس دِنوں میں ایک مرتبہ روٹی کھانے والے اور پھر چالیس روز نہ کھانے والے عثمانِ خالدی کی پیشین گوئی اور اپنی اولاد کو وصیّت'' کی شکل میں درج ہے۔ (۳)

ننھے سعید کی پیدائش جس کی خوش خبری بہت سے بڑے لوگوں نے دی' وہ ایسے ماحول میں ظہور پذیر ہوئی جسے اُس زمانے کے اعتبار سے علاقے کے لیئے خاص اہمیت کا حامل قرار دیا جاسکتا ہے' اور جس میں علمی سرگرمیاں بے حد زوروں پر تھیں۔ اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں وقتاً فوقتاً اپنی بچپن کی زندگی کا ذکر کرنے والے بدیع الزمان اُن دِنوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جہاں تک ہمارے گاؤں نُورس کا تعلق ہے' تو اِس سلسلے میں میرے پرانے شاگرد بھی اور میرے ہم شہری بھی جانتے ہیں کہ ہمارے گاؤں کے لوگ اپنے آپ کو فوق العادت' نُمائشی اور جرات پسند ظاہر کرنے کے لیئے خود ستائش کے بڑے خواہاں تھے۔ وہ ایک ایسا دلیرانہ طور طریقہ اِختیار کرنا چاہتے تھے جیسے اُنہوں نے کوئی بہت بڑا ملک فتح کر لیا ہو۔ مجھے خود اپنے آپ پر اور اُن لوگوں پر بڑی حیرت ہوتی تھی۔ اب مجھے ایک حقیقی تنبیہ کے نتیجے میں معلوم ہوا ہے کہ: وہ نورس گاؤں کے معصوم انسان اور نورس قریہ رسالہ ءنور کے نور پر حد سے زیادہ فخر کرنے لگ جائیں

Marfat.com

گے۔ وہ لوگ جنہوں نے اِس ولایت اور تحصیل کا نام تک نہیں سنا وہ بھی نورس گاؤں کو بہت اہمیت دینے لگ جائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ رسالہء نور کی اشاعت کے سامنے آنے سے پہلے ہی پیش بینی کے نتیجے میں اُس نعمتِ الٰہی کے لیئے شکرانے کا اظہار فخر اور خوشیاں منانے کی شکل میں کرنا شروع ہو گئے۔

ننھے سعید کے دوسرے بھائی بھی اتنے عمدہ اخلاق کے مالک تھے کہ ہر دیکھنے والے کی نظروں میں سما جاتے تھے۔ سیّد حُسین اروا سی جوار دا سی شیوخ میں سے تھے جن کے ساتھ سعید کے والدین وابستہ تھے' اُنہوں نے سعید کی والدہ نُوریے خانم سے سوال کیا: ''تمہارے تمام بچوں کے اس قدر ذہین ہونے میں تُم نے جو اُنہیں تربیت دی ہے اُس تربیت کا کیا کردار رہا ہے؟''

مبارک نوریے خانم نے کہا: ''میں نے اپنی ساری زندگی میں' عورتوں کی معذرت کے دنوں کے علاوہ کبھی بھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑی اور نہ ہی کبھی وضو کے بغیر اپنے بچوں کو اپنی چھاتی کا دودھ پلایا تھا۔''(۴)

حضرت بدیع الزمان اپنی والدہ سے حاصل کی ہوئی تربیت کو اپنی پوری اسّی سالہ زندگی کے بیجوں کے طور پر قبول کرتے تھے۔''جی ہاں! اِنسان کی سب سے پہلی استاد اور مُوثر معلّمہ اُس کی ماں ہے۔ اِس مناسبت سے میں نے اپنی ذات میں اِس بات کے معنوں کو ہمیشہ جس انداز میں یقینی طور پر سمجھا ہے وہ بیان کرتا ہوں:

اگرچہ میں نے اپنی اسّی سالہ زندگی میں اسّی ہزار ہستیوں کی شاگردی کی ہے لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو سب سے بنیادی اور غیر مُتزلزل' اور میری سکھلائی کو ہر دم تازہ کر دینے والے درس حاصل کیئے ہیں وہ وہی تھے جو میری والدہ مرحومہ نے مجھے تلقینات اور معنوی درسوں کی شکل میں دیئے تھے۔ یہ درس ایسے تھے جو میری فطرت میں' اور میرے مادّی وجود میں بھی بیجوں کی طرح گھر کر چکے ہیں۔ میں اپنے تمام درسوں کی بنیاد مکمل طور پر اُنہی بیجوں کو سمجھتا

Marfat.com

ہوں۔ مثلاً میرے مسلک اور مشرب کی چار بنیادوں میں سب سے اہم بنیاد شفقت ہے' اور رسالہ ء نور کی بھی سب سے بڑی حقیقت ترس کھانا اور مرحمت سے پیش آنا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ یہ چیز مجھے اپنی والدہ کے شفقت بھرے افعال اور اُن کے مُشفقانہ کردار سے اور اُن سے حاصل کردہ معنوی اسباق سے ملی ہے۔''

ننھّے سعید میں بچپن سے ہی اپنے خاندان سے' بلکہ اپنے قرب و جوار کے ماحول سے بھی بالکل مختلف احساسات پنپ رہے تھے۔ ''میں ابھی آٹھ نو سال ہی کا تھا جب ہماری پوری تحصیل اور اُس کے اِرد گرد کے علاقوں کے لوگ نقشبندی طریقت سے منسلک تھے اور وہ علاقے کے شہرت یافتہ غوثِ خزان سے مدد مانگا کرتے تھے' میں اپنے اقربا اور اہالیان کے بالکل برعکس ''یا غوثِ جیلانی'' پکارا کرتا تھا۔ بچپن کے اعتبار سے اگر میرے ہاتھوں سے اخروٹ جیسی بالکل غیر اہم شے بھی گُم ہو جاتی تو مَیں کہا کرتا تھا: ''یا شیخ' تجھے ایک بار فاتحہ قبول ہو' تم ہی میری فلاں شے ڈھونڈ وا دو۔'' بڑی عجیب بات ہے اور مَیں قسم کھا سکتا ہوں کہ یوں ہزار بار حضرتِ شیخ اپنی ہمت اور دعا سمیت میری مدد کو پہنچ جاتے رہے۔''(۵)

ننھا سعید جو آٹھ نو سال کی عمر تک اپنے والدین کے ہمراہ رہتا رہا' اُس کے لیئے زِندگی کے اِن سعادت بھرے دنوں جیسے ادوار سے دوبارہ ہمکنار ہونا ممکن نہیں تھا۔

۳۔ تعلیم

ا) مدرسے کی ابتدائی زِندگی

جس زمانے میں وہ اپنے والدین کے ہمراہ رہتے تھے اُن دِنوں میں ننھّے سعید نے نوٹ کیا کہ اُن کے بڑے بھائی مُلّا عبداللہ نے' جو اُس وقت ایک مدرسے کا طالبِ علم تھا' تعلیم کے ذریعے عمدہ خصلتیں حاصل کر لی تھیں۔ اِس کا اثر یہ ہوا کہ خود اُس نے بھی مدرسے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اُس نے اِسپاریت سے مُلحق تاغ نامی گاؤں میں مُلّا مہمت امین آفندی کے

Marfat.com

مدرسے جانا شروع کر دیا۔ مگر وہ وہاں زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکا۔ اُس کی تخلیق میں عزتِ نفس کو ملحوظِ خاطر رکھنا کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اُسے اگر ایک چھوٹا سا لفظ بھی آمرانہ لہجے میں کہہ دیا جاتا تو وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اِسی وجہ سے اُس نے وہ مدرسہ چھوڑ دیا اور نُورس واپس چلا گیا۔ نورس میں چونکہ کوئی علیحدہ مدرسہ نہیں تھا اِس لیئے اُسے اپنی تعلیم ہفتے میں ایک دِن تک محدود کرنی پڑی جب اُس کا بڑا بھائی گھر آتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ پِرمس (Pirmis) جاتا رہا اور پھر عزان شیخ کے میدانِ مُرتفع جانے لگا۔ یہاں بھی وہ کسی قسم کے حکم چلانے کا بالکل متحمل نہیں ہوتا تھا جس کے باعث اُس کا چار طلباء سے جھگڑا ہوا۔ اِن چار طالبِ علموں نے آپس میں گٹھ جوڑ کر کے اُسے ہمیشہ تنگ کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے وہ ایک روز حضرت شیخ سیّد نور محمد کے حضور جا پہنچا۔ اُن کے پاس براہِ راست شکایت کر کے اپنے پھوہڑ پن کا مظاہرہ کرنے سے بچنے کے لیئے وہ یوں گویا ہوا:

''جنابِ شیخ، اِن سے کہہ دیجئے کہ میرے ساتھ لڑائی کرتے وقت چاروں اکٹھے نہ ہوں بلکہ دو دو کر کے میرے مدِ مقابل آئیں۔''

شیخ نور محمد نے ننھے سعید کی اِس جوانمردگی سے خوش ہو کر فرمایا:

''تم میرے طالب علم ہو۔ تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔''

اِس واقعے کے بعد وہ ''شیخ کا طالب علم'' کہلایا جانے لگا۔ یہاں کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد وہ اپنے بھائی مُلّا عبداللہ کے ہمراہ نُورشین (Nurşin) گاؤں میں آ گیا۔

مشرقی اناطولیہ میں مدرسہ قائم کرنے کا طریقہ یہ تھا:

کوئی عالم جس نے اپنی مدرسے کی تعلیم کامیابی سے مکمل کر لی ہو وہ اپنی مرضی کے کسی گاؤں میں رضائے اِلٰہی کے لیئے ایک مدرسہ کھول لیتا۔ مدرسے کے طلباء کی ضروریات اگر متعلقہ عالم کی استطاعت میں ہوتیں تو وہ پوری کرتا نہیں تو ان کی ضروریات عوام کی طرف سے پوری کی

Marfat.com

جاتیں۔ اُستاد تنخواہ کے بغیر پڑھاتا تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں مُلّا سعید عوام کی طرف سے دی جانے والی امداد قبول نہیں کرتے تھے۔ زکوٰۃ یا کسی دوسرے کی از راہ خدا دی گئی رقم ہرگز نہیں لیتے تھے۔

ایک روز اِن کے طالب علم زکوٰۃ اکٹھی کرنے گئے ہوئے تھے۔ سعید اُن کے ہمراہ نہ گئے۔ گاؤں کے لوگوں پر اس بات کا بہت گہرا اثر ہوا اور اُنہوں نے سعید کی شکم سیری کو بڑا سراہا اور آپس میں مل کر کچھ رقم جمع کی جسے سعید کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر سعید نے شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا۔ گاؤں والوں نے یہ رقم سعید کو دینے کی خاطر اُس کے بھائی مُلّا عبداللہ کو دے دی۔ مُلّا عبداللہ اور سعید کے درمیان کچھ اِس طرح کی بات چیت ہوئی:

سعید: "یہ جو آپ کے پاس رقم ہے اِس سے مجھے ایک رائفل لے دیجئے۔"

مُلّا عبداللہ: "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر ایک پستول خرید دیں۔"

"نہیں، یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے ایک خنجر لے دو۔"

بڑے بھائی عبداللہ نے ہنس کر کہا: "یہ بھی نہیں ہو سکتا! میں تمہیں صرف انگور لے کر دے سکتا ہوں۔ یوں یہ مسئلہ ایک میٹھے طریقے سے حل ہو جائے گا۔"(۶)

نُورشین میں کچھ عرصہ قیام کے بعد مدرسے کی زندگی کو ترک کر کے سعید والِد کے پاس آ گئے اور موسمِ بہار تک گھر پر ہی رہے۔ اُن دِنوں اُنہوں نے مندرجہ ذیل خواب دیکھا:

قیامت بپا ہو گئی ہے۔ کائنات نئے سرے سے زندہ ہو گئی ہے۔ مُلّا سعید اِس سوچ میں ہیں کہ وہ پیغمبر ﷺ کی زیارت کیسے کر سکیں گے۔ سوچتے سوچتے بالآخر اُنہیں خیال آتا ہے کہ پُل صِراط کے سرے پر جا کر وہاں کھڑے رہیں۔ اُنہوں نے اپنے آپ سے کہا "ہر شخص وہاں سے گزرتا ہے میں بھی وہاں جا کر انتظار کرتا ہوں۔" اور پھر وہ پُل صِراط کے سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ

Marfat.com

ایک ایک کر کے تمام بڑے بڑے پیغمبروں کی زیارت کرتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کی زیارت کے دوران آپ ﷺ سے علم کی درخواست کرتے ہیں۔

حضرتِ رسولِ اکرم ﷺ اُنہیں یہ خوشخبری سُناتے ہیں کہ وہ انہیں علم القرآن کی تعلیم دیں گے بشرطیکہ وہ اُن سے اُن کی اُمت کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔ مُلّا سعید ہیجانی کیفیت میں نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں۔

اِس خواب کے فیض نے چھوٹے سعید کی رُوح میں پڑھائی کا ایک پُر جوش عشق جگا دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے والد سے اجازت لے کر تعلیم حاصل کرنے کے لیئے تحصیل ارواس (Arvas) کی راہ لی۔ وہاں درس دینے والے مُلّا محمد امین آفندی تھے۔ اُنہوں نے بذاتِ خُود اِسے پڑھانے کی کرم فرمائی کرنے کی بجائے اُسے اپنے طلباء میں سے ایک طالبِ علم کے سُپرد کر دیا۔ یہ بات اُس کی عزّتِ نفس کے لیئے بوجھل ثابت ہوئی۔ ایک روز اُس مشہور مُدرّس نے مسجد میں درس دیتے دیتے ایک پیرا غلط پڑھا جس پر مُلّا سعید نے اِعتراض کر دیا:

''جناب' یہ اَیسے نہیں ہے!'' اور ساتھ ہی اُسے یاد دِلایا کہ اُس نے اِنہیں خود پڑھانے کی کرم فرمائی نہیں کی تھی۔ چنانچہ وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔ اپنے لیئے کسی مُناسب مدرسے کی تلاش میں مُکّس (باغیچہ سرائے) (Müküs) سب ڈسٹرکٹ سے ملحقہ 'میر حسنِ ولی'' نامی مشہور مدرسے جا پہنچا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ اس مدرسے میں نچلے درجوں میں پڑھنے والے نئے طلباء کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تو ویستان (Gevas (Vestan اور پھر وہاں سے ارضِ روم میں واقع بایزید جا پہنچا۔

مُلّا سعید نے اپنی تعلیم کی اِبتداء یہاں سے کی۔ اب تک اُس نے محض صرف و نحو کی تیاری کرتے کرتے ''اظہار'' تک پڑھا تھا۔ بایزید میں حضرت شیخ محمت جلالی کے پاس اُس کی یہ حقیقی اور سنجیدہ تعلیم تین ماہ تک جاری رہی۔ لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ 'مُلّا جامی'' سے لے کر

Marfat.com

آخر تک مدرسے کی تعلیم کے اصولوں کے مطابق پڑھائی جانے والی تمام کتابیں اُس نے اسی مختصر سے عرصے میں ختم کرلیں۔ وہ ہر کتاب سے ایک یا دو سبق' اور پھر آخر میں دس سبق لے کر کامیاب ہو گیا۔ اُس کے اُستاد حضرت شیخ محمت جلالی نے جب اُس سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو اُس نے جواب دیا:

''میں اتنی زیادہ کتابیں پڑھ کر اُنہیں سمجھنے کی اِستعداد نہیں رکھتا۔ مگر یہ کتابیں جواہرات کے ڈبوں کی طرح ہیں جن کی چابی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں صرف آپ سے یہ التجا کرتا ہوں کہ آپ جو کچھ اِن ڈبوں میں محفوظ ہے وہ مجھے دِکھا دیجیے۔ اِن کتابوں میں کن کن باتوں پر بحث کی گئی ہے میں وہ سمجھ لوں تو پھر جن جن کی مجھے ضرورت ہو بس اُنہی پر پوری توجہ سے کام کروں۔''

اُس کی فطرت میں ایجاد اور نئی دریافت کے میلان نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اُس نے اِس بات کو قبول نہ کیا کہ وہ مدرسوں میں مُروّج عادت کے مطابق حاشیوں اور شرحوں پر توجہ دینے میں خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرتا رہے۔ (۷) اِس طرح عموماً بیس سال محنت کر کے سیکھے جانے والے دینی اور فنّی علوم کا نچوڑ اور بنیادی معلومات کو اُس نے تین ماہ میں حاصل کر لیا۔

اِس پر جب اُس کے اساتذہ نے اُس سے پوچھا کہ ''تمہیں کونسا علم پسند ہے؟'' تو اُس نے جواب دیا:

''میں اِن علوم کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتا۔ یا میں اِن سب کو جانتا ہوں اور یا پھر کسی کو بھی نہیں جانتا۔''

اِس زمانے میں اُس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر عِلم کے حوالے کر رکھا تھا۔ وہ چوبیس گھنٹے کے دوران ''جمع اُلجوامع'' سیّد شریف الجرجانی کی ''شرح المواقف'' اور ''اِبنُ الحاجز'' جیسی کتابوں کے دو سو صفحات خود اپنے بل بوتے پر سمجھتے ہوئے روزانہ پڑھتا اور زندگی کی باقی چیزوں

Marfat.com

میں دلچسپی نہ لیتا۔ یہ روحانی حالت جو اُس پر طاری ہوئی وہ بڑے عرصے تک جاری رہی۔ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اُسے جس علم کے متعلق جو سوال چاہیں پوچھ لیں' وہ بلا جھجک فوراً اُس کا جواب دے دیتا۔ (۸)

مُلاّ سعید شیخ محمت جلالی کے مدرسے میں ایک موسمِ سرما کے قیام کے بعد' اور علومِ عربی پر عبور حاصل کر کے اِجازت لے کر' ایک بھوکے پیاسے' ننگے درویش کا لبادہ اوڑھ کر دوبارہ سفر پر نکل کھڑا ہُوا۔

اس کا علم حاصل کرنے کا طریقہ بڑا جداگانہ تھا۔ سب سے پہلے وہ ''حکمائے اِشراقیون'' کے مسلک میں داخل ہوا۔ وہ کم کھاتا اور دُنیا کی طرف بالکل نگاہ نہیں ڈالتا تھا۔ حکمائے اِشراقیون درجہ بدرجہ آگے بڑھنے کے اصول کے مطابق وقت کے ساتھ ساتھ اپنے وجود کو کم کھانے کا عادی بنایا کرتے تھے۔ اس نے اِس اصول پر عمل کرنے کی بجائے یکدم ریاضت شروع کر دی۔ جُوں جُوں دن گزرتے گئے وہ کمزور ہوتا گیا۔ وہ تین دِن میں صرف ایک روٹی پر گزارہ کرتا۔ عُلمائے اشراقیون کا نظریہ تھا کہ ''ریاضت ذہن کے کُھل جانے میں مدد دیتی ہے۔'' اس نے بھی اُنہی کے نظریے پر عملدرآمد کرنا شروع کر دیا۔

جناب اِمامِ غزالی نے ''اِحیاء اُلعلوم'' میں تصوّف کا ایک قانون بیان کیا ہے کہ ''مشکوک باتوں سے دور رہا جائے۔'' اِس قانون پر عمل کرتے ہوئے وہ کچھ عرصہ روٹی چھوڑ کر چارے پر گزارہ کرتا رہا۔

دوسری بات یہ کہ وہ بولتا بہت کم تھا۔ مشرق کی غیر معمولی ذہانت کے مالک مُلاّ احمد خانی جس قُبہء سعادت میں رہا کرتے تھے یہ بھی سارا دن' بلکہ بعض اوقات تو رات کے وقت بھی ڈر کر اُسی قُبہء سعادت میں چھپا رہتا تھا۔ عوام کہتے ہیں کہ ''بدیع الزمان جناب احمد خانی کے فیض کا مظہر بن گیا ہے۔'' اُن کے مطابق یہ صورتِ حال احمدِ خانی کی کرامات کا نتیجہ ہے۔ اُس زمانے

Marfat.com

میں اِس کی عمر تیرہ چودہ سال تھی۔

اِسی عرصے میں اُس نے عُلماء میں سے چند چیدہ چیدہ عُلماء سے ملاقات کے لیئے بغداد جانے کا فیصلہ کیا۔ اِس اِرادے سے وہ بِتلِس (Bitlis) پہنچا۔

بِتلِس میں اُس نے دو روز شیخ محمت امین آفندی کے درس میں حاضری دی۔ شیخ محمت امین آفندی نے اُسے درویشانہ لباس اُتار کر اُستادوں کا لباس زیبِ تن کرنے کا مشورہ دیا۔ اِس پر مُلّا سعید نے یہ کہتے ہوئے اُن کا مشورہ قبول نہ کیا کہ:

''میَں تو ابھی سنِ بلوغ تک بھی نہیں پہنچا' اِس لیئے ایک محترم استاد کے لباس کو اپنے لیئے مناسب نہیں سمجھتا۔ میَں ایک بچّہ ہوتے ہوئے اُستاد کیسے ہوسکتا ہوں؟''

اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے مُلّا سعید شیروان میں مقیم اپنے بھائی مُلّا عبداللہ کے پاس پہنچا۔ اُس کے کندھے پر ایک پوستین' اور بغل میں ''دلائلِ حیرت'' نامی کتاب تھی۔ بڑے بھائی مُلّا عبدُاللہ نے جو کہ ایک مدرّس تھا' اپنے بھائی کی عِلمی قابلیت کا اندازہ لگانے کے لیئے کہا:

''تمہارے بعد میَں نے قزوینی کی کتاب ''شرحِ شمسی'' ختم کی ہے۔ تم کیا پڑھ رہے ہو؟''

بدیع الزّمان نے کہا:

''میَں اسّی (۸۰) کتابیں ختم کر چکا ہوں۔''

مُلّا عبدُاللہ:

''کیا مطلب؟''

بدیع الزّمان:

''میَں نے تکمیلِ نسائخ کی ہے (یعنی وہ تمام کتابیں پڑھ لی ہیں جن کا پڑھنا اصولِ

Marfat.com

مدارس کے مطابق ضروری ہے۔) اور بہت سی ایسی کتابیں بھی پڑھ ڈالی ہیں جو آپ کی فہرست میں شامل نہیں ہیں۔"

مُلّا عبداللہ:

"اگر یہ بات ہے تو چلو مَیں تمہارا امتحان لیتا ہوں۔"

بدیع الزّمان:

"مَیں تیار ہوں۔آپ جو پوچھنا چاہتے ہیں پوچھیں۔"

اس بات چیت کے بعد مُلّا عبداللہ نے اپنے بھائی کا امتحان لیا۔اُس نے جو ترقی کی تھی اُس پر حیران ہوا۔بڑے بھائی نے مُلّا سعید کو' جو محض آٹھ ماہ پیشتر اُس کا شاگرد تھا' اپنا استاد مانتے ہوئے اپنے طلباء سے چوری چوری چھوٹے بھائی سے درس لینے شروع کر دیئے۔وہ اس بات کو ظاہر نہیں ہونے دیتا تھا کہ اپنے جس بھائی کو وہ پہلے پڑھایا کرتا تھا اب اُس نے اُسی کو اپنا استاد بنا لیا تھا۔بالآخر طلباء سمجھ گئے کہ مُلّا عبداللہ مُلّا سعید سے درس حاصل کرتا ہے۔مُلّا عبداللہ اپنے طلباء کو یہ کہہ کر دھوکے میں رکھتے رہے کہ "مَیں اُسے اِس لیئے پڑھاتا ہوں کہ اُسے نظرِ بد نہ لگ جائے۔"

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مُلّا سعید کی شہرت عوام میں پھیلنی شروع ہوگئی۔وہ جہاں جاتا لوگ کہتے: "خضر آ گئے' یہ بچہ ولی ہے ولی"۔مُلّا سعید نے اپنے آپ کو لوگوں کی بے انتہا دلچسپی سے بچانے کے لیئے اپنے نئے لباس کی جگہ خنجر' کٹار' کشمیری شال اور (şapik) سے لیس کِسی آغا جیسا لباس زیبِ تن کر لیا ہے۔

اُس زمانے کے بارے میں بدیع اُلزّمان اپنی ایک اور یادیوں بیان کرتے ہیں:

"میرے بڑے بھائی مُلّا عبداللہ حضرت ضیاالدین کے (جو اولیائے عظیمہ میں سے تھے) خاص مرید تھے۔اہلِ طریقت میں یہ بات بڑی مقبول تھی کہ مُرشد کے بارے میں حد

Marfat.com

درجے کی محبت اور نیک نیتی کا اظہار کیا جائے۔ چنانچہ میرے مرحوم بھائی نے مجھے کہا کہ: ''حضرتِ ضیاء الدین تمام علوم سے واقف ہیں۔ قطبِ اعظم کی مانندوہ بھی کائنات میں مَوجود ہر شے کو جانتے ہیں۔'' مجھے اُن کے ساتھ متعلق کرنے کی خاطر اس نے اُن کے بڑے عجیب وغریب درجات کا ذکر کیا۔

مَیں نے بھی اپنے بھائی سے کہا کہ: ''تم مبالغہ کر رہے ہو۔ اگر مَیں اُنہیں مِلوں تو بہت سے مسائل میں اُن کا منہ بند کرا سکتا ہوں۔ اور مزید یہ کہ میری طرح تم بھی اُنہیں حقیقتاً اتنا نہیں چاہتے۔ (جتنا ظاہر کر رہے ہو۔) کیونکہ تم ایک ایسے ضیاء الدین کو چاہتے ہو جو تمہارے خیال میں کائنات کے تمام علوم سے واقف ہو۔ یعنی تمہارا بندھن اُس عنوان کے ساتھ ہے' اور اُسی سے تمہیں محبت ہے۔ اگر پردہء غیب چاک ہو اور حقیقت دِکھائی دینے لگے تو تمہاری محبت یا تو بالکل ہی باقی نہ رہے گی یا پھر کم ہو کر ایک چوتھائی باقی رہ جائے گی۔ مگر مَیں اُس ذاتِ مبارک کو تمہاری طرح نہایت سنجیدگی سے چاہتا ہوں۔ اس کی قدر کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ سُنّتِ علوی کے دائرے میں' اور مسلکِ حقیقی میں اہلِ ایمان لوگوں کے لیئے خالص' مُوثر اور نہایت اہم راہبر ہے۔''

(ب) بدیع الزمان کا لقب

کچھ مدت اپنے بھائی مُلّا عبداللہ کے پاس رہنے کے بعد مُلّا سعید سِعرت (Siirt) میں واقع مدرسہء مُلّا فتح اُللہ آفندی چلے گئے۔ مُلّا فتح اُللہ نے مُلّا سعید سے پوچھا:

''گزشتہ سال تم 'Suyut' پڑھ رہے تھے۔ اب کیا مُلّا جامی پڑھ رہے ہو؟''

''جی ہاں' مَیں نے ''جامی'' ختم کر لیا ہے۔''

مُلّا فتح اُللہ نے اُس سے جِس کتاب کے بارے میں بھی سوال کیا' جب اُنہیں یہی جواب ملا کہ مَیں ختم کر چکا ہوں تو اُنہوں نے حیرت سے پوچھا:

''پچھلے سال تو تم پاگل تھے۔ کیا اِس سال بھی پاگل ہی ہو؟''

Marfat.com

مُلّا سعید نے کہا:

''اِنسان اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے خُفیہ رکھنے کے لیئے حقیقت کو چھپا سکتا ہے۔مگر باپ سے بھی زیادہ محترم ایک استاد کے سامنے حقیقت کے سِوا کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔اگر آپ حکم کریں تو جن جن کتابوں کا مَیں نے نام لیا ہے اُن میں سے میرا امتحان لے سکتے ہیں۔''

مُلّا فتح اُللہ نے اُس سے جس کتاب سے بھی کوئی سوال کیا اُس نے بڑی خوبی سے اُس کا جواب دے دیا۔

مُلّا فتح اُللہ:

''اچھی بات ہے۔تم ذہانت میں تو عجوبہ ہو مگر تمہارا ازبر کرنا کیسا ہے؟ کیا تم ''مقامات حریری'' میں سے چند سُطور دو مرتبہ پڑھنے سے حِفظ کر سکتے ہو؟'' اور یہ کہہ کر اُسے یہ کتاب پکڑا دی۔

مُلّا سعید نے کتاب کا ایک صفحہ ایک ہی دفعہ پڑھ کر وہیں یاد کر لیا اور پھر سُنا دیا۔

مُلّا فتح اُللہ دنگ رہ گئے اور بولے:

''تمہاری ذکا اور حافظہ دونوں اِس حد تک اعلیٰ ہیں کہ کِسی شخص میں شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔''

ایک شخص جو یہ بات چیت سُن رہا تھا وہ ایک سال پیشتر سعید کے استاد کا استاد مُلّا علی ء صوُران تھا جس نے اب مُلّا سعید سے درس لینے شروع کر دیئے۔

مُلّا فتح اُللہ کے مدرسے میں قیام کے دوران مُلّا سعید نے دِن میں ایک دو گھنٹے کی پڑھائی کرتے ہوئے ایک ہفتے کے اندر اندر تاج الدِّین اُلسبکی کی کتاب ''جمع اُلجوامعہ'' ازبر کر لی۔مُلّا فتح اُللہ اِس کِتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:'' اُس نے پوری کی پوری کتاب ''جمع اُلجوامعہ'' ایک ہفتے میں ازبر کر لی۔''

Marfat.com

اِس صورتحال کی خبر سِعرت تک پھیل گئی۔ مُلّا فتح اُللہ نے علماء سے کہا:

''ہمارے مدرسے میں ایک نہایت ہی نوعمر طالبِ علم آیا ہے۔ اُس سے مَیں نے جو بھی سوال کیا وہ بلا تامّل فوراً جواب دے دیتا ہے۔ اِس عمر میں اُس کی ذکا اور عِلم و فضل پر مَیں حیران رہ گیا ہوں۔''(۹)

سِعرت کے علماء کے تیار کردہ اِمتحانات کے نتیجے میں مُلّا سعید کو بدیع اُلزمان کا لقب دیا گیا۔ حضرتِ بدیع اُلزمان پچپن سال کے بعد ایک خط میں اِس موضوع پر لکھتے ہیں:

''ہمارا متجسّس بھائی رفعت بے' تیسری صدی میں بدیعُ الزّمان ہمدانی کے فرائض اور تالیفات کے بارے میں معلومات چاہتا ہے۔ مَیں اُس ذات کے بارے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ غیر معمولی ذکا اور حافظے کے مالِک تھے۔

آج سے پچپن سال پہلے' میرے اساتذہ میں سے سِعرت کے مُلّا فتح اُللہ نے گزشتہ سعید کو اُس کے مُتشابہ قرار دیتے ہوئے اُسے اُس کا (یعنی بدیعُ الزّمان ہمدانی کا) نام دے دیا تھا۔'' اِس کے مطابق سب سے پہلے اُسے بدیع الزّمان کا لقب دینے والے سِعرت کے مُلّا فتح اُللہ آفندی تھے۔ یہ واقع بدیع الزّمان کی مشرقی بیازید میں تین ماہ تک جاری رہنے والی تعلیمی زندگی کے اختتام سے مُنطبق ہے۔

ت) درسی کتب

بدیع الزّمان نے تیرہ چودہ برس کی عمر میں ایک موسمِ سرما کے تین مہینوں کے اندر اندر جو کتابیں پڑھ لی تھیں وہ اُس زمانے میں مدرساتی اصولوں کے مطابق بڑے لمبے عرصے میں پڑھا کر ختم کرائی جاتی تھیں۔ اِن کتابوں کی تعداد' اِن کی شرح اور حاشیوں سمیت سو سے زیادہ تھی۔(۱۰) اِن کتابوں کا درسی کُتب کی شکل میں تبدیل کیا جانا بدیع الزّمان کی زندگی کے سب سے اہم واقعات میں شمار ہوتا ہے۔ اُس زمانے کے اصول کے مطابق طلباء' فہرست میں درج کتابیں

Marfat.com

ابتدا سے آخر تک لفظ بہ لفظ اپنے استاد سے سبق کے طور پر پڑھتے تھے۔ محض گرامر اور علوم الطرائق کی کتابوں کی تکمیل کے لیئے پندرہ سے بیس سال تک کا عرصہ درکار ہوتا تھا۔ یوں صاف ظاہر تھا کہ ایسی تعلیم بین الاقوامی دوڑ کے مقابلے میں مادّی اور معنوی میدانوں میں دور پیچھے رہ جانے والے عالمِ اِسلام کی ضروریات پوری نہیں کر سکتی تھی۔ اِس کے مقابلے میں بدیع الزّمان کے طریقۂ تعلیم کی بنیاد اِس بات پر تھی کہ طلباء ہر کتاب کے بنیادی حصّے کو مدرِّس کے چند اسباق کی مدد سے سمجھ لینے کے بعد باقی حصّے کو خود اپنی کوشش سے مکمل کریں۔ اس طرح ایک تو علم حاصل کرنے کی رفتار تیز ہو جائے گی اور دوسرے طلباء کا اپنے آپ پر اعتماد بڑھ جائے گا۔ اور پھر اس زمانے کے جدید تعلیمی نظاموں کا ہدف بھی تو یہی ہے۔ مُلّا سعید کا اپنی کم عمری میں ہی مدرّساتی طریقۂ تعلیم میں یہ جدیدیت لانا اس لحاظ سے قابلِ غور اور اہم موضوع ہے کہ یہ اُس کی حرکتِ احیاء کی طرف کیا جانے والا اِبتدائی اِشارہ ہے جس حرکت کے لیئے وہ بعد میں عمر بھر تگ و دو کرتا رہا۔ اُس میں نظر آنے والی یہ خریق العادہ حالت اُسے مُستقبل میں عطا کیئے جانے والے احسانات کی اُس زنجیر کی ایک کڑی تھی جو اُسے آئندہ اِمانت کے طور پر تفویض کیئے جانے والے ایک بہت بڑے مسئلے کی بنیاد تشکیل کرنے والی تھی۔

سِعرت میں رہائش کے دوران جب بدیع الزّمان ابھی اپنی عمر کے ایک ایسے حصّے میں تھا جسے بچپن کہا جا سکتا ہے' اُس میں پایا جانے والا علم اور فضیلت دوسرے درجے کے بعض اساتذہ اور طلباء کی رقابت کا باعث بن گئے۔ نوجوان' ناتجربہ کار طلباء کا ایک گروہ بدیع الزّمان کو علماً مسخّر کرنے میں ناکام ہو گیا تو اُنہوں نے اُسے لڑائی جھگڑے سے مغلوب کرنے کی تحریک چلا دی۔ لڑائی کے ایک واقع کی اطلاع عام ہوئی تو بھاگ کر مدرّسے پہنچنے والے کچھ لوگوں نے بدیع الزّمان کو بلوائیوں سے چھڑوا کر ایک کمرے میں لاکر چھوڑ دیا۔ بدیع الزّمان جو اِس معاملے میں عوام کی دخل اندازی کے خلاف تھے کمرے سے باہر آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ خواہ وہ رقیبوں

Marfat.com

کے ہاتھوں قتل ہی کیوں نہ کر دیئے جائیں وہ چاہتے ہیں کہ اہلِ علم کے کام میں جُہلا دخل نہ دیں۔ جھگڑے کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنے والے طلباء میں سے ایک طالبِ علم سے یوں گویا ہوئے:

''مجھے جان سے مار دو مگر علم کی عظمت کی حفاظت کرو!'' یہ کہہ کر اُنہوں نے منہ پھیر لیا۔ علم کی عظمت کو یوں بلند کرنے کا یہ پُر خلوص طرزِ عمل کارگر ثابت ہوا اور طلباء تتّر بتّر ہو گئے۔

اگرچہ سعرت کے ڈپٹی کمشنر نے بدیع الزّمان کی حفاظت کرنے اور اس حادثے کے ذمہ دار طلباء کو جلاوطن کیئے جانے کی بات کی اور اسے بُلوا بھیجا مگر بدیع الزّمان نے کہا:

''ہم طلباء ہیں۔ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے اور پھر صلح کر لیتے ہیں۔ چونکہ ہمارے پیشے سے منسلک نہ ہونے والے کسی فرد کا ہمارے کاموں میں دخل دینا موزوں نہیں ہے اِس لیئے میں آنے سے معذرت خواہ ہوں۔ غلطی میری ہے۔'' یہ کہہ کر فوجی سپاہی کو واپس بھیج دیا۔ اِس واقعے کے بعد مُلّا سعید نے ہمیشہ گھومتے پھرتے وقت مُسلّح رہنے کی عادت بنالی۔

سعرت سے روانہ ہو کر مُلّا سعید بتلس (Bitlis) کے راستے ایک مرتبہ پھر شیروان جا پہنچے۔ مدرّسے کے طلباء میں جذباتِ حیرت سے متاثر حمائتی پیدا کرنے کے علاوہ بہت سے مخالف طلباء بھی پیدا کر لیئے۔ خاص طور پر علمی مناظروں میں مات ہو جانے والوں میں سے بعض ظاہری اساتذہ اُسے لوگوں کی نگاہوں میں گرا کر حقیر ظاہر کرنے کے لیئے بھرپور کوشش سے کام لیتے رہے۔ ایک روز نہ جانے کن وجوہات کے باعث مُلّا سعید فجر کی نماز نہ ادا کر سکے۔ یہ خبر اُن کے دشمنوں تک پہنچی تو اُنہوں نے عوام میں یہ افواہ اُڑا دی کہ ''مُلّا سعید نے نماز ترک کر دی ہے۔'' جب مُلّا سعید سے پوچھا گیا کہ ''کیوں ہر شخص یہ بات کہہ رہا ہے؟'' تو اُنہوں نے جواب دیا:

''ہاں، کوئی بے بنیاد شے عالم میں جلد نہیں پھیلتی۔ غلطی میری ہے۔ مَیں اپنی عادت کے مطابق رات کے وقت ذکر نہ کر سکا اِس لیئے سزا کے طور پر انسانوں کی تنقید کا نشانہ بن رہا

Marfat.com

ہوں۔ اِنسانوں کی روح نے اِس حقیقت کو چھوتو لیا مگر اِس کو پوری طرح سمجھ نہ سکی۔ لہٰذا اُنہوں نے اِسے یہی نام دے دیا۔''

مُلّا سعید شیروان سے روانہ ہو کر سعرت سے مُنسلک قصبے تِلّو (Tillo) پہنچے۔ وہاں ایک مشہور مزار میں پناہ لی۔ وہاں اُنہوں نے یہ غیر معمولی کاروائی کی کہ ''قاموسِ اوقیانوس'' کو حرف 'س' تک ازبر کر لیا۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے کِس سوچ کی بنا پر قاموس کو حفظ کیا ہے تو بولے:

''قاموس میں درج ہے کہ ہر لفظ کے کتنے معنی ہیں۔ مَیں اِس کے برعکس ایک ایسی لغت تیار کرنا چاہتا ہوں جس میں یہ درج ہوگا کہ ہر معنی کے لیئے کِتنے الفاظ اِستعمال ہوتے ہیں۔''

اُن کا چھوٹا بھائی محمت اُن کی جائے رہائش پر کھانا لایا تو اُنہوں نے اُس کھانے کے ذرّات مزار کے اِرد گِرد کی چیونٹیوں کو ڈال دیئے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ ''کھانے کے ذرّات چیونٹیوں کو کیوں دے رہے ہو؟'' تو بولے:

''مَیں نے اِن میں معاشرتی حیات' تقسیمِ کار' اور اپنے کام میں مہارت دیکھی ہے۔ اِس لیئے اُن کی جمہوریت پرستی کے بدلے کے طور پر اُن کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔''

۴۔ جوانی کا زمانہ

ا۔ جزرے کا سفر

تِلّو میں قیام کے دوران ایک رات مُلّا سعید نے خواب میں شیخ عبدالقادر گیلانی کو دیکھا۔ شیخ نے خواہش ظاہر کی کہ وہ میران قبیلے کے رئیس مصطفیٰ پاشا کے پاس جائے' اُسے سیدھے راستے پر آنے کی تلقین کرے' اور اگر وہ ظلم سے باز آ کر نماز پڑھنا شروع نہیں کرتا تو اُسے قتل کر دے۔

اِس خواب کے بعد حرکت میں آنے والا مُلّا سعید سیدھا جزرے میں مقیم مصطفیٰ پاشا

Marfat.com

کے خیمے میں جا پہنچا۔ پاشا نے، جو صاحبِ علم لوگوں کو پسند نہیں کرتا تھا، مُلّا سعید سے آنے کا سبب پوچھا تو زندگی بھر ڈر سے نابلد مُلّا سعید نے کہا:

''یا تُو ظلم سے باز آ کر نماز ادا کرنی شروع کر دے گا اور یا پھر میں تجھے جان سے مار دوں گا!'' مُلّا سعید کے اس بے پرواہ طرزِ عمل کی وجہ سے غضبناک ہونے والے پاشا کو اِرد گرد کے افراد نے ٹھنڈا کیا۔

مُصطفیٰ پاشا اُن سے جان چھڑانے کے راستے تلاش کرنے لگا۔ چنانچہ اُس نے جزرے کے علماء اور مُلّا سعید کے درمیان ایک علمی مناظرے کا انتظام کیا اور کہا کہ اگر وہ اِن علماء کو شکست دے سکے گا تو یہ اُن کی باتیں مان لے گا۔ مُلّا سعید نے حسبِ عادت اُن علماء سے کوئی سوال نہ کیا، بلکہ اُن کے چالیس کے قریب سوالات کے دُرست جواب دے دیئے۔ اُنہوں نے ایک سوال کا جواب غلط دیا مگر دوسری طرف کے علماء کو اپنی بوکھلاہٹ کی وجہ سے اِس غلطی کا علم نہ ہو سکا۔ جب مقابلہ ختم ہو گیا تو مُلّا سعید کو غلط جواب یاد آیا اور اُنہوں نے اپنے پہلے جواب کی تصحیح کر دی۔ اِس پر مدِ مقابل اساتذہ نے کہا:

''اب تم نے ہمیں صحیح معنوں میں شکست دے دی ہے!''

اگرچہ مصطفیٰ پاشا نے ایک عرصے تک ظلم سے باز آ کر نماز پڑھنا شروع کر دی مگر یہ حالت زیادہ عرصہ جاری نہ رہی۔ اُن دونوں کے درمیان بڑی شدت کے بحث مباحثے ہوتے رہے۔ اِس اثناء میں مُلّا سعید سے اپنا تعلق ظاہر کرنے والے (پاشا کے بیٹے) عبدالکریم کی درخواست پر مُلّا سعید وہاں سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ (۱۱) جزرے سے پیدل چل کر مُلّا سعید ماردِن (Mardin) پہنچے تو یہاں اُنہیں دو طالبِ علم ملے جن میں سے ایک جمال الدین افغانی کے مسلک سے اور دوسرا سنوسی طریقت سے منسلک تھا۔ اِن کے ذریعے اُنہیں جمال الدین افغانی کے مسلک کے بارے میں بھی اور سُنوسی طریقت کے متعلق بھی معلومات حاصل

Marfat.com

ہوئیں۔

ماردِن میں قیام کے دوران اُنہوں نے حُرّیت پسند تحریک کی حمایت اِختیار کی جو اُس وقت تک اُس علاقے میں ابھی زیادہ نہیں پھیلی تھی۔ اُن کی بے پرواہ حرکات سے اُس زمانے کے ماردِن کے ڈپٹی کمشنر نادر بے پریشان ہونے لگے۔ اِس کے نتیجے میں اُن کے ہاتھ باندھ کر اُنہیں محافظوں کی پاسبانی میں بتلِس روانہ کر دیا گیا۔

راستے میں نماز کا وقت آیا تو اُس نے محافظوں سے اپنی ہتھکڑیاں کھولنے کو کہا تاکہ نماز ادا کر سکے۔ مگر اُس کی یہ درخواست رد کر دی گئی۔ بدیع الزّمان نے ہتھکڑیاں یوں کھول کر اُن کے آگے رکھ دیں جیسے کوئی رومال کھولا جاتا ہے۔ محافظوں نے اِسے اُس کی کرامت خیال کرتے ہوئے محوِ حیرت ہو کر اُس سے معافی مانگی اور کہا:

''ہم اب تک تو محافظ تھے مگر اِس کے بعد تمہارے ملازم ہونگے!''(۱۲)

بتلِس میں قیام کے دوران اُسے اطلاع ملی کہ گورنر عمر پاشا اور چند افسران شراب پینے میں مصروف ہیں تو اُس نے کہا، ''بتلِس جیسی ایک دیندار ریاست میں حکومت کی نمائندگی کرنے والے ایک شخص کا یہ طرزِ عمل مَیں برداشت نہیں کر سکتا!'' یہ کہتے ہوئے وہ شراب کی اُس محفل میں جا پہنچا۔ وہاں اُس نے پہلے تو شراب کے بارے میں ایک حدیث پڑھ کر سنائی، پھر اپنے ہتھیار پر ہاتھ رکھ کر خوب بُری بھلی سنائیں۔ مگر گورنر ایک پُختہ کار اور وطن دوست شخص ہونے کے باعث خاموش رہا۔ جب وہ وہاں سے رخصت ہو رہا تھا تو گورنر کے اےڈی کانگ نے نوجوان سعید سے کہا:

''یہ تم نے کیا کیا؟ تمہاری باتیں تمہاری پھانسی کا سبب بن سکتی ہیں!''

نوجوان سعید نے کہا:

''پھانسی کا خیال تو مجھے نہیں آیا البتہ میں نے قید یا ملک بدر کیئے جانے کا سوچ رکھا تھا۔ بہر حال، اگر ایک حرام کام کو دفع کرانے کے بدلے میں

Marfat.com

مجھے موت بھی آجائے تو کیا حرج ہے؟''

اِس واقعے کے ایک دو گھنٹے کے بعد گورنر نے اُسے بُلوا بھیجا۔ گورنر نے بڑی عزّت اور تعظیم کے ساتھ سعید کا اِستقبال کیا۔ اُس کا ہاتھ چُومنا چاہا۔ بڑی نوازش سے اُسے بیٹھنے کی جگہ دِکھائی اور کہا:

''ہر شخص کا ایک استاد ہوتا ہے' میرے استاد تم ہو!''

گورنر عمر پاشا نے محتملاً پہلے سے ہی مُلاّ سعید کی تعریف سنی ہوئی تھی۔ وہ اِس کی معاشرتی جُرات پر حیران ہو گیا۔ اُسے اپنے گھر لے گیا اور وہاں اُسے اپنے مہمان کی طرح رکھا۔ اُسے ایک علیحدہ کمرہ دیا اور کہا:

''اِس کمرے میں رہیں اور اپنی علمی سرگرمیاں جاری رکھیں!'' نوجوان سعید نے گورنر ہاؤس میں رہتے ہوئے اُن کتابوں کو تعلیمِ مدرّسہ کے اصول کے مطابق ازبر کرنا شروع کر دیا جن کے مندرجات وہ پہلے سے پڑھ کر سیکھ چکا تھا گورنر کی بیوی وفات پا چکی تھی مگر اُس کے گھر میں چھ جوان لڑکیاں موجود تھیں۔ اِن میں سے ایک لڑکی نے کسی کام کے لیئے نوجوان سعید کے کمرے میں داخل ہونا چاہا تو مُلاّ سعید نے حسبِ عادت اُسے بُرا بھلا کہہ کر وہاں سے بھگا دیا اور غصّے میں کمرے کا دروازہ زور سے بند کر دیا۔ لڑکی بڑی پریشانی کی حالت میں واپس لوٹ گئی۔

اُسی وقت بدیع الزّمان کے حاسد شر پسندوں میں سے ایک حاکم گورنر کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ:

''آپ اپنے گھر میں سعید کو کیسے اکیلا چھوڑ سکتے ہیں؟ آپ کی بیٹیاں جوان ہیں' بیوی کوئی نہیں ہے! سعید ایک نوجوان ہے۔ آپ کیسے ایسی بات پر راضی ہو سکتے ہیں؟''

گورنر صاحب شک و شبہے کی حالت میں شام کو جب گھر لوٹے تو اُن کی جس جوان

Marfat.com

لڑکی نے مُلّا سعید سے جھڑکیں سنی تھیں اُس نے روتے روتے اپنے والد کا استقبال کیا اور اُن سے شکایت کی:

''ابا جان' آپ نے اِس کمرے میں جس سعید کو چھوڑ رکھا ہے وہ پاگل ہے۔ ہمیں جھڑک کر اپنے کمرے میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔''

گورنر صاحب نے جب دیکھا کہ اُن کے کانوں میں پھونکی جانے والی باتوں کے بالکل برعکس مُلّا سعید تو عفّت اور ناموس کی ایک مثال ہیں وہ اُٹھے اور سیدھے سعید کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اُنہوں نے سعید سے کہا:

''ہر شخص کا ایک پیر ہے' اور میرے پیر تم ہو!'' یہ کہہ کر اُنہوں نے سعید کا ہاتھ چوما۔ یوں اُن کے دِل میں سعید کے لیئے جو عزّت اور کرم فرمائی کے جذبات تھے وہ پہلے سے بھی دُگنے ہو گئے۔

ب) بِتلِس (Bitlis) میں پڑھا جانے والا آخری سبق۔

بِتلِس میں قیام کے دوران مُلّا سعید ابھی اپنی جوانی کے اِبتدائی دور میں ہی تھے۔ چونکہ اُس زمانے تک اُن کا حاصل کردہ تمام عِلم اُن کے دِل میں پیدا ہونے والی آمد اور الہام کی نوعیت کا تھا اِس لیئے اُنہیں پڑھائی کے لیئے لمبی چوڑی محنت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اِس دور میں جوانی کے اثرات کے باعث' اور شاید اُن کے سیاسی خیالات کی وجہ سے اُن کے پرانے الہام اور آمد آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع ہو گئے۔ اِس پر اُنہوں نے تقریباً ہر فن کے متعلق کِتابوں کی گہری تحقیق شروع کر دی۔ خاص طور پر اِسلام کے بارے میں پیش کیئے جانے والے شکوک وشبہات کو رَد کرنے کے لیئے ''متائی'' اور ''مواقع'' جیسے کلام' تفسیر اور فقہ جیسے علومِ عالی کے بارے میں کِتابیں اور صرف ونحو اور منطق جیسے معاون علوم سے متعلقہ چالیس کے لگ بھگ کِتابیں دو سال کے عرصے میں ازبر کر لیں۔ ہر روز ایک حصّہ پڑھ کر اِن سب کتابوں کے

Marfat.com

حفظ کیئے ہوئے مندرجات کو تین ماہ کے اندر اندر دہراتے رہے۔

اِسی سلسلے میں اُنہوں نے حنفی فقہ کے متعلق مُلّا خُسرو کی کِتاب ''مِرقات'' بھی ازبر کر لی۔ یوں اِس فرقے کے بارے میں اُن کے علم میں خاصا اضافہ ہوگیا۔ اِسی عرصے میں اُنہوں نے روزانہ دو دو سیپارے پڑھ کر قرآن بھی حفظ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن دو طرح کے خیالات کے باعث اِس کام کو ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ قرآن کو تیز رفتاری سے پڑھنا اُس کی بے حُرمتی سمجھا جا سکتا تھا۔ دوسرے اُن کے دِل میں یہ بات آئی کہ قرآن کو لفظ بہ لفظ یاد کرنے سے بہتر ہے کہ اِس کے اندر درج حقائق پر زیادہ توجہ دی جائے۔

اِن نہایت مصروف دِنوں میں ایک جھوٹ گردِش کرنے لگ گیا کہ بِتلِس کے مشہور شیوُخ میں شمار ہونے والے محمد کُفروی نے اُنہیں بددعا دی ہے۔ وہ فوراً شیخ کی زیارت کے لیئے گئے۔ حضرتِ شیخ نے مُلّا سعید پر کرم فرمائی کی اور اُنہیں ذیل میں درج ازبر کیا ہوا سبق سِکھایا:

''حمد ہو اُس اللہ کی جس نے اپنی قدرت سے اشیاء کی مِقدار (پیمانے اور پروگرام) کا اندازہ لگا کر اُسے مقرر کیا اور اپنی حکمت سے اشیاء کی شکل و صورت مُتصوّر کی۔ اور صلوات (رحمت، فیض اور برکت) ہو اُس محمدؐ پر کہ جس نے دیوانِ پیغمبری کے دائرے کے عین مرکز میں جگہ پائی۔۔۔ اور اُن کی آل اور صحابہء کرام پر بھی صلوات ہو جو فیّاضی اور جرائت کی مِثال تھے۔ سلام ہو اُن سب پر اُس وقت تک جب تک ستارے آسمان پر گردِش کرتے رہیں گے، جب تک بادل کُرہء ارض کے چاروں طرف گھومتے رہیں گے۔۔۔''

بدیع اُلزّمان نے اُن کے ساتھ اپنے تعلق کو یوں بیان کیا ہے: ''میرے سِلسلہء عِلم کے دوران مجھے سب سے آخری اور سب سے مبارک درس دینے والے، اور مجھ پر حد سے زیادہ شفقت کرنے والے حضرتِ شیخ محمد کُفروی (قدّس سِرّہٗ) ہیں۔'' (۱۳) اِنہی دِنوں میں بدیع اُلزّمان اپنے اِس مبارک استاد کو ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ ایک رات اُنہوں نے حضرتِ شیخ محمد کُفروی

Marfat.com

کو خواب میں دیکھا۔ اُنہوں نے بدیع الزّمان سے کہا:

''مُلّا سعید! آؤ، میری زیارت کو آؤ۔ مَیں جانے والا ہوں۔'' اِس پر وہ فوراً شیخ کے گھر پہنچے۔ شیخ کو اُڑ کر جاتے ہوئے دیکھا اور پھر اُن کی آنکھ کھُل گئی۔ گھڑی پر نظر ڈالی تو رات کافی گزر چکی تھی۔ وہ پھر لیٹ گئے۔ صبح سویرے اُنہیں شیخ کے گھر سے ماتم کی آوازیں سُنائی دیں۔ شیخ کُفروی اُسی رات کے آخری پہر میں وفات پا چکے تھے۔

مُلّا سعید، شیخ محمد کُفروی کے عِلاوہ مشرق کے بڑے بڑے عُلماء اور مشائخ میں شمار ہونے والے سیّد نُور محمت، شیخ عبدالرحمٰن طاغی، اور شیخ فہیم اروای جیسی ہستیوں میں سے ہر ایک سے الگ الگ درس لے کر فیضیاب ہو چکے ہیں۔ اِن کے عِلاوہ اُنہیں شیخ امین آفندی، مُلّا فتح اُللّٰہ اور شیخ فتح اُللّٰہ آفندی سے بھی بڑی محبت ہے۔

۵۔ وان (Van) میں زندگی

بدیع اُلزّمان کی شہرت سن کر وان کے گورنر حسن پاشا نے اُنہیں وان آنے کی دعوت دی۔ اِس دعوت پر وان جانے والے مُلّا سعید تقریباً پندرہ سال وان میں مقیم رہے۔ یہاں وہ ایک طرف تو نئے فنون کے بارے میں عِلم حاصل کرتے رہے اور دوسری طرف مدارِس اور قبائل کی اصلاح کے لیئے کام کرتے رہے۔

وان میں قیام کے دوران گورنر سے اور سائنس کے مضامین سے واقف افسران سے بحث مباحثے کے نتیجے میں اُنہوں نے نہایت قریب سے دیکھا کہ پُرانی طرز کا علم الکلام دینِ اِسلام کے بارے میں اُٹھائے جانے والے شکوک و شُبہات کے جواب دینے کے لیئے ناکافی رہے گا۔ چنانچہ اُنہوں نے بڑے ذوق و شوق سے سائنس کے مضامین کی تحقیق شروع کر دی اور تھوڑے ہی عرصے میں تاریخ، جغرافیہ، حساب، جیالوجی، فزکس، کیمسٹری، عِلم اُلنجوم اور فلسفے جیسے مضامین کا بنیادی عِلم بھی حاصل کر لیا۔

Marfat.com

گورنر حسن پاشا کے وان سے تبادلے کے بعد اُن کی جگہ پر تعین ہونے والے طاہر پاشا نے بھی بدیع الزّمان کے ساتھ حد درجے باعزت سلوک کیا۔طاہر پاشا کا یورپ کے اخبارات سے باخبر رہنا اور گورنر ہاؤس کو علمی مباحثوں کے لیئے کھلا رکھنا بدیع الزّمان کی نشوونما اور اُن کے ہدف کو وسعت دینے میں مددگار ثابت ہوا۔

پاشا جو کہ یورپی اہلِ علم اور فلسفیوں کی کتابیں پڑھتا تھا وہ بدیع الزّمان سے مشکل مشکل علمی اور فلسفی سوالات پوچھتا تھا۔ایک روز طاہر پاشا کے پاس اِس قسم کی کتابیں دیکھ کر بدیع الزّمان کو پتہ چل گیا کہ پاشا کے سوالات کا منبع کیا ہے۔چنانچہ اُنہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں اُن کتابوں کا مطالعہ کر کے اُن کے اہم حصّوں کو ازبر کر لیا۔

بدیع الزّمان نے بتلس میں قیام کے دوران چالیس کے لگ بھگ متنی کتابیں حفظ کر لی تھیں۔وان میں گزاری ہوئی زندگی کے دوران اِن کتابوں کے لاحقے کے طور پر مزید پچاس کتابیں ازبر کر لیں۔اِن میں سائنس، فلسفہ، تاریخ اور ادب کی کتابیں شامل تھیں۔

اِس زمانے کے متعلق اُن کے بھائی مُلّا عبدالمجید کی یادوں پر مشتمل کتاب میں مندرجہ ذیل نوٹ درج ہیں:

''مدرسہ ہو یا مکتب، دونوں کی علوم وفنون کی جن کتابوں کے متن حفظ کر لیئے گئے تھے، ضروری تھا کہ آئندہ اُنہیں ہمیشہ اپنے حافظے سے ہی پڑھا جائے، تا کہ حفظ کی ہوئی وہ کتابیں بھول نہ جائیں۔ان کی حفظ کی ہوئی کتابوں کے متن کی مجموعی ضخامت تیس قرآنوں جتنی تھی۔(۱۴) بدیع الزّمان کی ابتدائی زندگی جس میں اُنہوں نے اکثر اپنی فوق العادۃ اہلیتوں کا مظاہرہ کیا تھا، دراصل اُن کی مُستقبل کی زندگی کے لیئے تیاری کا دور تھی کہ جس زندگی میں قادرِ اِلٰہی کی ترغیب پر اُن کے ہاتھوں ایک اہم معجزہ رونما ہونے والا تھا۔جی ہاں، ایک ایسا وقت آنے والا تھا کہ جس میں اُن کو ایک کتاب بھی ہاتھ میں رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔اللہ

Marfat.com

جلِّ جلالہٗ نے اُنہیں ایسی استعداد عطا کی تھی کہ اُنہوں نے اپنے ساتھ کتابیں اُٹھائے پھرنے سے نجات حاصل کر لی:

"مَیں جب اپنی جوانی میں وان میں گورنر طاہر پاشا کے محل میں مقیم تھا تو اُنہوں نے مجھے ایک الگ کمرہ دے رکھا تھا۔ مَیں اُس کمرے میں رہتا تھا۔ ہر رات سونے سے پہلے ڈھائی گھنٹے اپنی حفظ کی ہوئی کتابوں کو دہراتا رہتا تھا۔ اُس وقت تک مَیں حقیقتاً نوّے کتابیں حفظ کر چکا تھا۔ ہر رات حفظ کی ہوئی کتابوں کو ڈھائی تین گھنٹے تک دُہرانے سے تین مہینوں میں ایک مرتبہ ان سب کتابوں کو دُہرا لیتا تھا۔ میرے بھائیو! جنابِ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری حفظ کی ہوئی وہ تمام کتابیں قرآنِ کریم کے حقائق تک پہنچنے کی سیڑھی کا قدم ثابت ہوئیں۔ اُس کے بعد مَیں نے قرآن کی حقیقتوں کو پالیا اور دیکھا کہ: قرآن کی ہر آیت نے کائنات کو گھیر رکھا ہے۔ اُس کے بعد مجھے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ رہی۔ میرے لیئے قرآن ہی کافی رہا۔۔۔"

بدیع اُلزّ مان جب راتوں کو اپنے حافظے میں محفوظ کتابوں کو دُہرا رہے ہوتے تو گورنر طاہر پاشا سمجھتا کہ وہ ذکر و ورد میں مصروف ہیں۔

ا۔ وان میں ان کی تعلیمی سرگرمیاں

وان میں قیام کے دوران بدیع اُلزّ مان زیادہ تر مُلّا سعید اُلمشہور کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ وہ وان کے قرب و جوار کے دیہات اور قصبوں میں علمی مجالس کا انتظام کرتے اور مُشکل موضوعات پر مباحثے بھی ترتیب دیتے رہتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ مختلف قبائل کے مابین دُشمنیوں کے واقعات میں مداخلت کر کے صلح و صفائی کروا دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ارتُوشی قبیلے کی گَراوی برانچ کے سردار شکر آغا اور میران قبیلے کے سردار مصطفٰی پاشا کے درمیان ہونے والے دائمی جھگڑوں میں بھی اُنہوں نے مداخلت کر کے صلح کرا دی؛ حالانکہ اِس سے پہلے سرکاری

Marfat.com

گورنر بھی اُن کے درمیان صُلح کرانے سے عاجز آ چکے تھے۔

جن دِنوں وہ اِن دو سرداروں کے درمیان صُلح کرا رہے تھے اُنہی دِنوں میں اُنہوں نے غصّے میں مصطفیٰ پاشا سے کہا تھا: ''تم نے ابھی بھی توبہ نہیں کی؟'' اِس پر پاشا نے کہا تھا:

''سیّدا' آپ جو کہتے ہیں مَیں آپ کے اُن الفاظ سے باہر نہیں جاؤں گا۔'' اور ساتھ ہی وہ صُلح پر راضی ہو گیا تھا۔

صُلح کی رسموں کے بعد مصطفیٰ پاشا نے بدیع الزّمان کو کچھ رقم اور ایک گھوڑا پیش کرنا چاہا' مگر بدیع الزّمان نے کہا: ''کیا تم نے سُنا نہیں کہ مَیں نے آج تک کِسی سے کوئی رقم وصول نہیں کی؟ اور پھر خاص طور پر تم جیسے ظالم انسان سے مَیں پیسہ کیسے لے سکتا ہوں؟ غالباً تم نے اپنی قسم توڑ دی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو تم جزرے تک صحیح سلامت نہیں پہنچ سکو گے!'' یہ کہتے ہوئے اُنہوں نے پاشا کی پیشکش رد کر دی۔ اور حقیقت میں بھی مصطفیٰ پاشا جزرے واپس جاتے ہوئے راستے میں ہی قتل ہو گیا۔

وان میں گزارے ہوئے پندرہ سال کے عرصے میں بدیع الزّمان دنیائے اسلام کے ترقّی یافتہ نہ ہونے کے اسباب پر گہری تحقیق میں مصروف رہے۔ اُن کا خیال تھا کہ اِن مسائل میں سے اکثر تعلیمی نظام میں بنیادی تبدیلیوں کے ذریعے حل کیئے جا سکتے ہیں۔ وان اور بتلس دونوں جگہوں میں جامعۃ الازہر سے مِلتا جُلتا مدرسہ' جسے وہ ''مدرسۃ الزہرا'' کا نام دینے کا سوچ رہے تھے' کھولنے سے' اور اِن مدارس میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم کی تعلیم دِیئے جانے سے اُن مسائل کے حل کی راہ نکل سکتی تھی۔ اِس نظریئے کا تجربہ اُنہوں نے گورنر حسن پاشا کے دور میں شروع کیا۔

اُنہوں نے مشرق کے مشہور اساتذہ اور ذہین طلباء کو وان کے مرکز میں اکٹھا کروایا' اُن کی رہائش' خوراک اور دیگر مختلف قسم کے اخراجات ایک وقف کی طرف سے ادا کیئے

Marfat.com

گئے۔علاوہ ازیں چار طلباء کو وظائف دے کر ایک مدرسہ کھولا گیا۔ یہاں علمِ ہندسہ' حساب' الجبرا' فزکس' تاریخ اور جغرافیہ جیسے اہم مضامین کے ساتھ ساتھ دینی مضامین وہ بذاتِ خود پڑھاتے تھے۔اِس طرح چھ سات ماہ تدریس کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔مگر پھر بعض حاسد اساتذہ کے باعث یہ سلسلہ جاری نہ رکھا جاسکا۔(۱۵)

ایک روز وان قلعے کے اوپر واقع مدرّسے کو جاتے ہوئے اُنہیں ایک عجیب نوعیت کا حادثہ پیش آیا۔ بعد کے سالوں میں اُنہوں نے اِس حادثے کے بارے میں لکھا: ''میرے جو طلباء اب تک حیات ہیں وہ جانتے ہیں کہ ۱۳۱۴' ۱۳۱۵' اور ۱۳۱۶ میں وان کا قلعہ دو مینار کی اونچائی پر ایک یک پارہ پتھر پر مشتمل تھا۔پُرانے زمانے کی ایک غار کے دہانے کے قریب سے گزر کر اُس کے دروازے تک پہنچا جاتا تھا۔میرے جوتے پھسلے۔میرے دونوں پاؤں ایک ساتھ پھسل گئے۔یہ سو فی صد خطرہ ہی خطرہ تھا۔اور کوئی ایسی شے قریب نہ تھی جس کا سہارا لے کر میں سنبھل سکتا۔چنانچہ تین میٹر قطر کی قوس جتنا چکر کھاتا اُس غار کے منہ پر جا گرا۔اِس پر مَیں نے اور وہاں موجود میرے دوستوں نے میرے موت سے بچ جانے کو محض حفظِ الٰہی' ایک غیر معمولی امدادِ غائبانہ قرار دیا۔۔۔''(۱۶)

بدیع الزّمان کے پاؤں پھسلنے پر اُن کے ہوا میں قوس بناتے ہوئے غار میں جا گرنے کی کوئی وجہ نہیں بتائی جاسکتی۔اُس لمحے اُن کے ہمراہ جو طلباء تھے اُنہوں نے اپنے استاد کو چلّا کر صرف یہ کہتے ہوئے سنا ''ہائے افسوس' میرا دعویٰ۔'' اللہ عزّ وجل نے اُنہیں اِس مرتبہ بھی بچالیا تھا۔

ب)۔ ایک انقلابِ نَو

بدیع الزّمان کے لیئے وان میں گزاری ہوئی زندگی بڑی بابرکت ثابت ہوئی۔اس دوران اُن کا دیکھا ہوا ایک خواب اور طاہر پاشا کی وساطت سے وصول کی ہوئی ایک خبر نے اُن کی

Marfat.com

دنیا میں ایک طوفان کھڑا کر دیا جو ایک اہم فکری انقلاب پر منتج ہوا۔ اُنہوں نے جو خواب دیکھا تھا اُس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''گزشتہ جنگِ عظیم سے پہلے ایک سچّے خواب میں دیکھتا ہوں کہ مَیں ارارات (ARARAT) نامی مشہور پہاڑ آغری (AGRI) کے دامن میں کھڑا ہوں۔ اچانک وہ پہاڑ ایک دہشت ناک دھماکے سے پھٹ گیا۔ پہاڑ کے ایک ایک پہاڑ جتنے ٹکڑے ساری دنیا میں ہر طرف پھیل گئے۔ دحشت کے اِس ماحول میں مَیں نے دیکھا کہ میری مرحوم والدہ میرے بازو میں کھڑی ہیں۔ مَیں نے اِن سے کہا: ''امّاں ڈرو نہیں! جنابِ حق تعالیٰ کا حکم ہے۔ وہ رحیم ہے اور حکیم ہے۔'' مَیں ابھی اِسی حالت میں تھا کہ اچانک ایک اہم شخصیت حکم دینے کے انداز میں مُجھے کہتی ہے: ''قرآن کے معجزہ ہونے کو بیان کرو۔'' پھر میں جاگ اُٹھا اور سمجھ گیا کہ ایک بہت بڑا دھماکہ ہوگا۔ اس دھماکے اور انقلاب کے بعد قرآن کے اِرد گرد اُٹھائی گئی دیواریں گر جائیں گی۔ قرآن بلا واسطہ اپنا دفاع خود کرے گا۔ قرآن پر حملہ ہوگا اور اُس کا ایک معجزہ ہونا ہی اُس کے لیئے ایک فولادی ڈھال کا کام دے گا۔ اور اِس قسم کے معجزے کی اِس زمانے میں تفصیل بیان کرنا میری استعداد سے باہر ہونے کی وجہ سے مُجھ جیسا کوئی آدمی اِس کا امیدوار ہوگا' اور یوں مَیں سمجھ گیا کہ مَیں ہی اِس کے لیئے نامزد کیا جاؤں گا۔''

اِس خواب کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک روز طاہر پاشا نے اُنہیں اخبار کی ایک دہشتناک خبر دِکھائی:

برطانوی پارلیمنٹ میں وزیرِ نَو آبادیات گلیڈ سٹون (William Gladstone) نے اپنی ایک تقریر میں قرآن دِکھاتے ہوئے کہا:

''جب تک یہ قرآن مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے ہم اُن پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ ہمیں چاہیئے کہ جس طرح بھی ہو' یہ قرآن اُن کے ہاتھوں سے چھین لیں' اور یا پھر مسلمانوں کو اِس قرآن

Marfat.com

سے لاتعلق بنادیں۔"

اِس خبر کا اُن پر نا قابلِ بیان اثر ہوا۔ بدیع الزّمان جن کی استعداد آسمانی بجلی کی طرح شعلہ انگیز تھی؛ جن کے احساسات اور لطائف بیدار تھے۔ جو علم وعرفان' اخلاص' جسارت اور عنایت جیسی شاندار خوبیوں کے مالک تھے' یہ خبر پڑھ کر بولے:

"مَیں دنیا پر ثابت کر دوں گا' دنیا کو دِکھا دوں گا کہ قرآن ایک معنوی سورج ہے جو نہ بُجھ سکتا ہے اور نہ ہی بُجھایا جا سکتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ حرکت میں آ گئے۔ اب وہ اپنی ساری توجہ قرآن کے ایک معجزہ ہونے کو ثابت کرنے اور کافروں کے منہ پوری طرح بند کر دینے پر صرف کرنے لگے۔ اُس تاریخ کے بعد اُنہوں نے اپنی فکری استقامت کے بارے میں یہ نوٹ لکھا:

"جب اُنہوں نے سنا کہ یورپ قرآن کے خلاف سازش کی تیاریاں کر رہا ہے تو اُس کے بعد یکا یک قرآن کی اِس آیت 'فَاَعرِض عَنھُم' (یعنی اُن سے منہ پھیر لو) کو اور اس کے فرمان کو صحیح معنوں میں سنتے ہوئے ایک فکری انقلاب نے اُن کی سوچ اور اُن کی دلچسپیوں کو یکسر تبدیل کر دیا۔ اُنہوں نے اپنے سیکھے ہوئے تمام علوم کو قرآن کو سمجھنے اور اُس کی حقیقتوں کو ثابت کرنے کے لیئے ایک سیڑھی بنا لیا۔ اب آخرِ کار اُن کا واحد ہدف' علمی مقصد اور زندگی کا نچوڑ صرف اور صرف قرآن تھا۔ اور قرآن کا ایک معجزہ ہونا ہی اُن کا رہبر تھا' اُن کا مرشد اور استاد تھا۔"

۶۔ اِستنبول میں بدیع الزّمان کے اِبتدائی ایاّم

بدیع الزّمان کی روح میں بیدار ہونے والے اِس جوش و جذبے کے زیرِ اثر اُنہوں نے اپنے نئے مدرسے مدرسۃ الزہرا (جس کے بارے میں وہ وقتاً فوقتاً سوچتے رہا کرتے تھے) کی تعمیر کے لیئے استنبول جانے کا فیصلہ کیا۔ اِس سلسلے میں اُنہوں نے اپنے قریبی دوست طاہر پاشا سے بھی مشورہ کیا۔ اِس معاملے میں ہمیشہ مدد دینے والے طاہر پاشا نے سلطان عبدالحمید کے نام ایک سفارشی خط کے ہمراہ اُنہیں پایۂ تخت کے لیئے رخصت کیا۔ اِس خط پر ۳ تشرینِ ثانی رومی ۱۶/

Marfat.com

نومبر ۱۹۰۷ میلادی تاریخ درج تھی۔ سفارتکاری کے مُروجہ نہایت شائستہ اُسلوب میں تحریر کردہ خط کو جدید تُرکی رسم اُلخط میں لکھا جائے تو اُس کی عبارت یہ تھی:

''مشرقی اناطولیہ کے عُلماء میں اپنی غیر معمولی ذہانت کے باعث شُہرت یافتہ شخصیت مُلاّ سعید آفندی اپنے علاج کی غرض سے حضرتِ خلیفہ کی شفقت اور مرحمت بے بال وپر کی پناہ میں حضورِ عالی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیئے روانہ ہو چکا ہے۔

ذاتِ متذکرہ اِس علاقے میں علمی لحاظ سے مقامِ مراجعت ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ایک طالبِ علم شُمار کرتے ہوئے اساتذہ کا مخصوص لباس پہننا پسند نہیں کرتے۔ وہ ہمارے لیئے نعمت کا سب سے بڑا سبب ہیں اور حضورِ والا کے لیئے صِدق اور خلوص کے ساتھ دعائیں کرنے کے باوجود پیدائش سے ہی مؤدب اور قانع انسان ہیں۔ میری عاجزانہ رائے کے مطابق آج تک استنبول پہنچنے والے تمام خوش نصیب علماء میں سے اعلیٰ اخلاق کے نقطہءِ نظر سے' اور صاحبِ سلطنتِ خلافت حضورِ والا سے دِلی تعلق کے لحاظ سے انعام واکرام سے نوازے جانے کی سب سے زیادہ حقدار اِس دیندار انسان کی ذات ہے۔ مَیں نے یہ عرض کرنے کی جسارت کی ہے کہ اگر علاج معالجے کے لیئے اِس کی مدد کی جائے اور یہ آپ کے خاص اِلتفات سے نائل ہو جائے تو ہمارے مشرقی اناطولیہ کے طلباء کے لیئے حضرتِ بادشاہ کے نہایت بُلند اِلتفات کے طور پر ابد تک ایک نا قابل فراموش یاد چھوڑ جائے گا۔ اِس موضوع پر اور ہر صورتِ حال میں آخری فرمان اور حکم حضورِ عالی ہی کو حاصل ہے۔''

بدیع الزّمان تو اپنے اصل مقصد یعنی مدرسۃُ الزہرہ کے قیام کے لیئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ وہ جہالت کو دنیائے اسلام کے سنگین ترین مسئلوں میں شُمار کرتے تھے۔ اُن کے خیال میں اِس کا واحد علاج ایسے مدارس تھے جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم بھی پڑھائے جائیں۔ وہ ہر موقع پر اسی بات کو دہراتے رہتے تھے۔ استنبول آتے ہوئے بھی وہ جتنے

Marfat.com

مدرسّوں میں گئے اسی سوچ کو بر زبان لاتے رہے۔ دورانِ سفر جن سکولوں میں گئے اِن میں سے ایک سکول کا ایک طالب علم اِن کی آمد کو یوں بیان کرتا ہے:

''ایک روز ہمارے سکول میں بیس سال کی عمر کا گندمی رنگ کا ایک نوجوان آیا جس نے پاؤں میں بڑے بوٹ پہنے ہوئے تھے' سر پر ریشمی رومال باندھا ہوا تھا' اور جس کی کمر سے خنجر لٹک رہا تھا۔ ہمارا استاد فوراً اُٹھ کھڑا ہوا:

''آؤ بھئی مُلّا سعید آفندی'' کہتے ہوئے اُسے بیٹھنے کی جگہ پیش کی۔ وہ اُس شخص میں بڑی دلچسپی لے رہے تھے اور اُس کی بڑی عزّت کر رہے تھے۔ بات چیت کے دوران اُن سے استنبول جانے کا مقصد دریافت کیا گیا تو بولے:

''مَیں اناطولیہ میں گھوم پھر رہا ہوں۔ ملک کی صورتِ احوال کا نزدیک سے جائزہ لے رہا ہوں۔ اِستنبول جا کر بادشاہ سے ملاقات کروں گا۔ نئے مکاتب میں دینی علوم' اور مدرسّوں میں سائنسی علوم پڑھائے جانے کا مشورہ دوں گا۔''

''اچھا تو کیا حاصل ہوگا ان سے؟''

مُلّا سعید نے جواب دیا:

''اِس طریقے سے تعلیم دی گئی تو مکتبوں میں پڑھنے والے بے دین ہونے سے' اور مدرسّوں کے طلباء تعصب سے (یعنی اندھوں کی طرح اندھوں کی پیروی کرنے سے) نجات پالیں گے۔''

جب وہ پہلی دفعہ استنبول آئے تو مشرقی اناطولیہ میں تعلیم کی سطح کی طرف توجہ مبذول کرانے' اور اِس ذریعے سے اپنے مجوزہ مدرسّے کے لیئے مدد حاصل کرنے کے لیئے اُنہوں نے اپنے لباس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اپنے علاقائی لباس میں ہی جہاں جاتے وہاں اپنے آپ کو

Marfat.com

نمایاں کرنے میں دیر نہ کرتے۔ اپنی پہلی ہی فرصت میں اُنہوں نے مدرسۃُ الزہرہ کے لیئے وزیرِ اعظم کے دفتر کو ایک درخواست دی:

''تمدن اور ترقی کی موجودہ دوڑ میں تمام قبائل کے آپس میں مِل کر حصّہ لینے کی غرض سے حکومت نے جو مشرقی اناطولیہ کے گاؤں اور قصبوں میں سکول کھولنے کی اِبتداء کی ہے اِسے بڑی خوشی سے سراہا جا رہا ہے۔ مگر اِن سکولوں سے صرف ترکی جاننے والے بچّے ہی استفادہ کر رہے ہیں۔ ترکی زبان سے ناواقف بچّوں کے لیئے یہ سکول محض ایک عجائب گھر کی سی نوعیت رکھتے ہیں۔ چونکہ اِن سکولوں کے اساتذہ مقامی زبان سے ناآشنا ہیں اِس لیئے یہ بچّے علم حاصل کرنے سے محروم رہ رہے ہیں۔

یہ صورتِ حال وحشانہ پن اور ابتری کو' اور اِسی وجہ سے مغرب کی پھوٹ ڈالنے والی سوچ کو دعوت دیتی ہے۔ اور پھر عوام بھی جہالت اور وحشیانہ زندگی کے زمانے کی علمی سطح کے لحاظ سے اوہام اور شکوک کا شکار بن جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو عرصہِ دراز سے ہر لحاظ سے کُرد عوام سے پیچھے رہتے چلے آئے ہیں اب اُن کی جگہ پُر کر کے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ وطن اور اسلام کے مستقبل کے بارے میں سوچنے والوں کو یہ صورتِ حال مزید سوچنے پر مجبور کر رہی ہے۔۔۔ اور جو صاحبِ عقل لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ صورتِ حال مستقبل میں کُردوں کے لیئے ایک خوفناک دھچکہ ثابت ہوگی' اُن کے دِل تڑپتے رہتے ہیں۔''

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد بدیع اُلزّمان نے اِس کا علاج یہ تجویز کیا کہ مشرقی اناطولیہ کے تین علیحدہ علیحدہ علاقوں میں نئے سکول کھولے جائیں۔

''نئے سکول کھولنے سے علم کی بنیاد رکھی جائے گی۔ اِس بنیاد سے اتفاق اور اتحاد پیدا ہوگا جو حکومت کو ایک بہت بڑی قوت مہیا کرے گا جو اندرونی ابتری کے باعث تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ یہ قوم (یعنی کُرد) جو اِس لائق ہے کہ اُس کے ساتھ انصاف کیا جائے اور جس میں تہذیب و

Marfat.com

تمدن کی طرف بڑھنے کی صلاحیت موجود ہے' بیرونی دشمنوں کے خلاف اِستعمال کی جا سکے۔ یوں اُن کی پیدائشی صفات اور قدر و قیمت سامنے آ جائیں گی۔''

غیر معمولی ذہانت کے انسانوں کا ماضی' حال اور مستقبل کے بارے میں ایک ہی طرح سوچنا اور انہیں ایک ہی طرح سمجھنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ آج سے ایک صدی پیشتر تحریر کردہ اِس درخواست میں جو پیش بینیاں کی گئی تھیں اور جو وارننگ دی گئی تھی وہ حقیقت کے کس قدر قریب ثابت ہو رہی ہیں۔ مسئلے کے حل کے لیئے جو راہیں تجویز کی گئی تھیں وہ کتنی جاندار تھیں اور کتنے خلوص سے پیش کی گئی تھیں۔

۱) شکر جی سرائے میں ایک غیر معمولی اِعلان

بدیع الزّمان چاہتا تھا کہ بادشاہ' حکومت' علماء اور مکاتب والوں کی توجہ مشرق میں جاری علمی سرگرمیوں کی طرف مبذول کرائے۔ اِس کے لیئے اُس نے شکر جی سرائے میں ایک کمرہ لیا اور تمام علماء' طلباء' سیاستدانوں اور فوجیوں کو ایک علمی مناظرے کے لیئے دعوت دی۔

اُنہوں نے اپنے کمرے کے دروازے پر ایک اِس طرح کا اعلان لٹکا رکھا تھا:

''مکتبوں اور مدرسوں کے متعلقین' فلاسفر' بے دین اور دیندار' تمام لوگوں میں سے جو چاہے مُجھ سے سوال پوچھ سکتا ہے۔ خواہ وہ سوال کسی بھی علم یا فن کے متعلق کیوں نہ ہو۔ آپ کی طرف سے سوال' میری طرف سے جواب۔۔۔ مگر مَیں کِسی سے سوال نہیں پوچھوں گا۔''

اِس عجیب اعلان کے باعث بدیع الزّمان پر اِستنبول کے علماء اور طلباء کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ وہ کسی بھی سوال کو بغیر جواب دیئے جانے نہیں دیتے تھے۔

سوال و جواب کے اِن ایاّم میں ایک روز آیا صوفیہ کے قریب ایک چائے کی دکان میں اُستاد کی ملاقات شیخ بخید سے ہو گئی۔ آزادی کے پہلے سال اِستنبول میں جامعۃ الازہر کے رئیس العلماء حضرت شیخ بخید نے پرانے سعید سے پوچھا:

Marfat.com

''حکومتِ عثمانیہ کے دور میں آزادی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو اور یورپ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟''

اُس وقت پرانے سعید نے کہا: ''یورپ حکومتِ عثمانیہ کے پیٹ میں ہے۔ یہ یورپ کی طرز کی ایک حکومت کو جنم دے گی۔ اُدھر یورپ کے پیٹ میں اسلام پرورش پا رہا ہے۔ یورپ اسلامی طرز کی حکومت کو جنم دے گا۔''

اِس پر اُن علامہ صاحب نے فرمایا: ''مَیں بھی اِس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔'' پھر اُنہوں نے اپنے ساتھی اساتذہ سے کہا: ''مَیں اِس شخص کے ساتھ مناظرہ کر کے اِسے مغلوب نہیں کر سکتا۔''

پہلی پیدائش تو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے۔ ایک ربع صدی میں ہم یورپ سے زیادہ دِین سے دور ہو چکے ہیں۔

دوسری پیدائش بھی انشاء اللہ بیس تیس سال بعد ظہور پذیر ہو گی۔ بہت سی علامتوں سے ظاہر ہے کہ یورپ کے مشرق اور مغرب دونوں میں اسلامی ریاست پیدا ہو جائے گی۔ (۱۷)

بدیع الزّمان کے خیال میں اُن کی جوانی کے سالوں کے دوران اُن کے اختیار میں نہ ہوتے ہوئے بھی جس قسم کے کام اُن کے ہاتھوں انجام پاتے رہے، وہ سب نوازشاتِ اِلٰہی تھیں جن کا مقصد اُنہیں اُن بڑے بڑے کاموں کے لیئے تیار کرنا تھا جو اُنہوں نے مستقبل میں سر انجام دینے تھے۔ ''مَیں خود اپنی ساری زندگی کے غیر معمولی واقعات والے حصّے کو پہلے تو غوثِ اعظم کی کرامات کا ایک سلسلہ سمجھتا تھا مگر اب ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ دراصل رسالۂ نُور کا ایک سلسلۂ کرامات ہے۔''

آزادی سے پہلے استنبول آتے ہوئے راستے میں علم الکلام کے متعلق ایک دو کتابیں

Marfat.com

میرے ہاتھ لگیں۔مَیں نے اُن کا غور سے مطالعہ کیا۔ اِستنبول پہنچنے کے بعد مَیں نے علماء اور مکاتب کے اساتذہ کو بھی ایک مناظرے کے لیئے یہ اعلان کر کے بلایا کہ جو کوئی جو سوال مجھ سے کرنا چاہے کر لے۔ اِس مناظرے کے لیئے میرے پاس کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ یہ بات باعثِ حیرت ہے کہ اِس مناظرے میں آنے والوں کے پوچھے گئے تمام سوال اُن مسائل کے متعلق تھے جو مَیں نے استنبول آتے ہوئے راستے میں مطالعہ کر کے ذہن میں بٹھا لیئے تھے۔

اِسی طرح فلسفیوں نے جو سوال مُجھ سے پوچھے تھے وہ بھی اُن مسئلوں کے بارے میں تھے جو میرے حافظے میں تھے۔ اب سمجھ آئی ہے کہ میری وہ غیر معمولی کامیابی' میرا اپنی حد سے بڑھ کر اپنے آپ کے دِکھلاوے کا رجحان' اور بے معنی طور پر اپنی فضیلت کا اظہار' دراصل مستقبل میں رسالۂ نُور کے اِستنبول میں اور علماء کی طرف سے قبول کیئے جانے اور اُس کی اہمیت کی طرف اُن کے متوجہ ہونے کے لیئے زمین ہموار کرنے کا مرحلہ تھا۔''

ب) دو ملکتی مصیبتوں میں سے پہلی مصیبت

شکر جی سرائے میں کئی روز تک کامیابی سے جاری رہنے والے سوال و جواب کے واقعے' اور بدیع الزّمان کی استنبول میں پھیلتی شہرت سے پریشان ہونے والے بعض جرنیل جنہوں نے یلدز کے شاہی محل کو گھیر رکھا تھا' اُنہوں نے سلطان عبدالحمید کو ورغلا دیا۔ یوں ''ہر چیز کو جاننے والا' ہر سوال کا جواب دینے والا شخص پاگل ہے'' کہہ کہہ کر اُن لوگوں نے بدیع الزّمان کو پاگل خانے بھجوا دیا۔

استنبول کے توپ تاشی پاگل خانے میں داخل کرائے گئے بدیع الزّمان نے وہاں کے ڈاکٹر کے آگے تعلیم کے میدان میں عثمانیوں کی پسماندگی کی وجوہات بیان کیں:

''ترقی کے اِس زمانے میں اِسلام جو بذاتِ خود حقیقی تمدن ہے' مغربی تہذیب و تمدن کی نسبت پیچھے رہ گیا ہے۔ اِس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ تین بڑے شعبوں'

Marfat.com

یعنی اہلِ مدارس، اہلِ مکاتب، اور خانقاہوں کے مالک اُن مختلف مآخذ پر پرورش پاتے رہے ہیں جو ایک دوسرے کے متضاد افکار پر مبنی ہیں۔

مدرسّوں کے مالک مبالغے سے کام لے کر بعض ظاہری معنوں کو ضرورت سے زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کر کے نئے مکاتب میں پڑھنے والوں پر الزام دھرتے ہیں کہ اُن میں ایمان کی کمزوری ہوتی ہے۔

اُدھر مکتبوں کے مالک مدارس کے طلباء کو علم میں نامکمل اور نا قابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ جدید سائنسی علوم سے نابلد ہوتے ہیں۔

مدرسّوں کے مالک اہلِ تکّیہ (خانقاہ) کو اہلِ بدعت کے طور پر دیکھتے ہیں کیونکہ خانقاہوں والوں نے لوگوں کی تشویق کے لیئے بعض ایسے اُصول مقرر کر رکھے ہیں جنھیں جاہل عوام عبادت سمجھتے ہوئے غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مختلف انتہا پسند حلقے ''کچھ لو کچھ دو'' کی بنا پر ایک دوسرے کے لیئے برداشت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اِس سے بعض بدعتیں ذکر کے ساتھ گڈ مڈ ہو جاتی ہیں۔ سوچ کے یہ اختلافات اور ایک دوسرے کے ذوق وشوق میں فرق کے باعث اِسلامی اخلاق متزلزل ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ چیز جو تہذیب وتمدن میں ترقی کرنے والے ممالک سے اِسلام کے پیچھے رہ جانے کا سبب بنتی ہے۔

اِس مسئلے کا علاج یہ ہے کہ نئے مکاتب میں دینی علوم سنجیدگی سے پڑھائے جائیں۔ مدرسّوں میں پرانے زمانے کے یونانی فلسفے جیسے غیر ضروری مضامین پڑھانے کی بجائے سائنسی علوم کی تعلیم دی جائے۔ خانقاہوں میں گہرے علم کے مالک اساتذہ مقرر کیئے جائیں۔ اِس طرح تینوں شعبوں میں موزوں شکل میں ترقی ممکن ہو سکتی ہے۔۔۔۔''

ڈاکٹر بدیع الزّمان کی گفتگو سن کر دنگ رہ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ شخص تعلیم کا کس قدر

Marfat.com

عاشق ہے، کتنا وطن پرست ہے، اور کتنی بے مثال ذہانت کا مالک ہے۔ چنانچہ اُس نے ایک رپورٹ لکھ کر وزیرِ اعظم کے دفتر روانہ کر دی، جس میں لکھا تھا کہ "آج تک استنبول آنے والے لوگوں میں ایسی ذہانت کا مالک اور مسائل کی گہرائی تک پہنچ کر انہیں سمجھنے والا نادرِ جہاں نہیں ملا۔"

ڈاکٹر کی اِس رپورٹ سے شاہی منتظم چکرا گیا۔ بدیع الزّمان کو فوراً پاگل خانے سے جیل خانے منتقل کر دیا گیا۔ اُسے جلد از جلد استنبول سے کسی دُور دراز جگہ بھیجنے کی تدابیر سوچی جانے لگیں۔ پہلے نقد رقم کے ساتھ ساتھ ۳۰ عدد سونے کے سکّے ماہوار وظیفے کے لیئے بادشاہ کی اجازت لی گئی۔ پھر فوجی پولیس کا ناظر شفیق پاشا بادشاہ کے تحفے کے ہمراہ بدیع الزّمان کے پاس بھیجا گیا۔

فوجی پولیس کا ناظر: "بادشاہ نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ ایک ہزار قروش تمہاری تنخواہ مقرر کر دی ہے۔ بعدازاں یہ تنخواہ بڑھا کر بیس تیس لیرے کر دی جائے گی!"

بدیع الزّمان:

"مَیں تنخواہ کا بھکاری نہیں ہوں۔ ہزار لیرا بھی ہوں تو مَیں قبول نہیں کر سکتا۔ مَیں یہاں اپنے لیئے نہیں آیا، اپنی ملّت کی خاطر آیا تھا۔ اور مجھے دی جانے والی رشوت میرا منہ بند کرنے کا معاوضہ ہے۔"

ناظر:

"تم شاہی فرمان کو ٹھکرا رہے ہو۔ شاہی فرمان ٹھکرائے نہیں جا سکتے۔"

بدیع الزّمان:

"مَیں اِس لیئے ٹھکرا رہا ہوں تا کہ بادشاہ ناراض ہو جائے اور مجھے بُلائے تا کہ مَیں اُسے بھی سچی باتیں بتاؤں۔"

Marfat.com

ناظر:

''اِس کا نتیجہ خطرناک ہوگا!''

بدیع الزّمان:

''نتیجہ اگر سمندر بھی ہو تو وہ میرے لیئے ایک وسیع قبر ہوگا۔ اگر پھانسی پر چڑھا دیا جاؤں تو ساری قوم کے سینے میں جگہ پاؤں گا۔ اور پھر مَیں تو استنبول آتے ہوئے رِشوت کے طور پر اپنی جان لے کر آیا تھا۔ تُم جو کرنا چاہتے ہو کر لو!''

''مَیں یہ سب کچھ سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اپنی اِس حرکت سے انسانوں کو جگاؤں' کہ میرا یہ اقدام حکومت میں شامل ہو کر خدمت کرنے کے برابر ہے۔ تنخواہ اُڑانے کے لیئے نہیں ہے۔ اور پھر مجھ جیسا ایک آدمی سرکار کی اور وطن کی خدمت نصیحت دینے سے ہی کرتا ہے۔ اور وہ بھی ایک عمدہ تاثیر چھوڑنے' اور خلوص کا اظہار کرنے کی نیت سے ہوتا ہے۔ اور یہ کام کسی خفیہ مقصد کے حصول کے لیئے' عِوضانہ مانگنے کے لیئے نہیں ہوتے' اپنے مفاد کو ترک کرنے سے ہوتے ہیں۔ اِن وجوہات کی بِنا پر میرا ایک عذر ہے جِس کے باعث مَیں تنخواہ قبول نہیں کر سکتا!''

ناظر:

''مشرق میں تعلیم کے موضوع پر تمہاری خواہشات کابینہ کے زیرِ غور ہیں۔''

بدیع الزّمان:

''بھلا تنخواہ کے معاملے میں جلدی دِکھانا اور تعلیم کو پسِ پُشت ڈالنا کس قاعدے کے مطابق ہے؟ کیا آپ میرے ذاتی مفاد کو قومی مفاد سے برتر سمجھتے ہیں؟''

ناظر غصّے میں آ گیا۔

بدیع الزّمان:

Marfat.com

"میں نے آزاد زندگی گزاری ہے۔ مشرقی اناطولیہ کے اُن پہاڑوں میں پل کر بڑا ہوا ہوں۔ جو مکمل آزادی کا میدان ہیں۔ مجھ پر غصہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ خواہ مخواہ اپنے آپ کو نہ تھکائیں!۔۔۔ مجھے ملک بدر کر دیجیئے' فضان ہو یا یمن' مَیں راضی ہوں۔ آپ بھی مصلحت بھرے بہانے ڈھونڈنے سے بچ جائیں گے۔" (۱۸)

بدیع الزّمان ظلماً پھینکے گئے اِس پہلے قید خانے میں زیادہ عرصہ نہ ٹھہرے۔ مشروطیت کے قبول کیئے جانے کے بعد اعلان کردہ سیاسی معافی کی رُو سے آزادی سے ہمکنار ہو گئے۔

ت) مشرُوطیت کے دَور میں بدیع الزّمان

آزادی کے اعلان کے ساتھ ہی استنبول میں ابتری کا ایک دور شروع ہو گیا۔ اب واقعات کے بہاؤ اور عوام میں اِسلامُ قومی اور معنوی اقدار کے خلاف ایک راستے پر چل نکلنے کا رُجحان نظر آتا تھا۔ بدیع الزّمان جس نے مشرُوطیت کو اِس پیمانے کے حساب سے قبول کیا تھا کہ یہ شریعت کے لیئے موافق ہو گی' اُنہوں نے سر توڑ کوشش کی کہ اِس نئی رَو کو قرآن کے کھاتے کی طرف پھیر دیا جائے۔ اِس مقصد کے لیئے ایک طرف تو وہ اخبارات اور رسالوں میں مقالے شائع کرواتے اور دوسری طرف مختلف رسمی تقریبات کے دوران' اِفتتاحوں' کانفرنسوں اور جلسہ گاہوں میں عوام کے بڑے بڑے اجتماعات میں تقریریں کرتے رہے۔

اِن ایام میں اِتحاد اور ترقی پارٹی کی طرف سے نئے آئین کے اعلان کے وسیلے سے ترتیب دیئے جانے والے جلسوں میں بدیع الزّمان نے مقرر کے طور پر شرکت کی۔ اِس سلسلے میں اُنہوں نے اپنی پہلی تقریر ۱۱ جولائی ۱۹۰۸ کو استنبول میں کی۔ بعد ازاں وہی تقریر سیلونیکا کے میدانِ آزادی میں دہرائی۔ اِس تقریر میں بھی اُن کی کوشش رہی کہ آزادی اور مشروطیت کے مطلب میں قرآن اور شریعت کے آداب بھر دیئے جائیں۔

"شرعی قانون جو حاکمیتِ ملّی کو حلال بنانے کا وثیقہ ہیں' ہمیں پُکار پُکار کر دعوت

Marfat.com

دے رہے ہیں:

اَے مظلوم اہالیانِ وطن! آؤ ہم اِس میں شامل ہو جائیں! شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اندر جانے کا پہلا دروازہ دِلوں کا اِتحاد ہے۔ دوسرا دروازہ قومی محبت ہے۔ تیسرا دروازہ تعلیم، چوتھا انتھک محنت اور پانچواں گناہوں کو خیرباد کہہ دینا ہے۔

خبردار اَے اہالیانِ وطن! فضول خرچی اور شرعاً حرام کردہ لذتوں میں پھنس کر کہیں دوبارہ ظلم وستم کو زندہ نہ کر بیٹھنا!

اَے اولادِ وطن! حریّت کے غلط معنی نہ نکال لینا، ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ ہماری متعفن اسیری کو کسی اور پیمانے میں ڈال کر ہمیں پلا کر غرق نہ کر دے۔ کیونکہ آزادی، قوانین کی پاسداری سے، شریعت کے ذریعے موء دب بننے سے اور، اعلیٰ اخلاق سے اپنے آپ کو سنوارنے سے زندہ رہتی اور پھلتی پھولتی ہے۔"(۱۹)

سماجی زندگی میں سرگرمی سے حصّہ لینے والے بدیع اُلزّمان خود اپنے ہی الفاظ میں "جہاں کہیں آگ دیکھتے اُسے بجھانے بھاگ کھڑے ہوتے۔ شہزادہ باشی میں واقع فرح تھیٹر میں سر اٹھانے والے جھگڑے میں، آسٹریا کے مال کا بائیکاٹ کرنے کے سلسلے میں، مزدوروں کے درمیان ہونے والی گڑبڑ میں، (۱۰ اکتوبر ۱۹۰۸) بایزید میدان میں مدرسّے کے طلباء کے ترتیب دیئے ہوئے جلسے میں (۲۷ فروری ۱۹۰۹) جمعیتِ اتحادِ محمدی کی بنیاد رکھے جانے کے موقع پر آیا صوفیہ مسجد میں پڑھے جانے والے میلاد میں (۵ اپریل ۱۹۰۹)، اس قِسم کے موضوعات پر تقریریں کرتے رہے، مثلاً بنیادی آیئن کے نظام کی حفاظت، گڑبڑ کو پیدا ہونے سے روکنا، شریعت کے آداب کے مطابق زندگی گزارنا، اطاعت حاصل کرنا، وغیرہ۔ لیکن اُن کی یہ فریادیں اُن شعلوں کو بجھانے میں کارگر ثابت نہ ہوئیں جنھوں نے استنبول کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

Marfat.com

ث) ۳۱ مارچ کا واقعہ

دَورِ حریّت جسے معاشرہ ہضم نہ کر سکا' زیادہ عرصہ گزرنے سے پہلے ہی اپنی جگہ اُن ایام کے حوالے کر گیا جو تاریخ میں ''۳۱ مارچ'' کے نام سے یاد کئے جانے والے تھے اور جو ایک نئے ظلم و استبداد کے دور کی ابتداء تھے۔ استنبول میں خفیہ اداکاروں کی ترتیب دی ہوئی خیالی بغاوت سلطان عبدالحمید کے تخت سے اُتارے جانے کے ساتھ ساتھ کئی مظلوم انسانوں کے ضائع ہونے پر منتج ہوئی۔

بدیع الزّمان' جنہوں نے ابتداء سے ہی حُریّت کی حمایت کی تھی اور اُسے اسلامی آداب کی مدد سے مضبوط کرنا چاہا تھا' عجیب طور پر ۳۱ مارچ کے باغیوں سے منسلک دِکھائے گئے۔ بلاشبہ یہ حرکت اُن لوگوں کی غدّاری کا نتیجہ تھی جو حُریّت کو دین کے خلاف سمجھتے تھے اور یہی بات دُوسروں کو بتاتے تھے۔

اِس غدّاری کے نتیجے میں بدیع الزّمان کو فوجی عدالت کے سپرد کر دیا گیا۔ اُسی مقدمے میں پھانسی دیئے جانے والے پندرہ کے لگ بھگ علماء کی باغ میں لٹکتی لاشوں کے بالکل سامنے بدیع الزّمان کے مقدمے کی سماعت بھی کی گئی۔ اِس مقدمے میں مدافعت نہ صرف اِس وجہ سے اہم ہے کہ یہ بدیع الزّمان کی استنبول میں گزاری ہوئی زندگی کا نچوڑ ہے بلکہ اِس لیئے بھی اہم ہے کہ یہ ۳۱ مارچ کے حادثے کی اصلی شکل کو بےنقاب کرتی ہے۔

فوجی عدالت میں مجھ سے بھی سوال کیا گیا: ''تُم بھی شریعت چاہتے تھے؟''

میں نے کہا: ''شریعت کی ایک حقیقت کی خاطر اگر میری ہزار جانیں بھی ہوں تو اُنہیں قربان کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ شریعت سعادت کا وسیلہ ہے' حقیقی انصاف اور فضیلت ہے۔ مگر جس طرح باغی چاہتے تھے اُس طرح نہیں۔''

اُنہوں نے یہ بھی کہا: ''کیا تم اِس اتحادِ محمدیؐ میں شامل ہو؟''

Marfat.com

مَیں نے کہا: ''بڑے فخر کے ساتھ۔۔۔مَیں اُس کے سب سے نچلے درجے کے افراد میں سے ہوں۔مگر اُس کی وجہ وہی ہے جو مَیں نے بیان کر دی ہے۔۔۔جو لوگ اِس اتحاد میں سے نہیں ہیں اُن میں بے دین لوگوں کے علاوہ اگر کوئی اَور بھی ہے تو مجھے دِکھا دیجیے !

بعض لوگ جو سیاست کو لادینیت کا آلۂ کار بناتے ہیں' وہ اپنی قباحتوں پر پردہ ڈالنے کی خاطر دوسروں پر رجعت پسند ہونے کا الزام لگاتے ہیں' دِین کو سیاست کا آلۂ کار بناتے ہیں۔

آجکل کے مُخبری کرنے والے ایجنٹ پرانے مخبروں سے بدتر ہیں۔ان کی صداقت پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ اُن کے الفاظ پر انصاف کو کیسے مبنی کیا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی چرب زبانی سے۔اِنسان اِنصاف کرتے کرتے ظلم کر بیٹھتا ہے' کیونکہ انسان بےقصور نہیں ہوتا۔۔۔''

اپنے دفاع کے اگلے حصّے میں بدیع الزّمان نے مشرُوطیت کے حق میں کی ہوئی اپنی گیارہ کاروائیاں گِن کر پیش کیں اور ہر کاروائی بیان کرنے کے بعد یہ سوال کر کے ''تو گویا مَیں نے جرم کیا؟'' اُن لوگوں کا مذاق اُڑاتے رہے' جنھوں نے اُنہیں مشرُوطیت کے نام پر قید کیا ہوا تھا۔

اُنہوں نے ۳۱ مارچ کی بغاوت سے پہلے کے دِنوں میں استنبول میں عظیم معاشرتی جُرأت کی مثال پیش کر کے اپنی قابلِ یقین تقریروں کے ذریعے بہت سے ایسے گروہوں کو تتر بتر کر دیا جو اپنی بغاوت کرنے کی استعداد کا مظاہرہ کر چکے تھے۔اُنہوں نے آیا صوفیہ' بیازید' فاتح اور سلیمانیہ کے علاقوں میں اکٹھے ہونے والے علماء اور طلباء کو مشرُوطیت کی ضرورت کے بارے میں سمجھا کر منفی حرکات میں حصّہ لینے سے باز رکھا تھا۔

قرب وجوار کے علاقوں سے آ کر جمالوں کی شروع کی گئی بغاوت کو روکنے کے سلسلے میں بھی اُنہوں نے بڑا سرگرم حصّہ لیا۔اِسی طرح مشرُوطیت کے اعلان کے بعد انہوں نے مشرقی اناطولیہ کے اہالی ساٹھ کے لگ بھگ قبیلوں کو الگ الگ تار روانہ کیے جن میں اُن قبائل کو

Marfat.com

مشروطیت کے خلاف، کسی بھی تحریک میں حصہ لینے سے دور رہنے کی تاکید کی گئی تھی۔

بدیع الزّمان پر شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے کا الزام لگانے والی عدالتی کمیٹی کو اُنہوں نے بتایا کہ اُنہوں نے کس طرح بعض جماعتوں اور انجمنوں کو اِس بات کے خلاف آگاہ کیا تھا کہ وہ اپنے سیاسی اور ذاتی مفادات کے لیئے اِسلام کو آلۂ کار بناتے ہیں:

''اتحادِ محمدیؐ جس کی مَیں تعریف کر چکا ہوں اور جس کا مَیں ممبر ہوں' وہ سلسلۂ نُور سے مربوط ایک دائرہ ہے جو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ اِس میں شامل ہونے والوں کی تعداد اِس وقت تین سو ملین سے زیادہ ہے۔ اِس اتحاد کا مشترک نقطہ اور ارتباط توحیدِ اِلٰہی ہے۔ اِس کا عہد و پیمان اور قسم ایمان ہے۔ اِس سے متعلقہ افراد ابتداء سے ہی اِس میں شامل ہونے والے مومن ہیں۔ اِس کے ممبران کی رجسٹریشن کی کِتاب لوحِ محفوظ کی طرح ہے۔ اِس اتحاد کے افکار کی ناشر عام اِسلامی کتب ہیں۔ اِس کے روزانہ اخبارات عام اسلامی اخبارات ہیں جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا ہے۔ اِس کے کلب اور انجمنیں مساجد' دِینی مدارِس اور ذِکر خانے ہیں۔ اور اِس کے مرکز حرمینِ شریفین ہیں۔ ایسی جمعیت کے رئیس فخرِ عالمؐ ہیں۔ اور اِس کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے نفس سے نبرد آزما رہے' اپنے اخلاق کو پیغمبرؐ کے اخلاق جیسا بنائے اور اُن کی سنّت کے مطابق عمل کرے' دوسروں کے ساتھ محبت کرے اور اگر کوئی حرج نہ ہو تو دوسروں کو بھی یہی کچھ کرنے کی نصیحت کرے۔''

اِس کے علاوہ بدیع الزّمان نے بغاوت کے دِنوں میں اپنے جو مقالات اخبارات میں شائع کروائے تھے اُن کا بھی حوالہ دیتے ہوئے کچھ مثالیں پیش کیں۔ مثلاً اُنہوں نے بتایا کہ بغاوت میں حصہ لینے والے فوجیوں کو اُنہوں نے اطاعت کی دعوت دی۔ اُنہوں نے یوں کمیٹی کی توجہ اِس طرف مبذول کروائی کہ کیسے اُن کے مقالے بغاوت کو پھیلنے سے بچانے میں موثر ثابت ہوئے۔

بدیع الزّمان نے اپنا دفاع ختم کرتے ہوئے جن باتوں پر زور دیا وہ یہ تھیں: بغاوت

Marfat.com

کے واقعات میں اخبار نویسوں کی اشتعال انگیزی' حُرّیت کے بعد جن کمیٹیوں اور گروہوں پر سختی کی گئی تھی اُن کا دباؤ' جن بے گناہ افراد کو اُن کے جرائم ثابت کیئے بغیر ہی پھانسی لگا دی گئی تھی اُن کے لواحقین کی مصیبتیں اور مسئلے' طاقت کے استعمال سے ہر قسم کی سوچ کو دبانے میں ناکامی' قومی یکجہتی کی خاطر امتیازی گروہوں کے خاتمے کی ضرورت' پہلے آزادیء خیال اور تقریر عطا کرنا اور پھر اِس آزادی کو بعض افراد کو مجرم ٹھہرانے کی ایک چال کے طور پر استعمال کرنا۔ اُنہوں نے اپنے بیان کو اِن الفاظ پر ختم کیا:

''یہ حکومت دَورِ استبداد میں عقل کی دشمن تھی اور اب یہ زندگی کی دشمن ہے۔۔۔ اگر حکومت ایسی ہو تو پھر جُنون زندہ باد!۔۔۔ موت زندہ باد!۔۔۔ ظالموں کے لیئے جہنم زندہ باد!۔۔۔''

بدیع الزّمان جس عدالت سے پھانسی کی سزا کی توقع کر رہے تھے اُس عدالت نے اُنہیں بری کر دیا۔ اِس پر اُنہوں نے عدالت کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے بایزید سے سلطان احمد تک' اپنے پیچھے عوام کے ایک بہت بڑے ہجوم کے ہمراہ پیدل جلوس نکالا جو نعرے لگا رہا تھا: ''ظالموں کے لیئے جہنم زندہ باد! ظالموں کے لیئے جہنم زندہ باد!''

اپنے بارے میں فوجی عدالت کے دیئے گئے بے گناہی اور برائت کے فیصلے کے بعد اُنہوں نے اپنا الوداعی بیان شائع کروایا اور پھر وہ استنبول سے' جہاں اُنہوں نے ڈیڑھ سال قیام کیا تھا' رخصت ہو گئے۔

ج) الوداع اِستنبول

اِستنبول میں دو سال کے ہنگامہ خیز قیام کے اِختتام پر جس شے کے وہ مُتلاشی تھے اُسے نہ پاسکنے کے غم میں بدیع اُلزّمان نے لکھا:

Marfat.com

اَے معظم اِستنبول! مَیں نے مُساوات اور عظمت تجھ میں دیکھی؛ دَورِ اِستبداد میں اکیلا پاگل خانے میں رہا۔۔۔ مشرُوطیت صرف قید خانے میں دیکھی۔۔۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ادیب باادب ہوتے ہیں۔۔۔ اور اخبارات افکار کی تربیت کرتے ہیں۔ اب مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض ادیب بے ادب ہیں اور بعض اخبارات بدنیتی پر مبنی افکار شائع کرتے ہیں۔ اگر یہی ادب ہے اور افکارِ عمومی اِسی طرح پراگندہ ہوتے ہیں تو گواہ رہنا کہ مَیں ان سے باز آیا۔ مَیں اِن میں شامل نہیں ہوں۔ اور مشرق کے بلند پہاڑوں میں، یعنی ''باشِط کی چوٹی پر'' بیٹھ کر مَیں اخبارات کی بجائے دُنیا کے صفحات اور اِجسام یعنی اِنسانوں کا مطالعہ کیا کروں گا۔

ہمارے فیض کی فِضاء تمناؤں کی لعنت سے پاک ہے۔
ہمیں نیچے اور اوپر دونوں طرف سے مستغنی ہونا روزِ ازل سے ہی عطا کیا گیا ہے۔
ہم باز آچکے ہیں اُمیدوں کی نشوونما کرنے سے، یا لمبی چوڑی بھاگ دوڑ کرنے سے۔
ہم ایسے مجنوں ہیں جو وِصالِ لیلیٰ سے بھی مستغنی ہے۔

۷۔ بدیع الزّمان کی وان واپسی

اِستنبول سے رخصت ہو کر باطوم کے راستے وان جاتے ہوئے بدیع الزّمان طِفلِس (Tiflis) میں رکے۔ طِفلِس میں شیخ سنعان کی چوٹی پر جا پہنچے۔ اِرد گرد کے علاقے کا غور سے نظارہ کر رہے تھے کہ ایک روسی پولیس کا سپاہی اُن کے پاس آیا اور اُس نے پوچھا: ''کیوں اِس طرح اتنے غور سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہو؟''

بدیع الزّمان بولے: ''اپنے مدرسے کا منصوبہ بنا رہا ہوں۔''
وہ بولا: ''تُم کہاں کے رہنے والے ہو؟''
بدیع الزّمان: ''بِطلِس کا۔''

Marfat.com

روسی پولیس کا سپاہی: ''یہ طِفلِس ہے!''

بدیع الزّ مان: ''بطلِس اور طِفلِس بھائی ہیں۔''

روسی پولیس کا سپاہی: ''کیا مطلب؟''

بدیع الزّ مان: ''ایشیا میں' عالمِ اِسلام میں ایک دوسرے کے بعد تین نُور ظہور پذیر ہونے شروع ہو رہے ہیں۔ تُمھارے ہاں ایک دوسرے کے بعد تین اندھیرے ظہور پذیر ہونے شروع ہوں گے۔ یہ ظُلم وستم کا پردہ پھٹ جائے گا اور مَیں یہاں آ کر اپنا مدرسہ قائم کروں گا۔''

روسی پولیس کا سپاہی: ''ہائے افسوس! مَیں تمہاری امید پر دنگ رہ گیا ہوں۔''

بدیع الزّ مان: ''مَیں بھی تمہاری عقل پر دنگ رہ گیا ہوں! کیا تمہارے خیال میں اِس بات کا احتمال ہوسکتا ہے کہ موجودہ موسمِ سرما ہمیشہ جاری رہے گا؟ ہر موسمِ سرما کے بعد ایک بہار اور ہر رات کے بعد ایک صبح آتی ہے۔''

روسی پولیس کا سپاہی: ''اِسلام تو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔''

بدیع الزّ مان: ''وہ تعلیم حاصل کرنے کے لیئے گئے ہوئے ہیں۔ یہ ہے ہندوستان' اِسلام کا ایک لائق سپوت۔ یہ انگریزوں کے ابتدائی سکول میں زیرِ تعلیم ہے۔ مصر اِسلام کا ایک ذہین مخدوم ہے جو انگریزوں کے مکتبِ قانون میں پڑھ رہا ہے۔ کا کیشیا اور ترکستان اِسلام کے دو بہادر بیٹے ہیں۔ یہ روس کے فوجی مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور علی الآخر۔۔۔ ارے میاں' اپنے تعلیمی ڈِپلومے حاصل کرنے کے بعد اِس اصیل اولاد کا ہر فرد ایک ایک برِ اعظم کا سردار بن جائے گا اور پھر یہ سب مل کر اپنے معظم والدِ اِسلام کے جھنڈے کو کمالات کے اُفق پر لہرا کر قادرِ ازل کی نظر میں اِفلاک کی ضد کے طور پر نُوعِ بشر کی ازلی حکمت کے بھید کا اعلان کر دیں گے۔''

بدیع الزّ مان نے وان آنے کے بعد دوبارہ عوام کی اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ وان کے علاقے کے رہائشی اَیرتُوشی (Ertosi) قبائل سے ابتداء کر کے اُنہوں نے حقاری' بطلِس'

Marfat.com

مُوش، آغری (ارارات)، دِیار باقر، اور عُرفہ کے شہروں اور ان کے گرد و نواح کے علاقوں میں بعض رہائشی بستیوں کے دورے کیے۔ مشروطیت کے بارے میں تقریریں کیں اور بحث مباحثوں میں حصّہ لیا۔

اِن دوروں کے دوران پوچھے گئے سوالات اور اُن کے جوابات پر مُشتمل دو کتابیں تیار ہو گئیں۔ ان مناظرات کے دیباچے میں یہ تحریر درج ہے:

''یہ دونوں کتابیں صَیقل اُلاسلام (دلائل رمحاکمات) اور نسخہء اکراد (مُناظرات) اُن خوفناک پہاڑوں، وادیوں اور صحراؤں کی زرخیز قوت کے باعث نہایت غیر معمولی شکل میں پرورش پاتی ہوئی پینتالیس دِنوں کے اندر اندر سرسبز بھی ہوئیں، ایک جسیم درخت بنیں، اور پھر پھل بھی دینے لگیں۔۔۔

یہاں تک کہ ان میں سے ایک حصّہ تو اہالیان کوہِ باشد کا پھل ہے۔ ایک حصّہ وادیءِ فراشین کا میوہ ہے۔ اور ایک جزو بیت الشّبَب سے سرخی حاصل کرنے والا پھل ہے۔

''تو اِن دو کتابوں کو تحریر کرتے وقت میرے پاس وقت کم تھا، ماحول وحشیانہ تھا، مَیں ایک سیاح تھا، میرا ذہن الجھنوں میں گِھرا ہوا تھا، جسم نیم بیمار تھا۔ جب تحریر میں جلدی کی جائے تو قدرتی طور پر وہ اُلجھی ہوئی ہوتی ہے۔۔۔(۲۰)

۸۔ سفرِ شام (Syria)

۱۳۲۷/۱۹۱۱ کے شروع میں مشرق کی سیاحت مکمل کر کے بدیع الزّمان مارچ کے مہینے میں شام روانہ ہو گئے۔ وہاں علاقے کے اوّل درجے کے علماء سے ملاقاتیں کیں۔ شام میں قیام کے دوران اُنہوں نے تاریخی مسجدِ اُموی میں اپنا وہ مشہور خطبہ پڑھا جو خطبہء شاہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مسجد میں دس ہزار سے زیادہ کی جماعت اور ایک سو علماء موجود تھے۔ یہ خطبہ تمام اہلِ

Marfat.com

عِلم لوگوں کی تعریف کا موضوع بن گیا۔ چند ہی یوم میں دو مرتبہ شائع کروا کر عوام میں تقسیم کیا گیا۔ اِس طویل اور حیران کُن خُطبے کی چند بنیادی باتیں یہاں درج کی جاتی ہیں:

''میں نے اِس وقت اِس سرزمین پر انسانوں کی اجتماعی زندگی کے مدرسے میں سبق حاصل کیا اور مجھے پتہ چلا کہ غیر لوگوں یعنی یورپی قوموں نے جو ترقّی کی دوڑ میں مستقبل کی طرف پرواز کرتے ہوئے ہمیں مادّی میدان میں زمانہءِ وُسطیٰ میں روک رکھا ہے اِس کا سبب چھ بیماریاں ہیں

پہلی: ہمارے اندر یاس اور نا امیدی کا نئی زندگی پا لینا۔

دوسری: سچ کی موت۔

تیسری: دُشمنی سے محبت۔

چوتھی: اہلِ ایمان کو ایک دوسرے سے مُتحد رکھنے والے نُورانی رابطے سے لاعلمی۔

پانچویں: قسم قسم کی وبائی امراض کی طرح پھیلنے والا ظلم و ستم۔

چھٹی: لوگوں کا ہر کام اپنے مفاد کی خاطر کرنا۔''

''مُستقبل صرف اور صرف اِسلام کا ہوگا۔''

''اگر ہم اپنے اعمال میں اسلامی اخلاق اور ایمانی حقائق کے کمالات کا مظاہرہ کریں تو مختلف دِینوں کے پیروکاروں کا اپنی جماعتوں سمیت اسلام میں شامل ہو جانا یقینی ہے۔''

''ہم مسلمان، جو شاگردانِ قرآن ہیں، دلائل کے تابع ہوتے ہیں۔ ہم عقل، سوچ اور دِل سے ایمان کی حقیقتوں میں شامل ہوتے ہیں۔ ہم دوسرے مذاہب کے بعض افراد کی طرح اپنے مذہبی رہنماؤں کی خاطر دلائل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔''

''مایوسی قوموں اور مِلتّوں کی سب سے خوفناک بیماری ہے جو کینسر کہلاتی ہے۔''

''جی ہاں، سچّائی اور درستگی اسلام میں اجتماعی زندگی کی روحِ رواں ہے۔ محبت کے لائق

Marfat.com

بس محبت ہی ہے اور دُشمنی کے لائق صرف دُشمنی۔''

''براعظم ایشیا اور اس کے مستقبل کے انکشاف کی کنجی مشاورت ہے۔ تین سو شاید چار سو ملین فرزندانِ اسلام کے قدموں پر رکھے طرح طرح کے مظالم کی بیڑیاں ریکارڈ اور زنجیریں کھول کر ظلم و ستم کا قلع قمع کرنا مشاورتِ شرعی کے ہاتھ میں ہے۔''

۹۔ استنبول کا دوسرا سفر

شام میں قیام کے دوران بدیع الزّمان استنبول میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا بڑے قریب سے مطالعہ کرتے رہے۔

پایۂ تخت میں اتحاد و ترقی پارٹی کے حُریت پسند اور مِلّی بازو' جو کہ بدیع الزّمان کے دوست تھے' کئی مؤثر قسم کے مقام حاصل کر چکے تھا۔ خاص طور پر کمانڈر ان چیف انور پاشا جو وقتاً فوقتاً ان کا دوست رہ چکا تھا۔ یہ بھی معلوم تھا کو سلطان رشاد کے جذبات بھی اسی قسم کے تھے۔ حالات کی اس بہتری کو اپنے لیئے مثبت قرار دیتے ہوئے بدیع الزّمان شام سے بیروت اور وہاں سے سمندر کے راستے استنبول جا پہنچے۔ وہاں اُنہوں نے اپنی زندگی بھر کے ہدف اور آئیڈیل' مشرق میں مدرسۃ الزہرہ نام کی یونیورسٹی کے قیام کے لئے نئے سرے سے کام کرنا شروع کر دیا۔ اس دور میں اُن کو اپنی کوششوں کو حقیقت میں بدلنے کا ایک اچھا موقع ہاتھ آ گیا۔ جون ۱۹۱۱ میں سلطان رشاد نے ٹُرکی کے یورپی حصّے کی سیاحت پر جانے والے قافلے میں مشرقی ولایتوں کے نمائندے کے طور پر بدیع الزّمان کو بھی دعوت بھجوا دی۔

سلطانی قافلہ باربروس نامی جنگی جہاز کے ذریعے' جو کہ حال ہی میں جنگی بیڑے میں شامل ہوا تھا' استنبول سے روانہ ہو کر ۷ جون بدھ کے روز سَیلونیکا' اور پھر وہاں سے بذریعہ ریل ۱۱ جون کو گسووا (Kosova) وِلایت کے صدر اُسکُپ (Üsküp) پہنچا۔

اُن دِنوں کسووا میں ایک بہت بڑا دارُالفنون (یونیورسٹی) کھولنے کا منصوبہ زیرِ غور

Marfat.com

تھا۔ بدیع الزّمان نے اتحاد و ترقی والوں کو اور سلطان رشاد کو بھی کہا، ''مشرق کو اِس قسم کے دارالفنون کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ اُس علاقے کو پوری اسلامی دنیا کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔'' یوں اُنہوں نے مدرسے کی جائز ضرورت بیان کر دی۔ اُنہوں نے کہا: ''آپ تسلی رکھیں، ہم کُرد لوگ دوسروں کی طرح نہیں ہیں۔ ہمیں یقین ہے اور ہم جانتے ہیں کہ ہماری اجتماعی زندگی تُرکوں کی زندگی اور خوشیوں پر منحصر ہے۔'' پھر اُنہوں نے یورپی اثرات کے نتیجے میں ذہنوں میں پیدہ شدہ الجھنوں کو یوں بیان کیا:

''معنویات کا مادیّت سے مقابلہ کرتے ہوئے یورپ کے الفاظ کو معنویات میں بھی ثبوت سمجھنا۔ اور پھر بعض سائنسی علوم میں شہرت حاصل کرنے والوں کے الفاظ کو دوسرے سائنسی علوم کے سلسلے میں بھی معتبر قبول کرنا۔ اور بعض جدید سائنسی علوم سے نابلد علماء کے الفاظ کو دِینی علوم کے سلسلے میں بھی قبول کر لینا۔ اور جدید سائنسی علوم میں مہارت کے بل بوتے پر مغرور ہو جانے والوں کا دِینی معاملات میں بھی اپنی ذات پر بھروسہ کر لینا۔ اور آباواجداد کا آل اولاد سے اور ماضی کا حال سے مقابلہ کرتے ہوئے ناجائز اعتراضات کھڑے کرنا۔''

یہ بنیادی غلطیاں جن کی توثیق بدیع الزّمان نے کر دی، ایسے عمیق کنوؤں کی طرح تھیں جن میں ہمارے روشن خیال لوگوں کا طبقہ پچھلے دوسو سال سے ڈوبا ہوا تھا۔ تمام لوگوں کی عقل اور سوچ یہی غلط اقدام اُٹھاتے اُٹھاتے دوسری غلط راہوں پر جا نکلتی تھی۔ اِس غلط استدلال کے ظلم سے عقل (استعمال کرنے کی استعداد) کو نجات دِلانے اور فلسفے کے شوق میں بچگانہ طریقوں سے لوگوں کو دھوکا دینے کی عادت کو درست کرنے کی ضرورت تھی۔

یہ کام اُسی حالت میں ممکن تھا جب سائنس اور دِینی علوم صحیح طریقے سے ایک ساتھ پڑھائے جاتے۔ سلطان رشاد نے بدیع الزّمان کے پیش کردہ افکار کو مناسب سمجھتے ہوئے مشرق میں ایک دارالفنون کے قیام کو قبول کر لیا۔

Marfat.com

یورپی ترکی کی سیاحت مکمل کر لینے کے بعد یہ قافلہ سیلونیکا کے راستے جنگی جہاز بار بروس کے ذریعے ۲۶ جون کو استنبول پہنچا۔(۲۱)

بلقان کی جنگ شروع ہونے کے باعث کسووا کی یونیورسٹی کی سکیم پسِ پشت چلی گئی۔ بدیع الزّمان نے متعلقہ حلقوں کو اِس بات پر راضی کر لیا کہ کسووا کے لیئے منظور کی گئی رقم مشرق کی یونیورسٹی کو دے دی جائے۔

مدرسۃُ الزہرہ کی پہلی بنیاد

جب بدیع الزّمان کو معلوم ہو گیا کہ سلطان رشاد کی طرف سے مدرسے کے لیئے مختص کی گئی رقم کی پہلی قسط وصول ہو چکی ہے تو وہ وان روانہ ہو گئے جہاں وان جھیل کے کنارے پر واقع اَیدرِمت (Edremit) میں مدرسے کی بنیاد رکھی۔ مگر افسوس کہ جنگِ عظیم چھڑ جانے کے باعث اُن کا یہ کارنامہ ادھورا ہی رہ گیا۔

۱۹۱۳ کے موسمِ سرما میں مُلّا سعید کو احساس ہو گیا کہ انسانیت کے ایک بڑے حصّے کے سروں پر نازل ہونے والی جنگِ عظیم کی مصیبت نزدیک آ گئی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے طلباء سے یہ کہہ کر کہ ''ایک بہت بڑی مصیبت اور آفت ہمارے قریب آ رہی ہے' مدرسے میں دوسرے اسباق کے ساتھ ساتھ اسلحے کی تربیت بھی دینی شروع کر دی۔ علاقے میں دِن بہ دِن بڑھنے والی آرمینی دہشت کا مقابلہ کرنے کے لیئے بھی کام کی ابتداء کر دی گئی۔ وہ ایک خط میں اُس زمانے کے مدرسے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''پرانے سعید کے طلباء اور اساتذہ شدتِ جذبات سے اپنی جانیں قربان کرنے کی حد تک پہنچ گئے۔ یہ لوگ وان اور بتلس کے علاقے میں آرمینیوں کی دہشتگرد پارٹی ''تاشناک'' کے فدائین کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پرانے سعید نے اُن دہشتگردوں کو کسی حد تک خاموش کرا

Marfat.com

دیا۔ اپنے طلباء کو ماؤزر کی قسم کی بندوقیں مہیا کر دیں جس سے اُن کا مدرسہ کچھ عرصے کے لیئے عسکری چھاؤنی میں بدل گیا جہاں کتابوں کے ساتھ ساتھ ہتھیار بھی پائے جاتے تھے۔ اِس موقع پر ایک فوجی دستہ آیا اور صورتِ حال دیکھ کر اس کے انچارج نے کہا: ''یہ مدرسہ نہیں چھاؤنی ہے۔ بتلس کے حادثے کی وجہ سے اُس کے دِل میں شبہات پیدا ہو گئے۔ چنانچہ اُس نے حکم دیا: ''ان کے ہتھیار لے لو۔'' اُنہوں نے ہمارے پاس جو پندرہ ماؤزر تھے وہ لے لیئے۔ ایک دو ماہ بعد جب جنگِ عظیم شروع ہو گئی تو مَیں نے اپنی بندوقیں اُن سے واپس لے لیں۔''

حضرت بدیع الزّمان ہمیشہ اتحادِ اسلامی کو دوسری تمام کارروایوں کے ابتدائی نقطے کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کوشش کرتے تھے کہ اُمّت میں پھوٹ ڈالنے والی تحریکوں کی مخالفت کریں۔

اُنہوں نے جنگِ عظیم سے کچھ ہی عرصہ پہلے بتلس کی بغاوت کو مقامی حد تک ہی محدود رکھنے میں موثر کارروائی کی۔ بعض فوجی کمانڈروں کے اِسلام مخالف کردار کو بہانہ بنا کر بغاوت کا ارادہ رکھنے والے کچھ شیخ بدیع الزّمان کے پاس آئے۔ ''پہلی جنگِ عظیم سے تھوڑا عرصہ پہلے جب مَیں وان میں تھا تو بعض دیندار اور متّقی اشخاص میرے پاس آئے اور بولے: ''بعض فوجی کمانڈر لادینی حرکات کرتے ہیں۔ آؤ تم ہمارے ساتھ مِل جاؤ۔ ہم اُن کمانڈروں کے خلاف بغاوت کریں گے۔' مَیں نے کہا: ''وہ بدیاں اور لادینی حرکات چند خاص قسم کے کمانڈروں تک ہی محدود ہیں۔ ساری فوج اِس کی ذمہ دار نہیں ہوتی۔ اِس عثمانی فوج میں شاید ایک لاکھ ولی بھی ہیں۔ مَیں اِس فوج کے خلاف تلوار نہیں سونت سکتا اور تمہارے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا۔'' اِس پر وہ حضرات میرے ہاں سے رخصت ہو گئے۔ اُنہوں نے تلواریں نکال لیں اور یوں بطلِس کا حادثہ رونما ہوا جو بے فائدہ ثابت ہوا۔ کچھ ہی عرصے بعد جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ اُس فوج نے دِین کے نام پر اس جنگ میں حصّہ لیا اور یوں جہاد میں شامل ہو گئی۔ اُس فوج سے ایک لاکھ شہیدوں نے اولیاء کا مرتبہ حاصل کر

Marfat.com

کے میرے اُس دعوے کی تصدیق کر دی۔ اُنہوں نے اپنے ولی ہونے کے بارے میں اپنے خون سے دستخط کر دیئے۔"

۱۰۔ پہلی جنگِ عظیم میں بدیع الزّمان

ا) مشرقی محاذ پر سرگرمیاں

پہلی جنگِ عظیم شروع ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد نومبر۱۹۱۴ میں روسیوں نے مشرقی سرحد سے سلطنتِ عثمانیہ کی سرزمین پر حملہ کر دیا۔ بدیع الزّمان وان سے ارضِ روم چلے گئے جہاں سخت لڑائی ہو رہی تھی۔ وہ وہاں تیسری آرمی میں واعظ مقرر ہوئے تھے۔ بدیع الزّمان جو لڑائی کے پہلے دِن سے ہی محاذ پر تھے اُنہیں بعد ازاں کمانڈر ان چیف انور پاشا نے ملیشیا فوج تیار کرنے کا کام سپرد کر دیا۔ وہ ملیشیا فوجوں کے کمانڈر کی حیثیت سے لائیٹ انفنٹری کے خط پر جنگ میں حصّہ لیتے رہے۔ مُحاربہء صاری قامش سے لے کر بِطلس کی شکست تک دو سال کے عرصے میں اُنہوں نے نمایاں کردار ادا کیا جسے سب سے زیادہ وان کے گورنر اور فوجی کمانڈروں نے سراہا۔ اُنہیں دی گئی سند میں خاص طور سے اس بات پر زور دیا گیا کہ "وان کی یونٹ کو جو مدد ملی وہ ساری کی ساری سعید کُردی کی مادّی اور معنوی حمایت کی مرہونِ منت تھی۔"

لڑائی کے دوران جن دنوں وہ مورچوں میں واپس گئے اُن دنوں وہ اپنے قیمتی شاگرد مُلّا حبیب کے اِشتراک سے اپنی "اِشارات الِاعجاز" نامی تفسیر کی تالیف کر رہے تھے۔ کبھی لائٹ انفنٹری کے محاذ پر، کبھی گھوڑے پر سواری کے دوران اور کبھی مورچوں میں اپنا دفاعی فرض ادا کرتے ہوئے وہ بولتے جاتے تھے اور مُلّا حبیب لکھتا جاتا تھا۔ "اِشارات الِاعجاز" کا ایک بہت بڑا حصّہ اِن حالات میں لکھا گیا۔

بدیع الزّمان ارضِ روم کے گرد و نواح کی جنگ کو یوں بیان کرتے ہیں: "پہلی جنگِ عظیم میں پاسنلیر (Pasinler) کے محاذ پر ہم مرحوم مُلّا حبیب کے ہمراہ روس پر حملہ کرنے کی

Marfat.com

نیّت سے جا رہے تھے۔ اُن کے توپچیوں نے ایک ایک دو دو منٹ کے وقفے سے ہماری طرف تین عدد توپ کے گولے داغے۔ تین گولے ہمارے سروں سے پورے دو میٹر اوپر سے گزر کر زمین پر گرے۔ ہمارے سپاہی جو پیچھے ندی میں تھے اُنہیں کچھ دِکھائی نہ دیا مگر پھر بھی وہ ڈر کر پیچھے کی طرف بھاگ گئے۔ مَیں نے تجربے کے طور پر کہا: ''مُلّا حبیب' کیا خیال ہے مَیں تو اس کافر کے گولوں سے خود کو چھپاتا نہیں پھروں گا۔'' اُس نے کہا: ''مَیں بھی آپ کے پیچھے سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا۔'' توپ کا دوسرا گولہ بالکل ہمارے قریب گرا۔ مَیں نے اس یقین کے ساتھ کہ اللہ نے ہمیں محفوظ رکھا ہے' مُلّا حبیب سے کہا:

''چلو آگے بڑھو! کافروں کی توپ کا گولہ ہمیں جان سے نہیں مار سکتا۔ ہم پیچھے ہٹنے کی ذلیل حرکت نہیں کریں گے۔''(۲۲) اُن کے فوجی دوستوں میں سے ایک شخص جس نے محاذ پر ملیشیا کے بریگیڈ کمانڈر بدیع الزّمان کو پہلی دفعہ دیکھا تھا' اُن کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے:

''مَیں نے ملیشیا کے بریگیڈ کمانڈر حضرت بدیع الزّمان کو پہلی دفعہ ۱۳۳۱(۱۹۱۵) کے اگست کے مہینے میں کوہِ سُبحان پر دیکھا تھا۔ وہ ایک سفید گھوڑے پر سوار ہو کر گھوڑے کو کبھی اِدھر کبھی اُدھر دوڑا دوڑا کر سپاہیوں کے حوصلے بلند کر رہے تھے۔ اُن دِنوں وہ ملیشیا کے نظام کے کمانڈر تھے۔ سر پر پگڑی اور کندھوں پر بیج لگا رکھے تھے۔ مسلسل گھوڑے پر سوار ہو کر رضا کاروں کے درمیان چکر کاٹتے' اُن کے حوصلے بلند کرتے رہتے تھے۔'' ملیشیا کے نظام میں شامل ہونے کا مشورہ بدیع الزّمان کو انور پاشا نے دیا تھا۔ بدیع الزّمان اور انور پاشا کے درمیان پہلے سے ہی دوستی چلی آ رہی تھی۔ مشرقی اناطولیہ میں ملیشیا کی بنیاد بدیع الزّمان نے ہی رکھی تھی۔

''ملیشیا یونٹیں اپنا راشن اور ہتھیار فوج سے نہیں لیا کرتی تھیں۔ اِن اشیاء کا بندوبست اور تدارک اُن کی اپنی ذمہ داری تھی۔ ملیشیا کی یونٹیں ہمیشہ فوجی یونٹوں سے پہلے محاذ پر جایا کرتی

Marfat.com

تھیں۔اور اگلی صفوں میں ہی لڑتی تھیں۔وہ ''نمدے کی ٹوپی والے'' کے نام سے مشہور تھیں۔جب روسیوں کے کانوں میں یہ بات پڑتی کہ نمدے کی ٹوپی والے آ رہے ہیں، تو اُنہیں سمجھ نہ آتی کہ بھاگ کر کہاں جائیں اور یہ کہ اُن کے سر پر کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر ہی اپنے ہتھیار استعمال کیا کرتے تھے، اور اُن کا وار ہمیشہ ہدف پر ہی جا کر لگتا تھا۔وہ سفید لبادہ پہنتے تھے جو برفانی علاقوں کے لیئے اِس لیئے مناسب تھا کہ دُشمن کو سفید برف کے باعث ملیشیا کے سپاہی صاف دِکھائی نہیں دیتے تھے۔وہ گھوڑے کی باگ کو ایک بازو پر لٹکا دیتے تھے یا پھر گھوڑے کی گردن کے گرد لپیٹ کر گھوڑے کو بالکل آزاد چھوڑ دیتے تھے، سرپٹ دوڑتے گھوڑے سے لگاتار گولیاں چلاتے جاتے تھے۔وہ نہایت صحیح نشانچی تھے، فضول گولیاں چلا چلا کر ضائع نہیں کرتے تھے۔جو گولی چلاتے وہ عین نشانے پر جا بیٹھتی تھی۔''

بدیع الزّمان جنگ کے دِنوں میں اپنی جرأت کے کارناموں کے متعلق بتاتے تھے:

''مُحاصرہء بِطلِس کے دوران کمین گاہوں کی اگلی صف میں روس کے تین گولے آ کر مجھے ایسی جگہوں پر لگے جن کے باعث مَیں جان سے ہاتھ دھو سکتا تھا۔ایک گولہ تو میری شلوار کو پھاڑتا ہوا میرے دونوں پاؤں کے درمیان سے گزر گیا۔اُن دِنوں میری روحانی حالت یہ تھی کہ مَیں اُس خطرناک صورتِ حال میں بھی خندق کے اندر گھُس کر بیٹھنے کی ذلّت گوارا نہیں کرتا تھا۔پچھلی صفوں سے جب کمانڈر کیل علی اور گورنر ممدوح بے نے سُنا تو اُنہوں نے کہا: ''اللہ کی پناہ! اُسے کہیں یا پیچھے چلا آئے یا پھر خندق کے اندر جا کر بیٹھے!'' اِس کے باوجود مَیں نے اپنی اُس جوانی کی پُر ذوق زندگی کی حفاظت کے لیئے کوئی کوشش نہ کی، یہ کہتے ہوئے کہ ''اُن کافروں کے گولے ہماری جان نہیں لے سکتے۔''۔۔۔۔'' (۲۳)

وان کے علاقے کی لڑائیوں میں شامل علی چاوش جو بدیع الزّمان کے اوّلین طلباء میں سے تھا اور اُن کی خدمت پر مامور تھا وہ ملیشیا رجمنٹ کمانڈر بدیع الزّمان کے بارے میں کہتا ہے:

Marfat.com

''وہ ارضِ روم میں چھ ماہ تک پاسنلیر (Pasinler) کے محاذ پر جنگ میں حصہ لینے کے بعد وان آ گئے۔ اُس زمانے میں آرمینیوں نے تُرکوں کا قتلِ عام شروع کر رکھا تھا۔ یہ قتلِ عام ایک ماہ تک جاری رہا۔ اُن دِنوں لوگوں نے علاقے سے ہجرت کرنی شروع کر دی تھی۔

وان مکمل طور پر خالی ہو چکا تھا۔ اُستاذ وان کے گورنر کے ہمراہ پیچھے ہٹ کر ضلع گواس (Gevas) میں آ گئے اور یہاں اُنہوں نے ملیشیا رجمنٹ کھڑی کی۔ کچھ سرحدی پولیس اور کچھ فوجیوں کی مدد سے روسیوں کے خلاف شدید لڑائی کی ابتداء کی۔ ان جھڑپوں کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اتنا وقت حاصل کر لیا جائے جو لوگوں کے علاقے سے پیچھے ہٹنے کی سکیم کو کامیابی سے ہمکنار کرا سکے۔ اگر بدیع اُلزّمان یہ ملیشیا رجمنٹ کھڑی کر کے روسیوں کے خلاف شدید دفاعی جنگ لڑ کر مہاجرین کے انخلاء کے لیئے ضروری وقت نہ نکالتے تو شاید وان کا علاقہ پورے کا پورا روسیوں کے قتلِ عام کا شکار ہو جاتا۔

ایک ہفتے کی شدید مزاحمت سے وان کے عوام کے لیئے مطلوبہ وقت حاصل ہو گیا اور تمام لوگ بہت کم جانی نقصان برداشت کرتے ہوئے کامیابی سے ہجرت کر گئے۔ وان خالی ہونے کے بعد بطلِس کے ضلع خزان میں آرمینیوں کی طرف سے عوام کے قتلِ عام کو روکنے کا فرض اِس رجمنٹ کو سونپ دیا گیا۔ تین ماہ تک جاری رہنے والی شدید جنگ کے بعد خزان میں آرمینی بغاوت مکمل طور پر غیر مؤثر بنا دی گئی۔ بدیع اُلزّمان موسمِ سرما میں بطلِس آ گئے۔ اپنی ملیشیا رجمنٹ نئے سرے سے کھڑی کی۔ جن دِنوں رجمنٹ کے کھڑا کیئے جانے کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا اُنہیں دِنوں اطلاع ملی کہ مُوش (Muş) دشمن کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ اُستادِ محترم چار سو گھڑ سواروں کو لے کر اُدھر بھاگے۔ روسیوں کے مُوش کے مرکز میں گھُس جانے کے باعث وہاں کے اہالی اپنے بال بچّوں سمیت برف سے ڈھکے پہاڑوں میں جمع ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ چودہ توپیں اور گولے بارود کی ایک اہم مقدار بطلِس۔ تاتوان روڈ پر متعیّن انتظامی رجمنٹ تک پہنچائیں۔ اِسی دوران روسیوں کے تین اطراف سے بیک وقت شروع کیئے ہوئے

Marfat.com

حملوں کے نتیجے میں وہ بطلس کے درّے میں محصور ہو گئے۔ایک ہفتے تک جاری رہنے والی شدید جھڑپوں کے اختتام پر روسی' تاتوان سڑک کے راستے پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔بدیع الزّمان تین گولیوں کا نشانہ بن چکے تھے۔اِن میں سے ایک اُن کے خنجر کے دستے پر' دوسری عین اُن کی تمباکو والی پوٹلی پر اور تیسری اُن کے داہنے کندھے پر لگی تھی۔

روسیوں نے دوسری مرتبہ گُزیل دیرے (Güzel Dere) کی لائن سے بطلس۔سِعرت روڈ کاٹ دی اور عربوں کے پُل تک کے علاقے پر قابض ہو گئے۔آدھی رات کے بعد اُنہوں نے دائیں طرف سے بطلس پر حملہ کر دیا۔بڑی شدید جھڑپیں ہوئیں۔اِن جھڑپوں کے دوران اُستاد کے اِرد گرد اُن کے گراں قدر شاگردوں کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی۔اُن کا نہایت چہیتا بھتیجا عُبید بھی اِن میں شامل تھا۔(۲۴)

ب) جنگ کے دوران زخمی ہونا اور اسیری

بطلس کی دفاعی جنگ کے دوران بدیع الزّمان کے ساتھی اُن کے ایک شاگرد مُلّا مُنوّر' اُن کے جنگی قیدی بن جانے والے دنوں کو یوں بیان کرتے ہیں:

''بطلس میں اُستاد کے ساتھ اُن کے شاگردوں میں سے بس ہم چند طلباء ہی باقی رہ گئے تھے۔ہمارے باقی سب دوست شہید ہو چکے تھے۔رات کے وقت ایک اونچی دیوار سے چھلانگ لگاتے ہوئے اُستاد کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔وہ اضطراب میں ہوتے ہوئے کبھی شکایت نہیں کرتے تھے۔یہاں تک کہ ''اُف'' تک نہیں کہتے تھے۔ہم چھتیس گھنٹے سخت سردی' برف اور کیچڑ میں ایک غلام گردش میں پھنسے رہے تھے۔وہاں سے تھوڑی دور روسیوں کے گارڈ دِکھائی دیتے تھے۔کچھ دیر ہم اِس خواہش میں رہے کہ ہم میں سے ایک ایک بندہ جائے اور اُن محافظوں کو باری باری اُٹھا کر غلام گردش میں لے آئے اور یہاں اُسے خنجر سے مُردار کر دیا جائے۔مگر اُستاد نے ہمیں اِس خیال سے اِس بات کی اجازت نہ دی کہ کہیں اِس عمل کے دوران ہم نقصان نہ اٹھا

Marfat.com

لیں۔ہمیں غلام گردش میں روسی سپاہیوں کے پاؤں کی آہٹ تک سنائی دیتی تھی۔

اِسی دوران اُستاد نے ہمارے ایک ساتھی عبدالوہاب سے کہا: ''تم چُست انسان ہو' بھاگ کر جاؤ اور ہتھیار ڈال دو۔آرمینیوں کے ہتھے نہ چڑھ جانا۔بعد میں ہم بھی وہاں پہنچ کر ہتھیار ڈال دیں گے۔'' ہمارے ساتھی عبدالوہاب نے یوں ہی کیا۔تھوڑی دیر بعد روسی آئے اور ہمیں پکڑ کر وہاں لے گئے جہاں اُن کا کمانڈر موجود تھا۔''

بدیع الزّمان نے زخمی حالت میں اپنے طلباء سے کہا: ''دوستو! تم نے پیچھے نہیں رکنا۔۔۔مَیں نے تم پر اپنا حق حلال کیا۔تم لوگ مجھے یہیں چھوڑ دو اور خود یہاں سے بچ نکلنے کی کوشش کرو!'' اِس پر اُن کے جانثار دلیر طلباء نے کہا:

''ہم آپ کو اِس حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔اگر ہم نے شہید ہونا ہے تو بھی ہم آپ کی خدمت کرتے ہوئے ہی شہید ہوں گے۔'' اور یوں وہ سب وہیں رکے رہے۔بعد ازاں روسیوں نے اُنہیں قیدی بنا کر وان' جلفا' طِبلِس' کلو غریف کے راستے کوسترِ ما روانہ کر دیا۔

روسی اچھی طرح جانتے تھے کہ مشرق میں بدیع الزّمان کا خاصہ اثر و رسوخ ہے۔چنانچہ اُنہیں کوسترِ ما روانہ کرنے سے پہلے روسیوں نے سرحدی علاقے میں روس کے بعض حمائتیوں کو قبیلوں کا سردار مقرر کر دیا تا کہ اُنہیں سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔۔جن دِنوں بِطلِس میں پاؤں ٹوٹ جانے کے بعد بدیع الزّمان قید ہو گئے تھے اور اُنہیں سائبیریا روانہ کرنے کی نیّت سے وان بھیجا گیا تھا' اُن دِنوں روس کے بعض اتحادی آغاؤں نے اُن سے کہا تھا: ''ہم تمہیں روسی کمانڈر سے واپس لے لیں گے' بشرطیکہ تم ہمارے سردار بن کر ہمارے دعوے کی پیروی کرو!''

بدیع الزّمان نے اِس موضوع پر تمام منصوبوں کو سختی سے رَد کر دیا اور یہ کہہ کر روسیوں کا آلۂ کار بننے سے انکار کر دیا کہ ''مَیں مسلمان تُرک قوم کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔'' (۲۵)

Marfat.com

اُس زمانے کی اتحاد و ترقی پارٹی کی حکومت نے بدیع الزّمان کی اسیری میں گہری دلچسپی لی اور اُن سے اپنے روابط منقطع نہ کیئے۔ بدیع الزّمان وقتاً فوقتاً حکومت کو روسیوں کے بارے میں جنگی حکمتِ عملی کے نقطہء نظر سے نہایت اہم معلومات روانہ کرتے رہے۔اُنہوں نے کسی ذریعے سے انور پاشا کو یہ خبر بھی پہنچائی کہ روس میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اندرونی خلفشار جوش کھا رہا ہے۔اور یہ کہ بالشویکی انقلاب بالکل نزدیک آچکا ہے۔اسیری کے دِنوں میں بدیع الزّمان کے حکومت کے ساتھ روابط جاری رہنے کے بارے میں درجِ ذیل تحریرُ اُنہیں مہیّا کی جانے والی مالی امداد کے متعلق ہے۔

۷ستمبر۱۳۳۲ تاریخی قلمِ مخصوص کے ۷نمبر حکم نامہِ نظارت پناہ کا جواب:

”طِفلِس میں اسیری کی حالت میں رہائش پذیر بدیع الزّمان سعید نُورسی آفندی کو ارسال کرنے کے لیئے افسرِ خصوصی کے ذریعے بھیجے گئے ساٹھ لیرے وصول کر کے رسید مذکورہ افسرِ خصوصی کے حوالے کر دی گئی اور متذکرہ رقم کے عوض ۱۲۵۴ مارک اسیرِ متذکرہ بالا کو ارسال کر دیئے گئے ہیں۔اِس سلسلے میں حضورِ والا کے مزید حکم و احکام کا منتظر ہوں۔۱۰ ستمبر۱۹۱۴ عثمانی ہلالِ احمر کے صدر کے نام پر۔“

ت) کوسٹرما میں اسیری کی زندگی

بدیع الزّمان نے کوسٹرما میں، جو سائبیریا کے اندرونی حصّے میں واقع ہے اور جہاں طِفلِس کے راستے پہنچا جا سکتا ہے، کوئی ڈھائی سال کے لگ بھگ عرصہ گزارا۔بدیع الزّمان، جنہوں نے اپنی ساری عمر فی سبیلِ اللہ قرآن پڑھانے اور اِسلام اور سنّتِ کبیر کے احیاء پر قربان کر دی، اُنہوں نے قیدیوں کے کیمپ میں بھی اپنی واعظانہ سرگرمیاں جاری رکھیں۔یہاں کی

Marfat.com

سرگرمیوں کے بارے میں وہ مندرجہ ذیل اطلاعات بہم پہنچاتے ہیں:

''روس میں کوسترما کے مقام پر ہم نوے قیدی افسروں کے ہمراہ ایک ہی بیرک میں رہتے تھے۔ مَیں کبھی کبھی اُن افسروں کو درس دیا کرتا تھا۔ ایک روز ایک روسی کمانڈر آیا اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا' پھر بولا: ''یہ کُرد رضا کار رجمنٹ کمانڈر کی حیثیت سے ہمارے سپاہیوں کو ہلاک کرتا رہا ہے اور اب یہاں سیاسی سبق پڑھاتا ہے۔ مَیں پابندی لگا رہا ہوں کہ یہ شخص یہاں درس نہ دے۔'' دو روز بعد وہ پھر آیا اور بولا:

''مَیں مانتا ہوں کہ تمہارا درس سیاسی نہیں ہے' شاید دِینی نوعیت کا ہے یا اخلاقی درس ہے۔ اِس لیے تم درس جاری رکھ سکتے ہو۔'' یہ کہہ کر اُس نے اجازت دے دی۔

ایک روز روسی کمانڈر انچیف نِکولا نِکولا وچ قیدیوں کے معائنے کے لیے آیا۔ بدیع اُلزّمان کے آگے سے گزرتے ہوئے اُنہوں نے اُسے کوئی اہمیت نہ دی اور بیٹھے رہے۔ کمانڈر انچیف نے یہ بات نوٹ کر لی۔ وہ کسی بہانے ایک مرتبہ پھر اُن کے آگے سے گزرا۔ یہ پھر بھی ٹَس سے مَس نہ ہوئے۔ تیسری مرتبہ وہ اِن کے آگے سے گزرتے ہوئے رُک گیا۔ ایک ترجمان کی وساطت سے اِن دونوں میں یہ گفتگو ہوئی:

''کیا اِنہوں نے مجھے پہچانا نہیں؟''

''ہاں' مَیں نے پہچان لیا ہے۔ یہ نِکولا نِکولا وچ ہے۔ زار کا ماموں۔ یہ کاکیشیا محاذ کا کمانڈر انچیف ہے۔''

''تو پھر اِنہوں نے میری بے عزتی کیوں کی ہے؟''

''جی نہیں' معاف کیجئے' مَیں نے اِن کی کوئی بے عزتی نہیں کی۔ مَیں نے وہی کچھ کیا ہے جس کا حکم ہماری مقدس کتابیں دیتی ہیں۔''

''کیا حکم دیتی ہیں مقدس کتابیں؟''

Marfat.com

''مَیں ایک مسلمان عالم ہوں۔ میرے دِل میں ایمان بھرا ہوا ہے۔ جس شخص کے دِل میں ایمان ہوتا ہے وہ ایک ایسے شخص سے اعلیٰ ہوتا ہے جس کے دِل میں ایمان نہ ہو۔ اگر مَیں اِن کے لیئے کھڑا ہو جاتا تو گویا اپنی مقدس کتابوں کی بے حُرمتی کر رہا ہوتا۔ اِسی لیئے مَیں اُٹھ کر کھڑا نہیں ہوا۔''

''تو اِس صورت میں اِس نے مجھے بے ایمان کہہ کر میری' ہماری فوج کی' میری قوم کی اور خودزار کی حقارت کی ہے۔ اِس کا فوراً فوجی عدالت میں کورٹ مارشل کیا جائے۔''

اِس حکم کے مطابق ایک فوجی عدالت تشکیل دے دی گئی۔ ہیڈ کواٹر میں موجود تُرک' جرمن' اور آسٹریا کے افسروں نے فرداً فرداً بدیع الزّمان سے درخواست کی کہ کمانڈر انچیف سے معافی مانگ لیں۔ بدیع الزّمان نے اُنہیں یہ جواب دیا:

''مَیں دیارِ آخرت میں جانے اور وہاں رسولؐ اللہ کے حضور میں پہنچنے کا خواہشمند ہوں۔ اِس کے لیئے مجھے ایک پاسپورٹ کی ضرورت ہے۔ مَیں اپنے ایمان کے خلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔''

اِس جواب کے سامنے کوئی بھی اپنی آواز بلند نہ کر سکا۔ مقدمہ ختم ہونے پر روس کے زار اور روسی فوج کی حقارت کے الزام میں اُن کے خلاف موت کی سزا سُنا دی گئی۔ جب اِس سزا کا نفاذ ہونے کو تھا تو نِکولا نِکولاوِچ بدیع اُلزّمان کی بے پرواہی اور اصیل طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اِس نتیجے پر پہنچا کہ اِس شخص کے دِل کا ایمان بے حد مضبوط ہے۔ اِس پر وہ بدیع اُلزّمان سے یوں مخاطب ہوا:

''مجھے معاف کر دیجیئے! مَیں اِس خیال میں تھا کہ آپ نے میری حقارت کی نیّت سے یہ حرکت کی تھی۔ چنانچہ مَیں نے آپ کے خلاف قانونی کاروائی کی۔ لیکن مجھے اب سمجھ آیا کہ آپ نے یہ حرکت اپنے ایمان کے باعث کی تھی۔ اور آپ اپنی مقدس کتابوں کے حکم پر عمل کر رہے ہیں۔ آپ کے خلاف دیا گیا فیصلہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔ آپ اپنے

Marfat.com

زُہد کے لحاظ سے قابلِ ستائش ہیں۔مَیں نے آپ کو تکلیف پہنچائی' اس کے لیئے آپ سے بار بار درخواست کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دیجئے گا۔'' یہ کہتے ہوئے اُس نے معاملہ داخل دفتر کر دیا۔''(۲٦)

جب تک یہ واقع تیس سال بعد اخبارات میں شائع نہ ہوا' بدیع الزّمان نے اِس کے بارے میں کبھی ذکر نہ کیا۔ جب جنگ کی ایک یادداشت کے طور پر یہ واقع دوسرے لوگوں کی طرف سے بیان کیا گیا تو پھر بھی اُنہوں نے اِسے کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے ایمان اور قرآن کی خدمت کی جانب توجہ مبذول کروائی' اور یہی اُن کا اصل فرض تھا۔''اسیری کا وہ حادثہ بالکل درست تھا' مگر میری کوئی شہادت نہ ہونے کے باعث میں نے اُسے تفصیلی طور پر کبھی بیان نہیں کیا تھا۔ مجھے صرف یہ معلوم نہیں تھا کہ فوج کا ایک دستہ مجھے پھانسی دینے کے لیئے بُلا لیا گیا تھا۔ یہ بات مجھے بعد میں پتہ چلی۔ اور روسی کمانڈر نے مجھ سے معافی مانگنے کے لیئے روسی زبان میں بہت کچھ کہا تھا جس کی مجھے سمجھ نہ آسکی۔ تو گویا وہاں موجود مسلمان کپتان' جس نے اِس واقعے کی اطلاع ناجائز طور پر اخبارات کو بھی دی' سمجھ گیا تھا کہ کمانڈر بار بار''معاف کردو' معاف کردو'' کے الفاظ ادا کر رہا تھا۔''

بدیع الزّمان کوسٹر ما میں گزارے ہوئے دِنوں کے متعلق اپنی یادداشتوں کے ایک اَور حصّے میں' جو بعد میں ''لمحات'' کے نام سے ترتیب دیا گیا تھا' اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''جنگِ عظیم میں قید کے دوران مَیں روس کے صوبے کوسٹر ما میں تھا جو روس کے شمال مشرقی حصّے میں خاصہ دور واقع تھا۔ وہاں تاتاریوں کی ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو مشہور دریا وولگا کے کنارے واقع تھی۔ قیدی افسران' جن کے ساتھ میری وہاں دوستی ہوگئی تھی' اُن کے درمیان مجھے کچھ گھبراہٹ سی ہوتی تھی۔ مجھے تنہائی کی تلاش تھی۔ اجازت کے بغیر باہر گھوم نہیں سکتا تھا۔ تاتاری محلّے والوں نے ضمانت دے کر مجھے دریائے وولگا کی ایک چھوٹی سی مسجد کے لیئے رکھ لیا۔ مَیں مسجد میں اکیلا سوتا تھا۔ بہار قریب آرہی تھی۔ اُس شمالی برِّ اعظم کی بے انتہا لمبی راتوں میں مجھے بڑی دیر

Marfat.com

جاگتے رہنا پڑتا تھا۔ اُن اندھیری راتوں اور اندھیرے پردیس میں دریائے وولگا کے بہتے پانیوں کی حزین آواز' بارش کی بوندوں کی رقّت بھری پھوار' اور ہوا کی فراق زدہ لہریں مجھے غفلت کی گہری نیند سے وقتی طور پر جگا دیتیں۔ اگرچہ مَیں اُس وقت اپنے آپ کو بوڑھا نہیں سمجھتا تھا مگر جس کسی نے بھی جنگِ عظیم دیکھ لی وہی بوڑھا ہو جاتا تھا۔۔۔ گویا ایسے لوگ ''ایک دِن جو بچوں کو بوڑھا بنا دیتا ہے۔'' (۲۷) کے بھید کے مظہر ہوتے ہیں۔ (یعنی قیامت کا دن ایسا ہوتا ہے جو بچوں کو بچپن سے سیدھا بُڑھاپے تک پہنچا دیتا ہے۔) اسی طرح مَیں چالیس برس کی عمر میں ہی اپنے آپ کو اسّی سالہ محسوس کرتا تھا۔ اُس طویل اندھیری رات میں' پردیس کی غمگین زندگی اور حزین ماحول میں مَیں اپنی زندگی اور وطن دونوں کی طرف سے مایوس سا ہو گیا تھا۔ جب مَیں اپنی لاچاری اور تنہائی کی طرف دیکھتا تو میری اُمیدیں ختم ہو جاتیں۔ اُس حالت میں قرآنِ حکیم کی طرف سے مجھے مدد ملی۔ میری زبان نے کہا: ''حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعمَ الوکیل'' (۲۸) اور میرے دِل نے روتے ہوئے کہا:

''مَیں پردیسی ہوں' لاوارث ہوں' کمزور ہوں' لاغر ہوں' تیری پناہ مانگتا ہوں' تیری مدد کا متمنّی ہوں۔ مددِ اِلٰہی تیری ہی درگاہ سے آتی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میری روح بھی اپنے وطن کے پرانے دوستوں کے متعلق سوچ کر پردیس میں اپنی موت کے خیال کو سامنے لائی اور نیاز مصری کی طرح اُن دوستوں کو یہ کہتے ہوئے ڈھونڈنے لگی:

دُنیا کے غموں سے گزر کر عدم کی طرف پرواز کرتے ہوئے
ہر لمحہ شوق سے اُڑتے اُڑتے ''دوست اَے دوست'' پکارتا ہوں!

بہر حال۔۔۔ پردیس میں اُس حزین' پُر رقّت' فُرقت کی لمبی رات میں میری بے بسی اور عجز درگاہِ اِلٰہی میں اتنا بڑا وسیلہ' اتنا موثر سفارشی بن گیا کہ مَیں اب تک حیرت زدہ ہوں۔ کیونکہ چند ہی روز بعد' ایک ایسی صورتحال پیدا ہو گئی جس کی مجھے امید بھی نہیں تھی۔ مَیں روسی زبان نہ جانتے ہوئے بھی' ایک ایسی جگہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا جہاں سے پیدل چلیں تو اِنسان ایک سال سے پہلے اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میری کمزوری اور لاچاری کے پیشِ نظر عنایتِ

Marfat.com

اِلٰہی کی مدد سے مَیں ایک غیر معمولی طریقے سے بچ کر نکل آیا۔ دُور دار سا اور آسٹریا سے ہوتا ہوا استنبول جا پہنچا۔ یہ واقعی ایک معجزہ تھا کہ مَیں اتنی آسانی سے بچ کر آ گیا۔ مَیں نے بڑی سہولتوں اور آرام سے ایک ایسا سفر طے کر لیا جو روسی زبان جاننے والے دلیر اور نہایت چالاک قسم کے لوگ بھی طے کرنے میں ناکام رہ چکے تھے۔(۲۹)

ث) قید سے رہائی

بدیع الزّمان نے قید سے اپنی رہائی کے متعلق اپنے بعض قریبی لوگوں کو بتایا:

''جب میں روس میں قیدی تھا اور جن دِنوں میرا وہاں سے فرار ہونے کا ارادہ تھا اُنہی دِنوں عربی لباس میں ملبوس ایک شخص نے' جو ہر وقت اندر باہر آتا جاتا رہتا تھا ایک دِن مجھ سے پوچھا: ''کیا تم یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہو؟''

مَیں نے کہا: ''چاہتا تو ہوں مگر یہاں سے بھاگوں کیسے؟ کیمپ کے اِرد گرد کی دیوار کو کیسے عبور کروں؟''

اُس نے کہا: ''یہ کام تو آسان ہے۔ مَیں تمہیں اپنا لباس دے دُوں گا' یہ پہنو اور نکل جاؤ۔ کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ مَیں تمہیں دیوار سے باہر مِل کر فرار ہونے کا راستہ سمجھا دُوں گا۔''

مَیں نے اُس کے کپڑے پہنے اور دروازے سے گزر کر دیوار کے اُس پار چلا گیا۔ کسی نے کچھ نہ کہا۔ پھر وہ شخص آیا مَیں نے اُس کا لباس واپس کیا۔ اُس نے مجھے راستہ سمجھایا۔ مَیں چلتا گیا' چلتا گیا اور پھر ایک جنگل میں گھُس گیا۔ وہاں مَیں راستہ بھی بھول گیا اور سمت بھی۔ وہاں مجھے چارہ کھاتی ایک گائے دِکھائی دی۔ مَیں نے سوچا یہ جانور یقیناً مجھے انسانی بستی کی نشان دہی کرے گا۔ مَیں نے اُسے ہانکا اور اُس کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دور جانے کے بعد ہم ایک غار کے پاس پہنچے۔ حیوان غار کے اندر گھُس گیا۔ مَیں بھی اُس کے پیچھے پیچھے غار میں داخل ہو گیا۔ اندر ایک پیرِ فانی مِلا۔ مَیں نے اُسے سلام کیا۔ اُس نے میرا نام' ولدیت' لقب وغیرہ پوچھ

Marfat.com

کر ''وعلیکم السلام'' کہا، مجھے بٹھایا اور کہا: ''یقیناً تمہارا پیٹ خالی ہوگا۔ مگر میری روٹی تو ختم ہو چکی ہے۔ مَیں تمہیں اپنی اِس گائے کا کچھ دودھ دوہ دیتا ہوں، تم وہ پی لو۔'' مَیں دودھ پی چکا تو اُس نے مجھے کہا: ''تمہیں بہت بڑی مصیبتوں اور آفات کا سامنا ہوگا۔ اُن کو دور کرنے کے لیئے تین باتیں ضروری ہیں:

پہلی یہ کہ ہر جگہ بآوازِ بلند اذانِ محمدیؐ بلند کرنا۔

دوسری: باجماعت نماز ادا کرنا۔

تیسری: قرآن کا درس دینا اور درس لینا۔

پھر اُس بزرگ ہستی نے مجھے راستہ سمجھایا۔ مَیں اُس سے اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوگیا۔ (۳۰)

ساری زندگی غوثِ اعظم حضرت عبدالقادر جیلانی کی معنوی حمائت سے استفادہ کرتے رہنے والے بدیع الزّمان قید سے اپنی معجزانہ نجات کو بھی اُنہی کی کرامت لکھتے چلے آئے ہیں۔

۱۱۔ اسیری سے واپسی پر استنبول کی زندگی

بدیع الزّمان لینن گراڈ کے مقام سے جرمنی میں داخل ہوئے اور پھر کچھ عرصہ جرمنوں کے ہیڈ کوارٹر میں ٹھہرے رہے۔ پھر پیٹرس برگ کے راستے وارسا پہنچے۔ ویانا دیکھنے کے بعد صوفیہ سے ریل کے ذریعے جون ۱۹۱۸ میں استنبول جا پہنچے۔ اُن کی استنبول آمد کی خبر مختلف اخبارات نے یوں دی:

''جناب بدیع الزّمان کُرد جو کُردستان کے علماء میں سے ہیں، اور جو اپنے طلباء کے ساتھ کاکیشیا کے محاذ پر جنگ میں حصہ لیتے ہوئے روسیوں کے ہاتھوں قیدی بن گئے تھے، بالآخر ہمارے شہر میں واصل ہوگئے ہیں۔''

اُن کا دوبارہ استنبول کو شرف بخشنا اہلِ علم اور عوام کے لیئے نہایت خوشی کا باعث

Marfat.com

بنا۔ اُنہیں اطلاع دیئے بغیر اُنہیں شیخ الاسلام کے محکمے سے ملحقہ ''دارالحکمت الاسلامیہ'' (۳۱) کا ممبر مقرر کر دیا گیا اور ساتھ ہی ''رُتبہءِ مخرج'' (۳۲) سے بھی نوازا گیا۔

اُنہیں شیخ الاسلام کے محکمے کے ذریعے رُتبہءِ مخرج عنایت کی جانے کی اطلاع جس تحریر کے ساتھ بھیجی گئی تھی اُس کے الفاظ یہ تھے:

''جناب کے عہدہءِ فضیلت کو رُتبہءِ مخرج عنایت کی جانے کی تجویز مہینے کی ۱۸ تاریخ ۱۳۳۷ کے دِن حضرتِ خلافت پناہ کے اِرادہءِ علوی کی جانب سے منظور کر لی گئی ہے۔''

اسیری کے گہرے دھچکے کے باعث وہ کچھ عرصہ تک اپنے نئے فرائضِ منصبی انجام دینے سے قاصر رہے۔ کئی مرتبہ اُنہوں نے اِس کام سے استعفیٰ دینے کی بھی کوشش کی مگر دوستوں نے اُنہیں روکے رکھا۔ اِس پر اُنہوں نے دارالحکمت میں اپنی نئی ذمہ داریاں جاری رکھیں۔ اِس دور میں استنبول میں انگریزوں کا اثر و رسوخ خاصا مضبوط تھا۔ حکومت کے باقی شعبوں کی طرح دارالحکمت کو بھی سیاسی مقاصد کے لیئے استعمال کرنے کے خواہشمند طبقوں کی مخالفت کرنے والوں میں بدیع الزّمان ہمیشہ حاضر رہتے۔ کیونکہ اُنہوں نے اپنا کفن گردن میں لٹکا رکھا تھا اور موت کے لیئے ہر دم تیار رہتے تھے۔ وہ دارالحکمتِ اسلامیہ میں فولاد کی طرح مقابلے میں ڈٹے رہتے تھے۔ بیرونی اِدارے اِس محکمے کو اپنا آلہ کار نہیں بنا سکتے تھے۔ جھوٹے فتووں کے خلاف یہ شعبہ کسی کی پرواہ کیئے بغیر مقابلہ کرتا رہتا۔ جب کبھی کوئی ایسی تحریک سر اُٹھاتی جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے قابل ہوتی تو اس تحریک کی کمر توڑنے کے لیئے یہ شعبہ بڑی موثر کتابیں شائع کرواتا۔

جتنا عرصہ بدیع الزّمان دارالحکمت میں کام کرتے رہے وہ دِین کے لیئے اپنی تہہِ دِل سے کی گئی جنگ اور اپنے مشاہدات کو قلمبند کرتے رہے۔ اِس دور کی پیداوار کتابیں اور دیگر تحریریں آئندہ ایک بلند قامت درخت کی شکل میں ظہور پذیر ہونے والے رسالاتِ نُور کے بیجوں کی نوعیت کی حامل تھیں۔

Marfat.com

۱) ابتدائی تحریروں کی اشاعت

بدیع الزّمان کے اپنے بیان کے مطابق پرانے سعید سے سعیدِ نو بننے تک کے عبوری دور میں اُن کی لکھی گئی تحریریں سب سے پہلے استنبول میں شائع ہوئیں۔ان کی اشاعت کے بارے میں اُن کے بھتیجے عبدالرحمٰن کی فراہم کردہ معلومات یہ ہیں:

''مَیں نے اُن کے حال پرغور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ اپنے آپ کوضرورت سے زیادہ اخراجات کے بوجھ تلے نہیں لاتے تھے۔جو لوگ اُن سے پوچھتے کہ آپ مالی لحاظ سے اِس طرح کی زندگی کیوں بسر کر رہے ہیں تو اُنہیں یہ جواب مِلتا: ''مَیں سوادِ اعظم کے تابع رہنا چاہتا ہوں (یعنی جس طرح مسلمانوں کی اکثریت رہتی ہے اُسی طرح رہنا چاہتا ہوں) اور مسلمانوں کی اکثریت صرف اِتنا ہی کما سکتی ہے (کہ وہ کم خرچ پر گزارہ کر سکے)۔مَیں فضول خرچی کرنے والی اقلیت کا تابع نہیں رہنا چاہتا۔''

دارالحکمت سے ملنے والی تنخواہ سے ضروری رقم علیحدہ کر کے باقی ماندہ رقم میرے حوالے کر کے وہ کہا کرتے تھے: 'اِسے سنبھال کر رکھو!' مَیں نے بھی ایک سال کے عرصے میں فالتو بچی ہوئی رقم ساری کی ساری اِس خیال سے خرچ کر ڈالی کہ یہ میرے تایا جی کی مجھ پر شفقت کے باعث عنایت کردہ رقم ہے' اور پھر اُنہیں تو پیسے سے نفرت ہے۔مَیں نے یہ حرکت اُنہیں بتائے بغیر ہی کی تھی۔بعد میں اُنہوں نے مجھے بتایا: 'یہ رقم ہمارے لیئے حلال نہیں تھی۔یہ ملت کا مال تھا' تم نے اِسے کیوں خرچ کر ڈالا؟ اگر یہ بات ہے تو مَیں نے بھی تمہیں اپنی وکالت سے معزول کر کے یہ کام خود سنبھال لیا ہے!'

بعد میں ایک روز اُنہوں نے مجھ سے کہا: 'جاؤ اور فلاں چھاپہ خانے کے ڈائریکٹر کو بلا لاؤ!' مَیں گیا اور اُسے بلا لایا۔وہ آ گیا۔اُسے اپنی تحریریں دیتے ہوئے اُنہوں نے مجھ سے کہا: 'عبدالرحمٰن! وہ پیسے لاؤ جو تم نے جمع کر رکھے ہیں اور ڈائریکٹر صاحب کو دے دو۔' مَیں نے لا کر وہ

Marfat.com

رقم دے دی۔ جب ڈائریکٹر صاحب وہ پیسے لے کر چلے گئے تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر مَیں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ چلو کتابیں بِکیں گی تو مَیں پھر اپنے پیسے جمع کر لوں گا۔

چند روز بعد اُنہوں نے پھر مجھے بھیجا اور مَیں چھاپہ خانے کے ڈائریکٹر کو بلا لایا۔ اُنہوں نے ڈائریکٹر سے کہا: 'میری کتابوں پر لکھا جائے کہ یہ کتابیں مِلّتِ اِسلامیہ میں مفت تقسیم کی جائیں گی۔' (۳۳)

چھاپہ خانے کے ڈائریکٹر کے چلے جانے کے بعد اپنے تایا جان کے لیئے میرے دِل میں سالہا سال سے جمع کی ہوئی روحانی محبت ڈگمگا گئی۔ مَیں اِتنا رویا جتنا ایک انسان رو سکتا ہے۔ مَیں نے اُن سے کہا: 'تایا جان! مَیں تھوڑی بہت رقم جمع کر رہا تھا کہ گھر لوٹیں گے تو وہاں دشمن کے قبضے کے دوران تباہ و برباد ہو کر پھر سے آزاد ہونے والے اپنے گھر بار کو شاید دوبارہ تعمیر کرا سکیں گے۔۔۔ آپ نے میری اِس امید کا بھی گلا گھونٹ دیا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے؟'

اِس پر میرے تایا جان نے گہرے تبسم سے مجھے کہا:

'میرے بیٹے عبد الرحمٰن! حکومت ہمیں بہت زیادہ تنخواہ دے رہی تھی۔ چونکہ نفس کو بھوکا رکھ کر جو کچھ بچا لیا جائے وہ بیت اُلمال کی ملکیت ہوتا ہے' اِس لیئے مَیں اِس وسیلے سے اُس فالتو رقم کو مسلمانوں کو لوٹا رہا ہوں۔ تم یہ معاملہ نہیں سمجھ سکتے۔ اگر اللہ چاہے تو اِس مقدس وطن کے ہر کونے میں تمہیں گھر عطا کر سکتا ہے۔' (۳۴)

بدیع الزّمان نے اپنے بھتیجے عبد الرحمٰن کے آنسو بہانے کے باوجود حقیقت کی طرف جانے والی راہ پر اپنے تفکّرات اور مشاہدات شائع کروائے۔ یہ کتابیں مثنوی شریف کی طرح پہلے فارسی اور پھر تُرکی زبان میں شائع ہوئیں۔ اُن کی مثنوی طرز کی کتابوں میں عربی زبان میں ''قطرے'' ''حُباب'' (یعنی بُلبُلے) ''حبۃ'' (یعنی ذرّہ، بیج)

Marfat.com

''زہرہ'' ''زرّہ'' ''شمع'' ''لمحات'' ''رشحہ'' (یعنی ٹپکنا' قطرے کی طرح گرنا) ''لاسیما'' (یعنی خاص طور پر) وغیرہ جیسے سبق شامل ہیں۔ ترکی زبان کی مطبوعہ کتابیں ''نقطہ'' اور ''لمحات'' ہیں۔ اِن میں سے صرف حُباب اور حبہ کے پرچے کا ضمیمہ انقرہ میں شائع ہوا اور باقی سب کتابیں استنبول میں شائع ہوئیں۔

ب) پرانے سعید سے سعیدِ نَو بننے تک کا عبوری دور

بدیع الزّمان کی زندگی کے اِس دوسرے قیامِ استنبول کی ایک اپنی ہی اہمیت ہے۔ اِس لحاظ سے کہ یہ اُن کی زندگی کے نقطہ ہائے اِنقلاب میں سے ایک اہم بلکہ اہم ترین نقطہ انقلاب کے لیئے تیاری کا دَور تھا۔

دریائے وولگا کے ساحل پر گزاری ہوئی لمبی راتوں میں بدیع اُلزّمان نے اِجتماعی زندگی سے مکمل طور پر کنارہ کشی کا فیصلہ کرلیا تھا۔ آیئے اُس زمانے کے بارے میں بدیع اُلزّمان کی اپنی زبان میں سنیں کہ وہ کیا کہتے ہیں:

''ہم استنبول میں اپنے مرحوم بھتیجے عبدالرحمٰن کے ساتھ چاملجا کی چوٹی پر ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے۔ میری وہ زندگی دنیاوی زندگی کی سمت میں ہم جیسے لوگوں کے لیئے سب سے خوش کُن زندگی سمجھی جاتی تھی۔ مَیں چونکہ اسیری سے رہا ہو کر آیا تھا' دارُالحکمت میں میرے علمی مسلک کے عین شایانِ شان' مجھے اپنے علم کو بہترین طریقے سے پھیلانے میں کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔ جس حیثیت اور عزت سے مجھے نوازا گیا تھا وہ میری حیثیت سے بہت زیادہ تھی۔'' ''اور پھر میری ہر شے بالکل مکمل تھی۔ میرے مرحوم بھتیجے عبدالرحمٰن جیسا نہایت ذہین اور وفادار' طالبِ علم اور خدمت گُزار سیکریٹری بھی اور اپنی معنوی اولاد بھی اپنے ہمراہ تھی۔'' ''میری حالت یہ تھی کہ مجھے نہایت اہم شان و شرف حاصل تھا' یہاں تک کہ خلیفۂ شیخ اُلاِسلام اور سپہ سالار سے لے کر

Marfat.com

مدرسے کے طلباء تک سب لوگ حد سے بڑھ چڑھ کر اپنی توجہ مجھ پر مرکوز کرتے اور اپنی عنایات سے نوازتے تھے۔ میری اس حالت کے ساتھ مل کر جوانی کی سرمستی نے میرے اندر ایک ایسی روحانی کیفیت پیدا کر دی کہ جس سے میری غفلت کی نیند بے حد دبیز ہو گئی۔ مَیں نے دنیا کو فانی اور اپنے آپ کو ایک لا یموت ہستی کی طرح دنیا سے چپکے ہوئے انسان کے طور پر دیکھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک بڑی عجیب سی کیفیت تھی جو مجھ پر طاری تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مَیں استنبول میں رمضانِ شریف کے دوران بیازید کی جامعہء مبارکہ میں مخلص حفّاظِ قرآن کو سننے کے لیئے گیا۔ قرآنِ مُعجز اُلبیان نے حفّاظ کی زبان سے بشر کے فانی ہونے اور تمام زندہ ہستیوں کے موت کے تابع ہونے کے بارے میں ایک بے حد پُر زور انداز میں ایک نہایت بلند سماوی فرمان کا اعلان کروایا۔ ''ہر سانس لینے والا موت کا ذائقہ چکھے گا۔'' یہ فرمان میرے کانوں کے راستے سیدھا میرے دل کی گہرائیوں میں یوں جا سمایا کہ اِس نے میرے غفلت' نیند اور سرمستی کے دبیز پردوں کو تار تار کر دیا۔ مَیں مسجد سے باہر نکلا تو اُس غنودگی اور نیند کے ساتھ ہی جو ایک عرصے سے میرے دماغ میں گھر کر چکی تھی' کئی روز تک اپنے آپ کو یوں کھویا کھویا سا محسوس کرتا رہا جیسے کوئی سمندری جہاز طوفان میں گِھرا' دھواں اُٹھتی آگ کا شکار' قطب نما کی غلطی سے اپنی راہ گُم کر چکا ہو۔ مَیں آئینے میں دیکھوں تو مجھے یوں لگے جیسے میرے سر کے سفید بال مجھے آگاہ کر رہے ہوں، ''خبردار! ہوشیار رہو!'' تو جناب اُن سفید بالوں کی خطرے کی گھنٹی نے صورتِ حال مُجھ پر واضح کر دی۔ مَیں نے دیکھا کہ جوانی جس پر مجھے اتنا بھروسہ تھا اور جس کے مزوں سے مَیں پاگل ہوا جاتا تھا' مُجھے الوداع کہہ رہی ہے' اور دنیاوی زندگی جس کی محبت میں مَیں بُری طرح اُلجھا ہوا تھا' بُجھنا شروع ہو گئی ہے اور یہ دنیا جس کا مَیں عاشق ہو چکا تھا مجھے خیرباد کہہ رہی ہے اور ساتھ ہی مجھے آگاہ کر رہی ہے کہ تم اِس مسافر خانے سے چلے جاؤ گے۔ وہ خود بھی ''خدا حافظ'' کہہ کر رخصت ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔

Marfat.com

مَیں نے سوچا کہ مَیں تین طرف سے مسافر ہوں۔جس طرح اِس عارضی منزل پر مُسافر کی طرح مقیم ہوں اِسی طرح اِستنبول میں بھی اور اِس دنیا میں بھی مُسافر ہی ہوں۔اور مُسافر کو چاہیے کہ وہ اپنی آگے کی راہ کو مدِ نظر رکھے۔جس طرح مَیں بِالآخر اِس کمرے سے رخصت ہو جاؤں گا' اِسی طرح استنبول سے بھی اور پھر ایک دن آئے گا جب اِس دنیا سے بھی چلا جاؤں گا۔

اِس اندوہناک صورتِ حال کے مقابلے میں قرآن سے جاری ہونے والے نور نے یہ تنبیہ کی کہ: شمال مشرق میں کوسٹر ما کے مقام پر پردیس میں قیام کے دوران دو قیدی افسر تمہارے دوست تھے۔یقیناً تمہیں اِس بات کا علم تھا کہ وہ دوست بھی استنبول جائیں گے۔ان میں سے اگر ایک تمہیں پوچھتا کہ ''تم وہیں رہ جانا پسند کرو گے یا استنبول جانے کو ترجیح دو گے؟'' تو اگر تم میں ذرّہ بھر عقل بھی ہوتی تو تم بڑے آرام اور مزے سے استنبول جانا قبول کر لیتے کیونکہ تمہارے ایک ہزار ایک دوست احباب میں سے نَو سو ننانوے استنبول میں مقیم ہیں۔باقی جو یہاں رُکے رہیں گے وہ بھی آخر کار وہیں جائیں گے۔تمہارے لیئے استنبول جانا نہ ایک حزین جُدائی ہو گا اور نہ ہی ایک المناک جدائی۔اور پھر تم جب یہاں آ ہی گئے ہو تو کیا تمہیں اِس بات کی خوشی نہیں ہوئی؟ تم اِس دشمن کے دیس کی کالی سیاہ لمبی راتوں سے' اور نہایت ٹھنڈی طوفانی سردیوں سے نجات پا چکے ہو۔دنیا کے اِس جنت جیسے شہر استنبول میں آ گئے ہو۔یہ بالکل صحیح بات ہے کہ تمہارے بچپن سے لے کر اس عمر تک کے عزیزوں میں سے ۹۹ فی صد قبرستان جیسی جگہ جا چکے ہیں جو تمہیں خوفناک نظر آتی ہے۔اب اِس دنیا میں تمہارے ایک دو دوست ہی باقی رہ گئے ہیں۔اُنہیں بھی وہیں چلے جانا ہے۔اِس لیئے تمہاری اپنی اِس دنیا سے رخصتی فراق نہیں بلکہ وصال ہو گی۔تم اپنے بچھڑے ہوئے دوست احباب سے جا ملو گے۔وہ لوگ یعنی وہ باقی رہ جانے والی روحیں' اپنے استعمال شدہ گھروں کو خاک کے نیچے چھوڑ کر کچھ تو ستاروں میں اور کچھ عالمِ برزخ کے مختلف

Marfat.com

طبقوں میں گھوم پھر رہی ہیں۔ یہ تھی قرآن کی وارننگ۔"

اِنہی دِنوں عبدالقادر گیلانی کی "فتوح الغیب" نامی کتاب اُستاد کے ہاتھ لگی۔ اُنہوں نے اِس کتاب سے فال نکالی تو یہ تحریر سامنے آئی: "اے بے چارے انسان! تُو دارالحکمتِ اسلامیہ کے ایک رکن کے طور پر گویا ایک حکیم ہے جو اہلِ اِسلام کی معنوی بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔ حالانکہ سب سے زیادہ بیمار تُو خود ہے۔ سب سے پہلے تُو خود اپنے لیئے کوئی طبیب ڈھونڈ اور کوئی علاج حاصل کر اور اُس کے بعد اَوروں کی شفا کے لیئے کام کر۔"

اُنہوں نے اِس کتاب کو یوں پڑھ پڑھ کر اپنے معنوی زخموں کا علاج ڈھونڈا جیسے یہ اُنہی کو مخاطب کر کے لِکھی گئی ہو۔ اِسی طرح اِمام ربانی کی کتاب "مکتوبات" بھی اُن کے ہاتھ آئی اور اِس سے بھی اُنہوں نے فال نکالی۔ اِس پوری کتاب میں لفظ "بدیع الزّمان" صرف دو مکتوبات میں مِلتا ہے۔ اور وہ دونوں مکتوبات ایک ہی دفعہ اِکٹھے کُھل گئے۔ اِن کے شروع میں "مرزا بدیع اُلزّمان کے لیئے مکتوب" لکھا ہوا ہے۔ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ بدیع الزّمان کے والد کا نام بھی مرزا ہے۔ "یہ خط تو میرے ہی نام لکھے گئے ہیں۔" کہہ کر اُنہوں نے خط پڑھے۔ اِمام ربانی نے اپنے اِن خطوط میں لکھا ہے: "توحیدِ قبلہ کرو" (یعنی کِسی ایک شخص کو اپنا استاد چُنو اُسی کے پیچھے پیچھے چلو دوسروں کے ساتھ مشغول مت رہو۔" وہ ابھی اسی بات پر حیران ہو رہے تھے کہ کِس کے پیچھے چلیں کہ اُن کے دِل میں یہ بات آئی:

"اِن مختلف راہوں کا سربراہ اور اِن ندیوں کا منبع اور اِن سیاروں کا سورج قرآنِ حکیم ہے۔ حقیقی توحیدِ قبلہ تو اِسی میں ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر اعلیٰ ترین مُرشد اور مقدس ترین اُستاد تو یہی ہے۔ (۳۵)

اِس دَور میں جو روحانی اور قلبی انکشافات بدیع اُلزّمان پر ہوئے اِن کے اختتام پر وہ "سعیدِ نو" کی شکل میں دوبارہ پیدا ہونے والے تھے۔

Marfat.com

دوسالہ شدید ذہنی چِلّے کی زندگی کے بعد عقل اور دل کے باہمی اشتراک سے' شاید اِمام غزالی' مولانا جلال الدین' اور اِمامِ ربانی کی طرح روح' قلب اور عقل کی آنکھیں کھُلی رکھتے ہوئے اُن تمام مقامات پر جہاں اہلِ عشق نے اپنی عقل کی آنکھ بند کی ہوتی' وہیں پہنچ کر کھُلی آنکھوں سے تفکّر اور مشاہدہ شروع کر دیتے۔ قرآن کے درس اور ارشاد کی مدد سے اُنہوں نے حقیقت کی ایک راہ پالی۔ یہاں تک کہ "ہر شے میں ایک نہ ایک دلیل ضرور موجود ہے جو اُس (اللہ جلِ جلالہٗ) کی وحدت کی دلالت کرتی ہے۔ (۳۶) اُنہوں نے سب سے پہلے ایک ایسی راہ کھولی جو قلب اور روح کے زخموں کا علاج کرتی اور نفس کو ہر طرح کے وہم سے نجات دِلا دیتی۔ ساری تعریف اللہ ہی کے لیئے ہے جو پرانے سعید کو سعیدِ نُو بنانے جیسا اِنقلاب لائے۔"

بدیع الزّماں کا بنیادی مقصد اِنہی سطروں میں مخفی ہے۔ اُنہوں نے دنیا کی تمام لذّتوں 'رُتبوں اور شہرتوں کو اپنے اُلٹے ہاتھ سے رَد کر دیا۔ (خواہ وہ مشروع ہی کیوں نہ ہوتے) اور خود انسان کو مستقبل میں درپیش ہونے والے سفر کے بھیدوں کا کھوج لگانے میں مصروف رہے۔ وہ تمام لوگ دھوکے میں رہے جو اُن کے کِسی سیاسی مقصد یا کسی دنیاوی غرض وغایت کی تلاش کرتے رہے۔ اور جن لوگوں نے اُن کے اِن پہلوؤں کو نظر انداز کیئے رکھا وہ بھی اِس اہلیت کے حامل نہ تھے کہ اُن سے کوئی چیز سمجھ سکتے۔

جیسا کہ بدیع الزّماں نے اپنے "سعیدِ دوئم" بننے کی سرگزشت بیان کرنے والی سطور میں بھی خود اپنے ہی الفاظ میں زور دیا ہے' اِن کے اندر روحانی انقلاب آنے کے دوران اُن کا اوّلین مقصد یہ رہا تھا کہ انسان کو موت کے ہاتھوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے پھانسی لگ جانے سے نجات دِلائی جاسکے۔

خدمتِ نُور کے معنی سمجھنے کے لیئے سب سے پہلی شرط یہ رکھی جانی چاہیئے کہ انسان اپنے ایمان کی نجات کے لیئے کام کرنے کے ساتھ ساتھ یوں کام کرے کہ دوسروں کے ایمان کو

Marfat.com

بھی پختگی حاصل ہو۔اور اِس مقصد کے لیئے مطلوبہ وسائل اکٹھے کرنے کے لیئے بھی بھاگ دوڑ کرتا رہے۔انسانی کاوشوں کی قدر کا صحیح اندازہ بھی اِسی سے لگانا چاہیئے۔

ت) مستقبل اِسلام کا ہوگا

بدیع الزّمان کے استنبول میں قیام کے آخری دِن وہ تھے جو چھ سو سال پرانی سلطنتِ عثمانیہ کے بھی آخری دِن تھے۔ یہ سلطنت ایسی زندگی گزار رہی تھی جس میں آگے پیچھے شکست و ریخت ہو رہی تھی' شکستوں پر شکستوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا' اور سلطنت کے حصّے بخرے ہوتے جا رہے تھے۔ ہر روز مختلف علاقوں سے بد سے بدتر خبریں آتی تھیں' غیرت مند لوگوں کے کلیجے پھٹے جاتے تھے۔اِسلام کے قلعے یکے بعد دیگرے دھڑام سے منہدم ہو رہے تھے۔علاوہ ازیں' کوئی شخص مستقبل کے بارے میں پُر امید نہ تھا۔ایک طرف تو سائنس اور فلسفے جیسے ہتھیاروں سے لیس مغربی ریاستیں تھیں جو اسلامی معاشروں کے جینے کا حق تسلیم نہیں کرتی تھیں' اور دوسری طرف مسلمان ریاستوں کے عمائدین اور عوام تھے جو عرصہء دراز سے مغربی تہذیبوں کے مقابلے میں ذہنی طور پر اپنی شکست قبول کر چکے تھے۔ جہاں تک اسلام کے پسِ پردہ دشمنوں کا تعلق تھا' تو وہ اِن تمام شکستوں کا ذمہ دار دین کو ٹھہراتے ہوئے اِس موضوع کو پروپیگنڈے کی بنیاد بنا چکے تھے اور اب اُن کی دِلی خواہش تھی کہ کسی طرح ملّتِ اِسلامیہ پر سنگین ترین اور موثر ترین قاتلانہ حملہ کیا جائے۔

یہ ایک ایسا زمانہ تھا جب ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا دِکھائی دیتا تھا' اُمیدوں کی شمعیں سب بجھ چکی تھیں۔ ایسے زمانے میں بھی ایک ایسا شخص موجود تھا جو ابھی تک شکست سے دوچار نہیں ہوا تھا' جو ثابت قدم تھا اور چلا چلا کر کہتا تھا:

"اُمید رکھو! مستقبل کے تمام اِنقلابوں میں سب سے بلند سب سے بھرپور صدا' اِسلام کی صدا ہوگی۔"

Marfat.com

جو لوگ بدیع الزّمان سے کہتے کہ جنگِ عظیم میں ہماری شکست کے باعث آپ بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں' تو اُستاد اُن سے کہتے:

''مَیں اپنے سارے غم تو برداشت کرتا ہی رہا ہوں لیکن جو غم اہلِ اِسلام نے اُٹھائے ہیں اُن کی وجہ سے مجھے جو رنج و غم پہنچے ہیں اُنہوں نے تو مجھے پیس کر رکھ دیا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے عالمِ اِسلام پر لگنے والی چوٹیں سب سے پہلے میرے دِل پر آ کر لگتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مَیں اِس قدر پِس چُکا ہوں ۔مگر مجھے روشنی کی ایک کرن دِکھائی دے رہی ہے جو انشاء اللہ میرے سارے غم بُھلا دے گی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مُسکرا دیتے۔ایک ایسے دَور میں جب روشنی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی' بدیع الزّمان ''خواب میں ایک خطاب'' کے ذریعے اُمتِ اِسلام کو ایک سورج دِکھا رہے تھے۔

خواب میں ایک خطاب:

سَن ۱۳۳۵ کے ستمبر کے مہینے میں مَیں زمانے کے حادثات کے باعث چھائی ہوئی مایوسی کی وجہ سے سخت مُضطرب تھا۔ اِس گہرے اندھیرے میں مُجھے روشنی کی تلاش تھی۔ جو نُور مَیں عالمِ بیداری میں (کہ جو عالمِ خواب کی طرح تاریک تھا) نہ دیکھ سکا تھا وہ نُور مَیں نے حقیقت میں عالمِ بیداری میں ہی ایک سچے خواب میں دیکھ لیا۔ یہاں مَیں تفصیلات کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف اُن نکات کا ذکر کروں گا جو مجھ سے کہلوائے گئے تھے۔اور وہ یہ ہیں:

ایک جمعے کی رات مَیں عالمِ رُویاء کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص نے آ کر کہا: ''اِسلام کے مستقبل کی تقدیر کے بارے میں تشکیل دی گئی ایک محتشم مجلس کو تمہاری ضرورت ہے۔'' مَیں گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مجلس ہے جس میں صحابہء کرام اور تابعین کے عہد کے علماء میں ایک اِس قدر پُر نُور ہستی شامل ہے جس کی مِثال مَیں نے دنیا میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ علاوہ ازیں ہر صدی کی نمائندگی کرنے والا ایک ایک عالم بھی حاضرین میں شامل ہے۔مَیں ذرا جھجک

Marfat.com

کر دروازے پر ہی رُک گیا۔ اُن حضرات میں سے ایک صاحب نے کہا:

''اَے فلاکت اور ہلاکت کی صدی کے انسان' تمہارا بھی ایک ووٹ ہے۔ تم بھی اپنے خیالات کا اظہار کرو!''

مَیں نے کھڑے ہو کر کہا:

''آپ پوچھیں' مَیں جواب دوں گا۔''

اُن میں سے ایک شخص نے کہا:

''اِس شکست کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ فتح کے موقعوں پر کیا ہوتا تھا؟''

مَیں نے کہا:

''مصیبت چونکہ ہر پہلو سے شَر نہیں ہوتی' اور جیسے بعض اوقات خوشی میں سے آفت آ وارد ہوتی ہے' اِسی طرح آفت میں سے خوشی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ دولتِ اِسلامیہ جو عرصہء دراز سے اللہ کی طرف بُلانے کی صدا بلند کرتی چلی آئی ہے' جو اِسلام کی آزادی کے دوام کی خاطر جہاد کرتی رہی ہے (جو کہ فرضِ کفایہ ہے)' جو ایک یک جان عالمِ اِسلام پر اپنے آپ کو قربان کر دینا اپنا فرض سمجھتی رہی ہے' اور جو خِلافت کی علم بردار ہے' اِس دولتِ اِسلامیہ کی بربادی کی تلافی مستقبل میں عالمِ اِسلام کی خوشیوں سے کی جائے گی کیونکہ اِس مصیبت نے اِسلامی برادری کو' جو کہ ہمارے لیئے آبِ حیات کی حیثیت رکھتی ہے' نیند سے بیدار کرنے کے عمل کو ایک غیر معمولی طریقے سے مہمیز لگا دی ہے۔ اور اب یہ اگلا قدم اٹھانے کے لیئے تیار ہو گئی ہے۔''

مجلس نے بیک آواز کہا: ''وضاحت کرو!''

مَیں نے کہا:

''ریاستیں' بین اُلاقوامی جنگوں کی بجائے مختلف اصناف کی باہمی جنگوں کی طرف جا

Marfat.com

رہی ہیں۔ کیونکہ انسان جس طرح قیدی نہیں بننا چاہتا اسی طرح عوضانہ لے کر کسی کا کام کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اگر ہم فتح حاصل کر لیتے تو شاید اپنے دوستوں اور دشمنوں کے ہاتھوں کی جانے والی ظالمانہ کاروائیوں کو ہم بھی بُری طرح بروئے کار لانے لگتے۔ حالانکہ ایسا رویّہ ظالمانہ ہونے کے علاوہ عالمِ اِسلام کے اصولوں کے خلاف ہے' اور پھر یہ سلسلہ زیادہ عرصہ چل بھی نہیں سکتا۔ اِس کی تقدیر میں ہی ٹکڑے ٹکڑے ہونا لکھا گیا ہے۔ اگر ہم یہ رویّہ اختیار کر لیتے تو ہم عالمِ اِسلام کو اُس راستے پر گھسیٹتے رہنے کے ذمّہ دار ہوتے جو اُس کی فطرت کے خلاف' اُس کے مزاج کے خلاف تھا۔

یہ ایک تہذیب و تمدنِ خبیثہ ہے جس سے ہم نے ضرر کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ یہ شریعت کی نظروں میں بھی رَدّ کی جا چکی ہے۔ اِس کی بُرائیاں اِس کی اچھائیوں پر غالب آ چکی ہیں۔ انسانیت کے مفاد کی خاطر اِسے سپرد کیئے گئے اختیارات اور عملداری ایک فتوے کے ذریعے منسوخ کر دی گئی ہے۔ انسان جب پوری طرح نیند سے بیدار ہو جائیں گے تب اِس شاہ خرچ' ضدّی' ظالم اور اخلاقی لحاظ سے وحشی تمدن کا بجھ کر ختم ہو جانا شروع سے ہی لکھا جا چکا ہے۔ ایشیا میں ایسے تمدن کی ساری ذمّہ داری ہمارے کندھوں پر منتقل ہو جاتی۔"

مجلس میں موجود افراد نے جب بدیع الزّمان سے وضاحت چاہی تو اُنہوں نے دونوں تہذیبوں کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ مغربی تہذیب حق کی بجائے طاقت پر بھروسہ کرتی ہے۔ اِس کے ہدف کا اظہار مُفاد کے مطابق کیا جاتا ہے' یہ زندگی کو ایک جھگڑے کے طور پر دیکھتی ہے' اِس نے انسان کے مختلف طبقوں کے مابین تعلقات کی بنیاد نسلی بنیادوں پر رکھی ہوئی ہے۔ اِس نے لوگوں کی نفسانی خواہشات کو مہمیز لگا کر ان کے مصارف کو اُکسا کر بڑھانے کی پالیسی اپنا رکھی ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ایسے بنیادی اصول انسانیت کو کسی صورت میں بھی خوشی مہیا نہیں کر سکیں گے۔ دنیا کو جہنم میں تبدیل کر دینے والی مغربی ذہنیت کے بنیادی اصول

Marfat.com

انسانیت کی ترسی ہوئی خوشیاں حاصل کرنے سے کہیں دور دراز ہے۔

اِس کے مقابلے میں اِسلامی تمدّن قوت کی بجائے حق وانصاف پر مبنی ہے۔اِس کے مطابق ''جو حق پر ہے وہی طاقتور ہے۔'' اِس میں فائدے کی جگہ فضیلت اور محبت کو بنیاد رکھا جاتا ہے۔مختلف گروہوں میں اتحاد کی بنیاد نسل نہیں بلکہ دِین' وطن' اور ہنر ہے۔زندگی کو ایک جھگڑے کے طور پر نہیں دیکھا جاتا بلکہ باہمی مدد کی طرح دیکھا جاتا ہے۔نفسانی خواہشات کو مہمیز لگانے کی بجائے اُنہیں سِدھانے کو' بلند احساسات پر زور دینے کو' اور بُری خواہشوں کو محدود کرنے کو مقصد بنایا جاتا ہے۔اِسلامی تہذیب مغربی تہذیب کی اِن منفی بنیادوں کی نئے سرے سے تعمیر کرے گی اور مستقبل کے انسانوں کے لیئے خوشیوں کا وسیلہ بنے گی۔''

ایک دَم اُس مجلس سے اِن خیالات کی تصدیق کرنے کے اشارے ظاہر ہوئے۔کہا گیا کہ:

''ہاں' اُمید رکھو' مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے انقلاب میں سب سے اونچی اور گہری صدا' اِسلام کی صدا ہوگی!''۔۔۔

ث) استنبول پر قبضہ اور خطوطِ ستہ

جنگِ عظیم کے آخری دِنوں میں بدیع الزّمان استنبول میں تھے۔استنبول پر اتحادی فوجوں کے قبضے کے مضر اثرات ظہور پذیر ہونے شروع ہو چکے تھے۔انگریز جس طرح ممکن ہو سکتا تھا عوام کی سوچ کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔بدیع الزّمان نے خطوطِ ستہ نامی کتاب کی اشاعت کے ذریعے انگریزوں کے اِس منصوبے کو غیر موثر بنا دیا۔اُستاد نے انگریزوں کی کوششوں کو ایک ایک کر کے بیان کیا اور اِن تمام خطرات پر روشنی ڈالی۔اِس کتاب کا خاص طور پر اِسلامی علماء پر خاصا گہرا اثر پڑا اور یہ قومی آزادی کی جنگ کے حق میں ایک طاقتور تحریک کے وجود میں آنے کا سبب بنی۔

Marfat.com

بدیع الزّماں نے مادّی اور معنوی جہاد کو' اِس کے تمام پہلوؤں سمیت اپنے کندھوں پر اٹھانے کی ذمّہ داری قبول کی۔ اُنہوں نے اس دَور میں' جبکہ موت کا خطرہ سو فیصد یقینی تھا' استنبول کو اکیلا نہ چھوڑا۔

اُس زمانے میں وہ جن خطرات سے دوچار تھے اُن کے بارے میں بدیع اُلزّماں یوں ذکر کرتے ہیں: ''اور پھر پہلی جنگِ عظیم کے خاتمے کے وقت میری انگریزوں کے خلاف نہایت تلخ وتُرش الفاظ میں تحریر کی ہوئی کتاب ''خطوطِ ستّہ'' اور بڑے پادری کے خلاف میرے حقارت آمیز الفاظ استنبول میں انگریز کمانڈر انچیف کے ہاتھ لگ چکے تھے۔ ایسے حالات میں اِس بات کا سوفی صد اِمکان تھا کہ مجھے ختم کر دیا جائے گا۔ مگر کمانڈر انچیف اپنے غصّے سمیت مجھ تک نہ پہنچ سکا۔'' (۳۷)

اگر اناطولیہ میں شروع کی گئی قومی آزادی کی جنگ کے خلاف استنبول حکومت کا رویّہ مدِّ نظر رکھا جائے تو اُستاد کی اِن خدمات کی اہمیت کا بہتر طور پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ تنِ تنہا ایک سویلین فوج کی طرح قابض طاقتوں کے خلاف مزاحمت کرتے رہے۔ استنبول سے قومی آزادی کی جنگ کے خلاف جاری کردہ فتووں کے غیر قانونی ہونے کے بارے میں اُن کی جانب سے کیئے جانے والے اعلانات بھی اِسی قسم کی جرأت کی مثال ہیں۔ یہ اِس طرح کے کاموں کا ہی اثر تھا کہ استنبول حکومت کے اراکین کو مکمل طور پر بے اثر بنا دینے والے انگریزوں کی یہ سیاسی چال بھی بعد میں ناکام ہو گئی کہ استنبول کو باقی اناطولیہ سے الگ کر دیا جائے۔ بالآخر اُن کی وہ کاروائیاں جن کا استنبول کے بارے میں سوچ پر گہرا اثر پڑ رہا تھا اناطولیہ کی حکومت کے نوٹس میں آ گئیں اور ذاتی طور پر اُنہیں اِس کام پر شاباش دینے کے لیئے انقرہ بُلا لیا گیا۔

Marfat.com

ج)	پرانے سعید کے دَور کا جائزہ

جن دِنوں بدیع اُلزّ مان نے سَیلو نیکا میں آزادی کے بارے میں تقریر کی تھی' اُن دِنوں وہاں آزادی کی ایسی زبردست تحریکیں شروع ہو گئیں جن کے آگے کوئی بھی ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ بدیع اُلزّ مان اپنی ساری قوت اِن تحریکوں کو قرآن کا حامی بنانے میں صرف کرتے رہے۔ مگر افسوس کہ نوجوان ترک پارٹی نے بدیع اُلزّ مان کی زبان سے ادا ہونے والے مشروطیت' حُریّت' عدالت جیسے کلمات کو اصل مقصد و مفہوم کے برعکس معنوں میں سمجھنا شروع کر دیا۔ ایک ایسے دَور میں جب ہر شخص کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے افکار کی تشہیر کرتا پھرے' بدیع اُلزّ مان نے بھی اخبارات' رسائل اور اپنی تقاریر کے ذریعے اِن کلمات کے نئے تصوّر کو اِسلامی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ جب دَورِ مشروطیت کے ماحول میں بہتے ہوئے گدلے پانی رُک گئے اور مَوہوم چیزیں سطحِ آب پر صاف شفاف دِکھائی دینے لگیں تو اتحاد و ترقّی پارٹی کی وہ شاخ جس کی آبیاری یورپ سے ہوتی تھی اور جو انقلابِ فرانس کو اپنے لیئے ماڈل سمجھتی تھی' اُس کے اور بدیع اُلزّ مان کے نقطۂ نظر کے باہمی اختلافات بھی سطحِ آب پر اُبھرنے شروع ہو گئے۔ مارچ ۱۹۰۹ میں اُن کا مقالہ ''لمعانِ حقیقت'' (یعنی حقیقت کی روشنی) کے نام سے شائع ہوا جس میں کچھ سوال و جواب شامل تھے۔ اِن میں سے ایک سوال اور اُس کا جواب یہ تھا:

''وہم: تم نے سیلونیکا میں اِتحاد و ترقّی والوں سے اتفاق کیا تھا' پھر اُن سے علیحدہ کیوں ہو گئے؟''

''ارشاد: مَیں الگ نہیں ہوا۔ اُن میں سے بعض لوگ علیحدہ ہو گئے۔ میرا ابھی بھی نیازی بے اور انور بے جیسے لوگوں سے اتفاق ہے۔ مگر بعض دوسرے لوگ ہم سے الگ ہو گئے ہیں۔ وہ بھٹک کر ایک ایسی راہ پر چل نکلے جو دَلدَل تھی۔۔۔'' (۳۸)

Marfat.com

بدیع الزّمان کے لیئے اسلام کو مضبوط بنانے اور لوگوں کو اللہ کی راہ پر بُلانے کے کام کو سربلند کرنے کا ایک واحد چارہ یہ تھا کہ وہ شریعت کے احکام کے مطابق مُشاورت اور شوریٰ کو بنیاد بنا کر مشروع مشروطیت کو جاری رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اِس موقف کے باعث ۱۹۰۹ سے ہی اُن میں اور اِتحاد و ترقی پارٹی کی اُس شاخ کے درمیان قطع تعلق ہو گیا تھا جو دِین سے لاپرواہ اور یورپ کی پرستار تھی۔

۳۱ مارچ کے واقعات کے بعد جب فوجی عدالت بدیع الزّمان کو مشروطیت کے نام پر گرفتار کرنا چاہتی تھی تو بدیع الزّمان' مشروطیت کے نام پر کیئے جانے والے جرائم کے خلاف پُر زور احتجاج کرتے ہوئے وان جا پہنچے۔ اِس کے باوجود وہ مشرقی اناطولیہ کے قبائل میں مشروطیت کے بارے میں معلومات فراہم کرتے رہے۔ اِس ساری صورتِ حال کے باوجود نہ وہ کسی سے ناراض ہوئے اور نہ ہی ایک لمبے عرصے تک تحریکِ آزادی سے مایوس ہوئے۔

بدیع الزّمان' اتحاد و ترقی پارٹی کی معمار شاخ سے فکری طور پر اور اُن کی جانب سے روا استبداد اور ڈھائے جانے والے مظالم سے سیاسی طور پر اختلاف رکھتے تھے۔ جب جنگِ عظیم ملک کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی بدیع الزّمان کو اُس وقت اِس بات کا علم تھا کہ دولتِ عثمانیہ کے سامنے کون کون سے دو راستے کھُلے تھے۔ اِن میں سے پہلا راستہ یہ تھا کہ اِسلام کے دائمی دشمن فرانس' انگلستان اور روس کے باہمی اتحاد کی ہر خواہش پر ذِلّت آمیز طور پر سر جھکا دیا جائے۔ جبکہ دوسرا راستہ یہ تھا کہ اپنے تمام وسائل اکٹھے کر کے جہاد کریں اور باعزّت طور پر جان دے دیں۔ بدیع الزّمان نے اِس دوسری راہ پر چلنے کو ترجیح دینے والوں کا ساتھ دیا۔ اُنہوں نے سلطنت کو بچانے کے لیئے اپنی پوری قوت کے ساتھ جنگ کی۔ مگر جب تقدیر کا حکم آ گیا تو بھی وہ اتنے باعزّت ثابت ہوئے کہ اُنہوں نے اُس جگہ وار کرنے سے گریز کیا جہاں دشمن بھی وار کر رہا تھا۔

''اُنہوں نے کہا تم تو اتحاد و ترقی پارٹی والوں کے سخت مخالف تھے۔ اب تم نے کیوں

Marfat.com

سکوت اختیار کر رکھا ہے؟''

مَیں نے کہا:

''اِس لیئے کیونکہ دُشمن اُن پر شدید حملے کر رہا ہے۔ دشمن کا اُن پر حملے کرنے کا سبب اُن کی یہ خوبیاں ہیں کہ وہ صابر اور غیرت مند ہیں اور وہ اِسلام کے دشمنوں کو زہر دے کر ہلاک کرنے میں آلۂ کار بننے جیسی گھٹیا حرکت سے گریز کر رہے ہیں۔

میرے خیال میں دو راستے ہیں' ترازو کے دو پلڑوں کی طرح' ایک پلڑے کا ہلکا پن دوسرے پلڑے کے وزنی ہونے میں مدد دیتا ہے۔ مَیں اپنا تھپڑ' آرمینی جتھوں کے سردار انترانیک سے مِل کر دولتِ عثمانیہ کے کمانڈر انچیف انور کے منہ پر نہیں مار سکتا' اور نہ ہی یونانی وزیرِ اعظم وَینی زیلوس کے ساتھ مِل کر وزیرِ اعظم حِلمی پاشا کے منہ پر مار سکتا ہوں۔ میرے خیال میں یوں مارنے والا انسان کمینہ ہوتا ہے۔''

اُنہوں نے کہا:

''شکست تو صاف ظاہر تھی۔ ہمیں پتہ تھا۔ اُن لوگوں نے جانتے بوجھتے ہمیں بلا میں مُبتلا کر دیا۔''

مَیں نے کہا:

''حیرت ہے ہنڈنبرگ جیسے خوفناک انسان کے خیال میں بھی جنگ کا جو مقصد محض خیالی نوعیت کا تھا' وہ تم جیسے ناواقف لوگوں کو بالکل سامنے کیسے دِکھائی دے گیا؟
کہیں ایسا تو نہیں کہ جس چیز کو تم اپنا خیال کہہ رہے ہو وہ خدانخواستہ تمہاری خواہش ہی ہو؟ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی اپنی ذاتی انتقام کی ظالمانہ حِس اپنی خواہش کو اپنے خیال کا لباس پہنا کر پیش کر دیتی ہے۔''(۳۹)

جن لوگوں کا کسی سیاسی مسئلے میں مفاد ہوتا ہے وہ اپنے خیالات کو سچ کر دِکھانے یا

Marfat.com

اپنے حمائیتیوں کی تعداد بڑھانے کی غرض سے چاہتے ہیں کہ ریاست شکست سے دوچار ہو جائے۔ وہ شکست پر خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ ایک ایسی گندی میراث ہے جو ظالم سیاست نے تاریخی واقعات کا جائزہ لینے والے انسانوں کے لیئے چھوڑی ہے۔

عالمی جنگِ عظیم کے بعد ہماری قوم کی ہزار سالہ طویل ماضی کی حُرمت نے بدیع اُلزّمان کی توجہ نئے سِرے سے ہماری قوم کی طرف مبذول کرائی۔ سیاسی تدابیر اور اِقتصادی سرمایہ کاری کی کوئی کمی نہ تھی۔ زوال سلطنت کا نہیں، قوم کا زوال تھا۔ مِلّت کی نئے سِرے سے تعمیر کی ضرورت تھی۔ بدیع اُلزّمان نے اپنی پوری توجہ قوم ہی کی تعمیرِ نَو کی طرف پھیر دی۔

اِن سب عناصر کے ساتھ ساتھ وہ سالہا سال پر محیط وقفے کے بعد دوبارہ اُن دِنوں کا جائزہ لینے والے تھے۔ اُنہوں نے تالیف کے ۳۴ سال بعد اپنی ''مُناظرات'' نامی کتاب میں اہلِ ایمان کی مایوسی کو دُور کرنے کی غرض سے تحریر کردہ اپنے بعض خیالات کے غلطی پر مبنی ہونے کا اِقرار اور اِس غلطی کے لیئے توبہ استغفار یوں کیا:

پہلی بات: اہلِ ایمان کی مایوسی کے مقابلے میں اُنہوں نے خوشخبری دی کہ ''مستقبل کے لیئے ایک نُور موجود ہے۔''

اُنہوں نے بڑی دُور اندیشی سے اِس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ مستقبل میں رسالہءِ نُور ایک نہایت دہشتناک دَور میں بہت سے اہلِ ایمان کے ایمان کو تقویت پہنچا کر اُنہیں نجات دِلائے گا۔ اُنہوں نے انقلابِ آزادی کے دوران سیاست کے مراکز کو بھی اِسی عدسے میں سے دیکھا۔ اپنی اِس حس کی تاویل وتعبیر کے پیچھے بھاگتے رہنے کی بجائے اُنہوں نے اس پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ اُنہوں نے درست محسوس کیا تھا مگر وہ یہ نہ کہہ سکے کہ وہ بالکل ٹھیک تھا۔

دوسری بات: پرانے سعید نے بھی بعض غیر معمولی ذہانت کے سیاسی لوگوں اور عقلمند ادیبوں کی طرح محسوس کیا کہ ظلم واستبداد کا ایک نہایت خوفناک دَور آنے والا ہے۔ چنانچہ اُنہوں

Marfat.com

نے اس کے مقابلے کے لیے محاذ قائم کیا۔ ابھی اِس احساس کا صحیح مطلب نکالنے اور اِس کی تعبیر معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ اِس کے باوجود نادانستگی میں ایک سرکاری مگر کمزور اور برائے نام قسم کا استبداد نظر آتے ہی اُس پر حملہ کر دیا گیا۔ حالانکہ اُنہیں دہشت زدہ کرنے والے ہولناک ظلم و استبداد تو کچھ عرصے کے بعد ظہور پذیر ہونے والے تھے۔ اُنہوں نے ایک کمزور سے سائے کو اصل سمجھتے ہوئے استبداد پر حملہ کر دیا تھا۔ اُن کا مقصد تو صحیح تھا مگر اپنے ہدف کے انتخاب میں غلطی کھا گئے تھے۔

تو جناب پرانے سعید کو بھی پہلے دَور میں اِسی قسم کے ایک دہشتناک استبداد کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ اور وہ اُس دہشتناک اِستبداد کا علاج شریعت کی فراہم کردہ حُریّت میں اور قرآنی احکامات کے دائرے میں آنے والی مشاورت میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔

اگرچہ بدیع الزّمان اتحاد و ترقی پارٹی کے انقلابی پہلو کی بڑی سختی سے مخالفت کرتے رہے تھے مگر اِس کے باوجود وہ اب تک حکومت اور فوج دونوں کے حمایتی تھے۔ وہ اِس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ فوج اور عوام دونوں کے دِلوں میں اُن دس لاکھ کے لگ بھگ شہیدوں کے لیے جو اولیائے کرام کے ہم مرتبہ تھے بڑے اعلیٰ احساسات پائے جاتے تھے۔

جنگِ عظیم کی تباہیوں کے نتیجے میں قوم میں سے مبارک شہیدوں کا قافلہ رخصت ہو گیا۔ چنانچہ اب یہ قوم ایک ایسی چھاچھ کی طرح تھی جس میں سے سارا مکھن نکال لیا گیا ہو۔ سعیدِ نو نے پرانے سعید کی مخالفت کرتے ہوئے ایک بار پھر معنوی جہاد کا رُخ کیا۔

جی ہاں، قرآن ہر دَور میں اور ہمیشہ انسان کی تمام ضروریات کے لیے کافی ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کی عنایت کردہ حُریّتِ شرعی نہایت بلند و برتر تھی۔ بدیع الزّمان اسی علوی حریّت کی زندگی بسر کر رہے تھے، اِسی پر عمل کرتے تھے اور اُمتِ اِسلامیہ کو اِسی حریت کے لائق دیکھتے تھے۔ لیکن افسوس کہ وہ وقت سے پہلے تشریف لے آئے تھے۔ اُنہیں صحیح طور پر سمجھا نہیں جاتا تھا۔ جی

Marfat.com

ہاں، دولتِ عثمانیہ کے سُلطان جو بیک وقت خلیفہ بھی تھے، وہ بھی اُنہیں سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور یا پھر وہ سمجھتے تھے کہ فی الحال وہ علوی حُریّتِ قبل از وقت تھی۔ بلکہ اُن کے بعد آنے والے مخاطب بھی عرصہء دراز تک اُنہیں سمجھنے سے قاصر رہنے والے تھے۔ اور یا پھر وہ اُن لوگوں میں سے ہوں گے جو جان بوجھ کر اُنہیں سمجھنا ہی نہیں چاہتے ہوں گے۔

دراصل جب اُس زمانے میں بدیع الزّمان نے ظلم واستبداد کے خلاف حملہ کیا تھا تو وہ تب بھی حق بجانب تھے۔ مگر اس آخری دور میں جن لوگوں کے ہاتھ ایسے ایسے مظالم سے بھرے ہوئے تھے جن کی پہلے کوئی مثال ہی نہ تھی، اُنہوں نے اپنی قباحتوں پر پردہ ڈالنے کی خاطر پرانے سعید کے زمانے کے نسبتاً تھوڑا ظلم واستبداد کرنے والوں (مرحوم سلطان عبدالحمید) پر حملے کرنے شروع کر دیئے تو بدیع الزّمان نے اِس مرتبہ پھر عزّتِ ایمانی کے تقاضے کے مطابق پرانے سعید کو اِس بات کا قصوروار ٹھہرایا کہ اُس نے ظالموں کے ساتھ مِل کر ایک ہی جگہ پر بیک وقت وار کیوں نہ کیے۔

۱۲۔ گرینڈ نیشنل اسمبلی کی طرف سے انقرہ آنے کی دعوت

انگریزوں کی اپنی سازشوں کے ذریعے شیخ اِلا سلام اور بعض دوسرے علماء کو ورغلا کر اپنا حامی بنانے کے مقابلے میں بدیع الزّمان نے اپنی کتاب ''خطوطِ ستّہ'' کے ذریعے اور استنبول میں اپنی کاروائیوں سے انگریزوں کی عالمِ اسلام اور ترکوں کے خلاف نوآبادیاتی سیاست، ان کی سازشوں اوراُن کی تاریخی دشمنی کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے اناطولیہ میں شروع ہونے والی قومی آزادی کی تحریک کی حمایت کر دی تھی۔ قابض انگریز قوتوں کے سیاسی دباؤ میں آ کر شیخ اِلا سلام کے دفتر نے جب قومی جنگِ آزادی کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا تو اخبارات میں بدیع الزّمان کا ایک بیان شائع ہوا جس کا لُبِ لُباب کچھ یوں تھا: عالمِ اِسلام کو اناطولیہ کی خاطر، اناطولیہ کو استنبول کی خاطر، اور استنبول کو سلطلنت کی خاطر قربان کر دینے جیسی غدّاری، وحیدالدین جیسی

Marfat.com

ایک دیندار ہستی ہی نہیں بلکہ خلیفہ کے عنوان کا حامل ایک نہایت گناہگار انسان بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتا۔ تو اس کا ''مطلب یہ ہوا کہ (وحید الدین) دباؤ میں ہے' چنانچہ اُس کی اطاعت کرنا عدم اطاعت کے برابر ہے۔''

بدیع الزّمان نے جو مفید خدمات استنبول میں سرانجام دی تھیں اُن کی مدّاح انقرہ حکومت نے اُنہیں انقرہ آنے کی دعوت دی۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے اُنہیں خود اپنی طرف سے ایک خفیہ پیغام کے ذریعے بُلوایا۔ مگر اُنہوں نے اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے میں خطرے کا سامنا ہونے پر قدم پیچھے نہیں ہٹایا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے جواب بھیجا:

''مَیں خطروں میں گھرے مقام پر ہی جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ مَیں ڈھال کے پیچھے چھپ کر جنگ لڑوں۔ مَیں اِس جگہ کو اناطولیہ سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔''

آخر کار وہ وان کے پرانے گورنر اور اپنے قریبی دوست ممبر اسمبلی تحسین بے کے اصرار کو رَد نہ کر سکے اور نومبر ۱۹۲۲ میں انقرہ آ گئے۔ گرینڈ نیشنل اسمبلی نے تالیاں بجا بجا کر اُن کا اِستقبال کیا۔ اُنہوں نے حاجی بَیرام کے علاقے میں رہائش اختیار کی۔ اُنہیں احساس ہوا کہ قومی جنگِ آزادی کے جوش میں گرینڈ نیشنل اسمبلی میں' مغربیّت کی آڑ لے کر دِین کے خلاف لاتعلقی ظاہر کی جا رہی ہے۔ اسمبلی کا یہ طرزِ عمل ترک قوم کے ایک ہزار سال پرانے تاریخی شعور اور اُن عبادات کے خلاف تھا جو اسلام کی پہچان ہیں۔ بدیع الزّمان نے اس طرزِ عمل کے خلاف ایک بیان شائع کیا۔ کاظم قرابکر پاشا نے یہ بیان پڑھ کر مصطفیٰ کمال کو سُنایا:

''اِس جہان میں آپ نے غازیوں کی' کہ جن کا درجہ ولی اللہ کے برابر ہوتا ہے' اور

Marfat.com

شہداء کی کمان کی ہے!۔۔۔قرآن کے قطعی احکام بجالا کر اگلے جہان میں بھی اِس نورانی گروہ سے دوستی کرنے کی کوشش کرنا بلند روح اور اعلیٰ احساسات رکھنے والے انسانوں کا شیوہ ہے۔ورنہ یہاں کمانڈر ہوتے ہوئے بھی وہاں آپ کو کسی سپاہی سے نور مانگنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔۔۔"

" عوام خاص طور پر مجاہد کمانڈروں اور گرینڈ نیشنل اسمبلی کے اراکین کی تقلید کرتے ہیں۔وہ اُن کی خامیوں کی بھی تقلید یا پھر تنقید کرتے ہیں اور یہ دونوں طرزِ عمل ہی مضر ہیں۔جو نیکی آپ نے خارجی قوتوں کے خلاف مقابلے میں کمائی ہے اُسے داخلی بدی سے خراب نہ کیجیے۔۔۔"

انقرہ میں قیام کے دِنوں میں بدیع الزّمان کا اوّلین مقصد یہ رہا کہ اپنے ذہن میں پڑے مشرقی یونیورسٹی کے قیام کے منصوبے کو نئے سرے سے سامنے لائیں۔ایک روز اُنہوں نے قومی نمائندوں کے ایک وفد سے کہا:

"مَیں اپنی ساری زندگی اس یونیورسٹی کا پیچھا کرتا رہا ہوں۔سُلطان رشاد اور اتحاد و ترقی پارٹی والوں نے بیس ہزار طلائی لیرے دیئے تھے۔آپ لوگ بھی اُتنی ہی رقم مزید دے دیں۔۔۔"

اسمبلی نے اس یونیورسٹی کے لیئے ایک لاکھ پچاس ہزار بینک نوٹ دینے کا فیصلہ کیا۔ بدیع الزّمان نے خواہش ظاہر کی کہ اس فیصلے پر اسمبلی کے تمام ممبران کے دستخط لیے جائیں۔اس پر بعض ممبران نے اعتراض کیا۔اُنہوں نے کہا:

"آپ مدرسہ سسٹم پر صرف اِسلامی نقطۂ نظر سے عمل پیرا ہوتے ہیں حالانکہ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مغرب کی تقلید کی جائے۔"

بدیع الزّمان نے جواب دیا:

Marfat.com

"مشرقی صوبے عالمِ اسلام کے لیئے ایک طرح کی مرکزی نوعیت کے حامل ہیں۔ جدید فنون کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی تعلیم بھی ضروری ہے' بلکہ اشد ضروری ہے۔ اکثر انبیاء کا مشرق میں ظہور پذیر ہونا اور اکثر حکماء کا مغرب میں آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مشرق کی تمام ترقی دین پر مبنی ہے۔ آپ دوسرے سارے صوبوں میں جدید علوم پڑھاتے ہیں مگر مشرق میں ہر حالت میں قوم اور وطن کے مفاد میں دینی علوم کا بنیادی ہونا لازم ہے۔ ورنہ وہ مسلمان جو تُرک نہیں ہیں اُنہیں تُرکوں کے ساتھ حقیقی بھائی چارے کا احساس نہیں ہوگا۔ اِس وقت ہم اِتنے دشمنوں کے خلاف باہمی مدد اور عملی اِتحاد کے کِس قدر مُحتاج ہیں۔ یہاں تک کہ مَیں اِس سلسلے میں ایک ایسی مثال دیتا ہوں جو حقیقت میں مجھے پیش آچکی ہے:

عرصہ ہوا میرا ایک طالبِ علم تھا جو تُرک نہیں تھا۔ میرے پُرانے مدرسے کا یہ شاگرد نہایت وطن پرست اور ذہین طالب علم تھا۔ وہ دینی علوم کے تحت حبُ الوطنی پر درس لینے کے بعد ہر وقت یہی کہتا رہتا کہ 'ایک نیک تُرک مجھے اپنے ایک گناہگار بھائی اور باپ سے کہیں زیادہ اپنے حقیقی بھائی کی طرح' اپنے قریبی رشتہ دار کی طرح لگتا ہے۔' بعد میں وہی طالب علم بدقسمتی سے صرف سائنس کے مضامین پڑھتا رہا۔ مَیں چار سال بعد جب قید سے رہا ہوا تو میری اُس سے ملاقات ہوئی۔ گفتگو کے دوران بات چیت نسلی تفرّقات پر جا پہنچی۔ اُس نے کہا:

'اب میں ایک رافضی (بدعتی) کُرد کو ایک نیک تُرک استاد پر ترجیح دیتا ہوں۔'

مَیں نے کہا: 'افسوس! تم کِس قدر بگڑ چکے ہو!'

مَیں نے اُس پر ایک ہفتہ محنت کی اور اُسے گُمراہی سے بچالیا۔ اُسے دوبارہ ایک حقیقی وطن دوست کی شکل میں واپس لے آیا۔

Marfat.com

تو یہ بات ہے اَے اراکینِ مجلس! تُرک قوم کو اُس طالبِ علم کی پہلے والی حالت کی کس قدر ضرورت ہے۔۔۔اور اُس کی دوسری حالت ہمارے وطن کے مفاد کے کِس قدر خلاف ہے اِسے مَیں آپ کی سوچ کے سپرد کرتا ہوں۔تو اِس کا یہ مطلب ہوا کہ بفرضِ محال اگر آپ کِسی اور جگہ دُنیا کو دِین پر ترجیح دے کر سیاسی نقطہِ نظر سے دِین کو کوئی اہمیت نہیں بھی دیتے' تو بھی آپ کے لیئے نہایت ضروری ہے کہ مشرقی صوبوں میں ہر حالت میں دِینی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دیں۔"

اِس حقیقت پسندانہ بیان کے نتیجے میں قرارداد کے تمام مخالف اٹھ کر مجلس سے باہر چلے گئے۔اور ۱۶۳ اراکینِ مجلس نے اُس فیصلے پر دستخط کر دیئے۔(۴۰)

بدیع الزّمان انقرہ میں ایک ہی موسمِ خزاں میں کئی قِسم کے بُڑھاپے سے گزرے۔یہ بُڑھاپے ایک دوسرے کے اندر پیچ در پیچ اُلجھے ہوئے تھے۔مثلاً متعلقہ برس کا بُڑھاپا' اُن کی اپنی زندگی کا بُڑھاپا' انسان کا بُڑھاپا' شاندار دولتِ عثمانیہ کا بُڑھاپا اور خلافت کی سلطنت کی وفات اور اُس کے ساتھ ہی ساری دنیا کا بڑھاپا۔اِن ایک سے ایک تاریک تر حوادث کے درمیان وہ بیحد افسُردہ تھے۔(۴۱) صرف یہی کافی نہ تھا کہ اِسلام کی فوج نے یونان پر غلبہ حاصل کر لیا تو ایک خوفناک کافرانہ سوچ نے مست اہلِ ایمان کے پُر زور افکار کے دائرے میں حیران کُن طریقے سے عمل کرنا شروع کر دیا۔اِس سوچ کا مقصد لوگوں سے خدا اور آخرت سے انکار کروانا تھا اور یہ سب کچھ بدیع الزّمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

"افسوس کہ اب یہ اژدھا اراکینِ اسلام تک بھی پہنچ جائے گا۔"(۴۲) کہنے والے بدیع الزّمان نے "رسالہءِ فطرت" لکھنا شروع کر دیا جس کا مقصد وحدانیت اور توحید جیسی حقیقتوں

Marfat.com

کو سورج کی طرح منوّر کرنا' اور اللہ سے انکار کرنے کی سوچ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ یہ رسالہ "Yeni Gün" (یوم نو)" مطبع میں چھپتا تھا۔ مگر یہ بیش بہا رسالہ عربی رسم الخط میں چھپنے اور دلچسپی لینے والے وُزراء کی کمی کے باعث زیادہ موثر نہ ہوسکا۔ لادینی کی سوچ طاقت پکڑتے پکڑتے پوری طرح چھا گئی۔

۱۴۔ بدیع الزّمان کی انقرہ سے وان واپسی

بدیع الزّمان کو انقرہ میں اپنا مطلوبہ ماحول نہ مِل سکا۔ اُنہوں نے بڑے قریب سے دیکھ لیا کہ سیاست کے ذریعے خدمتِ اِسلام کی تمام راہیں بند ہو چکی ہیں۔

انقرہ میں اپنے مختصر عرصے کے قیام کے دوران بدیع الزّمان نے دیکھا کہ کس طرح عالمِ اِسلام پر بڑے قریب سے اثر انداز ہونے والے اُس دَور کی آمد آمد ہے جس میں ایک نہایت خوفناک خطرہ ظہور پذیر ہوگا جس سے ڈر کر لوگ اللہ کی پناہ مانگیں گے' اور ہماری تیرہ سو سال پرانی اُمّت اُس دَور کی آمد کی تیاری کیسے کر رہی ہے۔

ایک روز اُنہوں نے مصطفیٰ کمال پاشا سے ایوانِ ریاست میں تقریباً دو گھنٹے بات چیت کی۔ (۴۳) بدیع الزّمان نے اُنہیں بتایا کہ اِسلام اور تُرک دشمنوں کا لوگوں کی نظروں میں نام پیدا کرنے کی غرض سے شعائرِ اِسلامی کو برباد کرنا اِس قوم' وطن اور عالمِ اِسلام کے لیئے کتنے بڑے نقصان کو جنم دے گا۔ اور یہ کہ اگر ایک انقلاب برپا کرنے ضرورت پڑتی ہے تو ضروری ہے کہ سیدھا اسلام کی طرف توجہ دیتے ہوئے قرآن کے پاک قانونِ اساسی پر عمل درآمد کیا جائے مگر اِن موضوعات پر وہ مصطفیٰ کمال کو ہم خیال نہ بنا سکے۔

بدیع الزّمان اپریل ۱۹۲۳ میں انقرہ سے رخصت ہوئے۔ اُن کی یہ روانگی اُن کی

Marfat.com

مستقبل کی مظالم سے بھرپُور تیس سالہ قید کا سبب بھی شُمار ہونے والی تھی۔ اِس تاریخ کے بعد انقرہ میں جتنی حکومتیں آئیں وہ بدیع الزّمان کی تمام حرکات وسکنات کو شک کی نظر سے دیکھتی رہیں' سالہا سال تک اُن کا پیچھا کرتی رہیں' اور اُس بدیع الزّمان کو سمجھنے سے قاصر رہیں جنہوں نے اپنی پوری قوت ساری انسانیت کے ایمان کو بچانے کی کوششوں پر صرف کر دی تھی۔ حکومت کو متمدن دنیا کی قبول کردہ بنیادی اقدار پر تعمیر کرنے کی بجائے شخصیات کے حق میں محبت یا نفرت پر دعویٰ اور ردِ دعویٰ تعمیر کرنے والے نئے حاکم' بدیع الزّمان کو سمجھ نہ سکے۔ وہ بلا وجہ ظلم ڈھانے کا آلہءِ کار بنتے رہے۔

بدیع الزّمان تو دُنیائے سیاست کے معاملات میں بالکل دخل اندازی نہیں کرتے تھے۔ وہ ''ہم ایک نُور کا دیدار کریں گے'' کے وعدے کے تعاقب میں انقرہ سے رخصت ہوئے۔ یہی وہ وعدہ تھا جس کا وہ کئی سال سے اِنتظار کرتے چلے آرہے تھے' جس کے پیچھے وہ بھاگتے رہے تھے' جس کی خوشخبری وہ ہر محفل میں سُنا دیا کرتے تھے۔

وان میں بدیع الزّمان نے وہ تمام مقامات دیکھے جہاں اُنہوں نے اپنے طلباء کے ہمراہ خوش گوار دِن گزارے تھے۔ جو اُن دِنوں کی یادوں کے حامل تھے' لیکن جو آرمینی دہشتگردوں نے جلا کر راکھ کر دیئے تھے۔ اِن جانکاہ نظاروں کے بدلے اُنہوں نے حیاتِ اِجتماعی سے دُور ہو کر کوہِ ایرک کے دامن میں زرنے باد دریا کے منبعے کے قریب ایک چھوٹے سے غار میں زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔۔۔ اپنے ساتھ چند بیش بہا طلباء کو بھی وہیں لے گئے۔ سعیدِ نُو اس نئے دَور میں قرآن کے اِرد گرد قرآن ہی کے اعجاز سے تیار کی گئی فولاد کی زرہ تیار کرنے والے تھے۔ کوہِ ایرک میں زُرنے باد دریا کے کنارے اُنہوں نے اپنے طلباء میں سے مُلّا حمید

Marfat.com

کو اپنے قریب بُلا کر کہا:

''مَیں ایک مرتبہ اپنی جوانی کے دنوں میں آیا صوفیہ میں وعظ کر رہا تھا۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ دروازے سے اندر قدم رکھنا بھی ناممکن تھا۔ تو اُس جماعت کو مَیں جو عزّت دے رہا تھا وہی عزّت تمہیں بھی دیتا تھا۔ اب تم یہ نہ کہنا کہ یہ شخص ہمیں کیوں اِس قدر اہمیت دیتا ہے؟ کیوں یہ خواہ مخواہ اپنے سانس ہم پر ضائع کرنا چاہتا ہے؟ ہم چیز ہی کیا ہیں۔۔۔ یہ کہہ کر اپنے آپ کو حقارت سے مت دیکھنا۔ مَیں تمہیں اُسی جماعت جتنی اہمیت دیتا ہوں۔ میری نگاہوں میں وہ اور تم ایک ہی ہو۔'' پھر وہ وان جھیل کے جزیرے اَق دامار (Akdamar) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے: ''اس جزیرے پر دس برس قیام کر کے اگر مَیں پچاس طالب علموں کو تربیت دے سکوں تو اُن طلباء کے ذریعے مَیں پوری دنیا میں اسلام پھیلا کر دُنیا کو فتح کر سکتا ہوں۔'' (۴۴)

☆┄┄┄┄┄☆┄┄┄┄┄☆

Marfat.com

بابِ دوئم

سعیدِ نَو

(۱۹۲۵۔۱۹۴۹)

Marfat.com

Marfat.com

بارلا کی زِندگی

(۱۹۲۵ـ۱۹۳۴)

ا۔ مشرق کی بغاوت اور شیخ سعید کا استنبول لایا جانا

ا) مشرق کی بغاوت سے پہلے کے سال

بدیع الزّمان کے انقرہ سے رخصت ہو کر وان جانے کے بعد کوئی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اُنہوں نے بعض ایسے واقعات رونما ہوتے دیکھے جو اُن کے اندیشوں کے حق بجانب ہونے کو ثابت کرنے والے تھے۔ انقرہ میں برسرِ اقتدار آنے والی نئی حکومت ماضی کی ہر شئے کو جلد از جلد دور پھینک کر اُس سے جان چھڑوانے کی خواہشمند تھی۔ اس نے لوگوں کی ضروریات اور ردِّعمل کی پرواہ کیے بغیر اُوپر تلے کئی ایسے قانون بنا دیئے جن سے عوام میں بے چینی پھیل گئی۔

مارچ ۱۹۲۴ سے خلافت کا اِختتام دِین کی تعلیم دینے والے اِداروں پر بندش، دِینی عدالتوں کا خاتمہ، تکیوں اور مہمان خانوں کے دروازوں پر تالے، قوانینِ شریعت کی بجائے اِٹلی کی تعزیرات اور سوئٹزرلینڈ کے مدنی قوانین کا نفاذ، تمام سرکاری عمارتوں کے دروازوں اور دیواروں پر قرآنی رسم الخط میں لکھی عبارتوں، طغروں اور کتبوں وغیرہ کا کُرید کر مِٹا دیا جانا، اور اِس جیسے اور قانون یکے بعد دیگرے جاری ہوتے گئے۔ مُلکی آئین میں سے دینی اِصطلاحات اور الفاظ خارج کرنے کے ساتھ ساتھ اسمبلی میں عوامی نمائندوں کی حلف کی عبارت میں سے لفظ اللہ بھی نکال دیا گیا۔ قرآنی رسم الخط پر بندش کے بعد ۱۹۲۸ کا آئین وضع کرتے ہوئے ''سلطنت کا دین

Marfat.com

اِسلام ہے'' کی عِبارت بھی اُڑا دی گئی۔(۴۵)

شیخ سعید پیرانلی کی بغاوت

یکے بعد دیگرے جاری کیے جانے والے اِن قوانین کا نفاذ اناطولیہ کے مختلف شہروں میں گڑ بڑ کا سبب بنا۔ دیار باقر کے ڈِسٹرکٹ دجلے کے قصبے پیران میں ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ سے شروع ہونے والی بغاوت تھوڑے ہی عرصے میں پھیل گئی۔ شیخ سعید پیرانلی کے حامی جتھوں نے اَلازِغ (Elazig)، بن گُیل (Bingöl) اور اَرگنی (Ergani) کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اِس تشویشناک صورتحال سے آگاہ ہونے والی فوجی یونٹوں نے مارچ ۱۹۲۵ میں وسیع پیمانے پر مداخلت شروع کی جس کے اِختتام پر ۱۲ اپریل ۱۹۲۵ کو شیخ سعید کو گرفتار کر لیا گیا۔ اِس لڑائی کے فوراً ہی بعد دیار باقر میں قائم کی گئی فوجی عدالت نے شیخ سعید اور اُس کے ۴۶ دوستوں کو ۲۹ جون ۱۹۲۵ کو پھانسی کی سزا سُنا دی۔ اِس فیصلے پر دوسرے ہی روز عملدرآمد کر دیا گیا۔

شیخ سعید کی اِس بغاوت کے سلسلے میں بِطلِس، مُوش، حقاری، آغری (Agri) اور وان کے گردونواح سے بہت سے شیوخ، اُساتذہ اور قبائلی سرداروں نے اُستاد بدیع الزّمان سے اِس تحریک میں مدد کی درخواست کی جس کے جواب میں بدیع الزّمان نے بعینہٖ اپنا وہی مشورہ دُہرا دیا جو اُنہوں نے اِس سے پہلے ۱۹۱۳ میں بغاوت کرنے والے بِطلِس کے شیخ سلیم کے آدمیوں کو دیا تھا۔ ''آپ لوگوں کی یہ لڑائی بھائی کے ہاتھوں بھائی کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور یہ بالکل بے سود حرکت ہے۔ کیونکہ تُرک قوم ملّتِ اسلامیہ کی علم بردار رہی ہے، اپنے دِین کی خاطر ہزاروں لاکھوں شہید فراہم کر چکی ہے اور لاکھوں ولی پیدا کر چکی ہے۔ لہٰذا اسلام کے بہادر اور فدا کار محافظوں کی اولاد یعنی تُرک قوم کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی جا سکتی اور مَیں بھی تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔'' (۴۶) اُنہوں نے اپنے اِن الفاظ میں قوم کی رہنمائی کرنے کی ضرورت بیان کی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ ایسی بے فائدہ حرکات سے باز رہا جائے۔ بدیع الزّمان کی اِس مؤثر نصیحت

Marfat.com

کے نتیجے میں شیخ سعید کی یہ تحریک مشرق میں عمومی شکل اختیار نہ کر سکی' بلکہ مقامی تحریک کے طور پر ہی محدود ہو کر رہ گئی۔

اُن دِنوں میں تُرک قوم کے لیئے بدیع الزّمان کی سرانجام دی ہوئی یہ خدمت اُن کی دوسری تمام خدمات سے بڑھ چڑھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے قابلِ تحسین ہے۔ جیسا کہ اِس بات سے صاف ظاہر ہے کہ نئی حکومت کے جاری کردہ قوانین کے خلاف جب مشرق میں بڑے بڑے بارسوخ سرداروں نے بغاوت کا راستہ اختیار کیا تو بدیع الزّمان نے اُن کا ساتھ نہ دیا اور یہ کہتے ہوئے کہ: ''مُتمدّن لوگوں کو قائل کر کے ہی اُن پر غلبہ پایا جا سکتا ہے'' اُنہوں نے کِسی بھی شکل میں بغاوت اور گڑبڑ کی حمائت نہ کی۔ ہوسکتا ہے اگر بدیع الزّمان اِن تحریکوں میں شامل ہو جاتے تو سارا مشرق فوراً بغاوت کر دیتا اور نئی حکومتِ تُرکیہ شاید اِن بغاوتوں سے نبرد آزما نہ ہو سکتی۔ بدیع الزّمان نے اُن کی طرف رجوع کرنے والے تمام بارسوخ انسانوں کو بغاوت نہ کرنے کی تنبیہ کی اور اُن پر عیاں کر دیا کہ اِن کا ذرّہ بھر جھکاؤ بھی اُن کی طرف نہیں ہے۔

اگرچہ بدیع الزّمان کو معلوم ہو چکا تھا کہ اُنہیں بھی بغاوت کے بہانے سے ملک بدر کیا جانے والا ہے' پھر بھی اُنہوں نے خود کو ایران کی حدود تک پہنچا دیئے جانے کی تجویزوں کو ردّ کر دیا اور اناطولیہ میں ہی رہنے کو ترجیح دی۔

بدیع الزّمان نے مشرق میں بغاوت روکنے کی خاطر اپنا سارا اثر و رسوخ استعمال کیا۔ بغاوت کے دِنوں میں جب مشرق کے جانے پہچانے قبائلی سرداروں میں سے نابینا حُسین پاشا اُن کے پاس آیا تو اُنہوں نے اُسے نصیحت کی۔ اِس سلسلے میں مُلّا حمید' جو مشرق کے حادثہء بغاوت کے دوران بدیع الزّمان کی خدمت میں موجود تھے' وہ بیان کرتے ہیں:

''مَیں حضرتِ استاد کے ہمراہ کوہِ اریک پر ایک فرسودہ گرجے میں رہ رہا تھا۔ ایک روز مَیں اور اساس اُلدین' جو نامور ولی شیخ شکراللہ آفندی کا بیٹا تھا' ہم دونوں استاد کے پاس

Marfat.com

تھے۔(شیخ شکراللہ آفندی کچھ عرصہ حجاز میں قیام پذیر تھے اور مَیں بھی وہیں تھا۔ وہاں اُنہوں نے بڑی شہرت حاصل کر لی تھی اور شیخ اکبرالوانی' (یعنی وان کے شیخِ کبیر کے لقب سے پہچانے جاتے تھے۔) اُس روز ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی شخص استاد کی صحبت میں موجود نہیں تھا۔ حُسین پاشا اپنے دو خادموں کے ہمراہ اُستاد کی زیارت کو آئے۔ اُنہوں نے اپنے گھوڑے اُس فرسودہ گرجے کے دروازے کے بالمقابل ایک درخت سے باندھے اور اندر چلے آئے۔ حُسین پاشا بڑے دراز قد اور ڈیل ڈول والے آدمی تھے۔ اُن کی ایک ایک انگلی میری کلائی جتنی موٹی تھی۔ اُس روز پاشا نے اپنے پاشا ہونے کی حیثیت سے طلائی تمغے پہنے ہوئے تھے۔ بڑے پُر ہیبت دِکھائی دے رہے تھے۔ وہ اندر داخل ہوئے اور نہایت ادب سے اُنہوں نے حضرتِ اُستاد کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور پھر گھٹنے ٹیک کر اُن کے حضور میں بیٹھ گئے۔

حُسین پاشا: ''اَے سیّد' مُجھے آپ سے ایک ذاتی مشورہ کرنا ہے۔ آپ اجازت دیں تو آپ کے یہ طلباء باہر چلے جائیں کیونکہ مَیں تخلیے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

حضرتِ اُستاد: ''نہیں' یہ میرے جسم کا حصّہ ہیں۔ یہ الگ نہیں ہو سکتے۔ آپ نے جو کچھ کہنا ہے کہہ ڈالیے!''

حُسین پاشا: ''یاسیّد' اگر آپ اجازت دیں تو ہم بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔''

حضرتِ اُستاد: ''کِس لیئے بغاوت کرتے ہو؟ اگر علی کا قصور ہے یا حسن کا تو حیدر اور عمر نے کیا کیا ہے؟ آپ کی بغاوت میں مسلمانوں کا خون بہے گا۔''

حُسین پاشا: ''روسیوں نے ہم پر وار کیا' ہمیں قتل کیا' ہمیں پریشان کیا۔ ہمارا مال اور ہماری جانیں ضائع ہوئیں۔ مگر ہماری ناموس محفوظ رہی۔ اب ہمارے ہاتھ میں صرف دِین ہے اور ناموس ہے۔ اب یہ بھی جاتے نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں اجازت دیجیئے۔ ہمارے پیادے بھی اور ہمارے گھڑسوار بھی تیار کھڑے ہیں۔ انتظار کر رہے ہیں۔''

Marfat.com

حُسین پاشا کی یہ پُر درد وضاحت سن کر حضرتِ اُستاد بڑی دیر تک خاموش رہے' سوچتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر نہایت عنائت اور نرمی سے بولے:

''پاشا! آؤ اِس مسئلے کے بارے میں شیخ احمدِ جزری کے دیوان سے فال نکالیں۔ دیوان جو کچھ کہے گا کیا آپ اُسے قبول کرلیں گے؟''

پاشا: ''جی ہاں' قبول کرلوں گا۔''

حضرتِ اُستاد نے جیب سے دیوان نکال کر فال کے لیئے کھولا۔ اُس میں سے یہ بیت سامنے آیا:

''بعض کلیسے سے لوٹ کر آتے ہیں تو مسلمان ہوجاتے ہیں۔

بعض لوٹ کر یہودی معبد میں جاتے ہیں' یہودی ہوجاتے ہیں۔

مَیں نہ اُن میں سے ہوں نہ اِن میں سے ہوں۔

مجھے درِ میخانہ ہی کافی ہے۔''

یہ فال نکلنے کے بعد حضرتِ استاد نے کہا: ''تو دیکھا آپ نے پاشا! اب مَیں نہ آپ میں سے ہوں نہ اُن میں سے ہوں۔''

حُسین پاشا: ''یا سیّدْ آپ نے میرے بال و پر شَل کر دیے ہیں۔ اب اگر مَیں اپنے قبیلے کے پاس لوٹ کر جاتا ہوں تو وہ کہیں گے پاشا ڈر کر واپس آ گیا ہے۔''

حضرتِ اُستاد: ''ٹھیک ہے' اُنہیں کہنے دو کہ پاشا ڈر گیا ہے۔ مگر وہ یہ نہ کہیں کہ خون بہہ گیا ہے۔''

اِس کے بعد جب حُسین پاشا الوداع کہہ کر رخصت ہو رہا تھا تو حضرتِ اُستاد نے پاشا کو تاکید کرتے ہوئے تین مرتبہ کہا: ''پاشا' خون نہ بہانا' خون نہ بہانا' خون نہ بہانا!''

حُسین پاشا واپس چلے گئے۔ پھر اُنہوں نے اپنے حامیوں کو مُنتشر کر دیا۔ چنانچہ وان

Marfat.com

کے علاقے میں کسی قسم کا حادثہ وقوع پذیر نہ ہوا۔

ب) بدیع الزّمان کا استنبول لایا جانا

پیرانلی شیخ سعید کی بغاوت کے دبائے جانے کے بعد مشرقی صوبوں میں بہت بڑے پیمانے پر چھان بین شروع کر دی گئی۔ علاقے میں بارسوخ اور موثر سمجھے جانے والے صاحبِ علم لوگوں، شیخ، آغا، امام وغیرہ قسم کے لوگوں میں سے تمام شہرت یافتہ اشخاص مغربی اناطولیہ میں شہر بدر کر دیئے گئے۔ بدیع الزّمان جن کا بغاوت کے واقعے سے بالکل کوئی تعلق نہ تھا اور جن کا بغاوت کو پھیلنے سے روکنے میں بہت بڑا حصّہ تھا، وہ بھی شہر بدر کیئے جانے والوں میں شامل کر لیئے گئے۔ فوجی سپاہی کوہِ اریک کے اُس غار تک پہنچے جہاں بدیع الزّمان کا قیام تھا۔ وہاں اُنہوں نے اِنہیں اناطولیہ کے دُور دراز علاقوں میں شہر بدر کرنے کے لیئے گرفتار کر لیا۔ وہ ملیشیا کے سپاہیوں کی نگرانی میں لے جائے جا رہے تھے کہ راستوں پر جمع ہونے والے مسلح گروہ اہالیانِ علاقہ اور علاقے کے معتبر افراد نے یہ کہہ کر منّتیں کرنی شروع کر دیں: ''امان حضرت آفندی، ہمیں چھوڑ کر نہ جایئے۔ اجازت دیں تو ہم آپ کو یہاں سے نہ لے جانے دیں۔ اگر آپ کی خواہش ہو تو ہم آپ کو عرب پہنچا سکتے ہیں۔'' ان سب لوگوں کو استاد نے یہی جواب دیا: ''مَیں اناطولیہ جاؤں گا۔ بس میری یہی خواہش ہے۔'' (۴۷)

فروری ۱۹۲۵ کے اواخر میں شہر بدر کیے جانے والے پیدل اور گھڑ سوار لوگوں پر مشتمل قافلہ اپنا سفر شروع کر کے برف سے اٹی پہاڑی سڑکوں کو عبور کرتا ارض روم کے راستے طرابزون پہنچا۔ وہاں سے اِس قافلے کو سمندری جہازوں کے ذریعے فوج کی نگرانی میں استنبول پہنچا دیا گیا۔ بدیع الزّمان نے ۱۹۲۵ موسمِ بہار کے تقریباً بیس روز استنبول میں گزارے۔ اِن بیس دِنوں کے دوران وہ سرکجی میں آر پا جی لار مسجد، جامعہ مسجد ہدایت میں، اور توفیق دیمر اوغلو کے گھر میں مہمان کے طور پر مقیم رہے۔

Marfat.com

ت) استنبول سے بُردُر (Burdur) منتقلی

بدیع الزّمان ابھی استنبول میں ہی تھے کہ پیران والے شیخ سعید کا مقدمہ ختم ہو گیا۔ جتنی تحقیقات کی گئیں اُن سب کے نتیجے میں پتہ چلا کہ اِس واقعہ سے بدیع الزّمان کا بالکل کوئی تعلق نہیں تھا۔ اِس پر اُنہیں صوبہِ بُردُر لے جانے کے لیئے دوبارہ سفر شروع کر دیا گیا۔ اِزمیر اور انطالیہ کے راستے بُردُر پہنچنے پر بدیع الزّمان کو وہاں کی ''پاگل بابا'' مسجد میں ٹھہرایا گیا۔

اب بدیع الزّمان کی زندگی کا وہ دور شروع ہوا جس میں اُنہیں زیرِ نگہداشت رکھا گیا' قید' تشدد اور اشکنجے برداشت کرنے پڑے' شہر بدر کیا گیا اور زہر دیا گیا۔ اِس کے ساتھ ہی ساتھ اُن کی اُس خدمت کی ابتداء بھی ہو گئی جس کے ذریعے اُنہوں نے اپنی قابلیت کا استعمال کرتے ہوئے پورے جہان کو قرآن کی روشنی سے منوّر کیا۔ اِس تاریخ کے بعد بدیع الزّمان کی باقی ساری زندگی صرف اور صرف قرآن کی خاطر اور قرآن کے موضوع پر صرف ہوتی ہے۔

بُردُر میں قیام کے دوران سب سے پہلے اُنہوں نے ''نُور کا پہلا دروازہ'' کے نام سے ۱۳ اسباق پر مُشتمل ایک کتاب تالیف کی۔ اس کتاب میں درج حقیقتوں کو وہ اپنے پاس آنے والے لوگوں تک درس کی شکل میں پہنچاتے تھے۔

عوام چاہتے تھے کہ برس ہا برس جاری رہنے والی لڑائی کے دوران کھائے ہوئے زخموں کا علاج ایمان کے حیات افروز اور شفاء بخش دَم سے ہو جائے۔ کتنے افسوس کی بات تھی کہ ایک ہزار سال سے جو سرزمین اِسلام کا گہوارہ بنی چلی آ رہی تھی اب اُسے ایسے معنوی ماحول سے محروم کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ عوام کو مادّی طور پر بھوکا رکھنے کے ساتھ اب اُنہیں معنوی طور پر بھی بھوکا رکھا جانے لگا تھا۔ تو یہ تھا وہ بھوک کا دَور جس میں بدیع الزّمان کے رسالہ جات اناطولیہ کے معصوم عوام تک پہنچنے شروع ہو گئے۔ جو دِن میں تین بار کھانے اور کم از کم پانچ مرتبہ اللہ اللہ کا وِرد کرنے کے بھوکے تھے۔ عوام نے اِن تحریروں کو ہاتھوں ہاتھ لیا' گلے سے لگایا اور

Marfat.com

پھر یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک پھیلتی چلی گئیں۔لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھ لکھ کر اِن مطبوعات کی تعداد میں اضافہ کرنا شروع کر دیا۔

بدیع الزّمان کے ساتھ شہر بدر کیئے جانے والے سردار تو چند ماہ بعد ہی بُرڈُر سے اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے مگر بدیع الزّمان کو رہا نہ کیا گیا' بلکہ اُن پر تو اَور زیادہ کڑی نگرانی کی جانے لگی۔بُرڈُر میں قیام کے دوران اُن کا حال احوال پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔وہ تنِ تنہا پردیس میں رہ رہے تھے۔جن سرداروں کو اِس بات کا علم تھا اُنہوں نے اِنہیں اپنی زکواۃ دینے کی تجویز پیش کی:

"بعض اوقات مَیں نے ایک کے بدلے دس کی نسبت سے کفایت شعاری کی برکت دیکھی اور دوستوں نے بھی دیکھ لیا۔بُرڈُر میں میرے ساتھ اکٹھے شہر بدر کیئے جانے والے سرداروں میں سے کچھ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کہیں مَیں پیسہ نہ ہونے کے باعث ذِلت اور سفالت کا شکار نہ ہو جاؤں' مجھے اِس بات پر راضی کرنے کے لیئے بڑا زور لگایا کہ مَیں اُن سے زکواۃ قبول کر لوں۔مَیں نے اُن امیر سرداروں سے کہا: 'اگرچہ میرے پاس پیسہ بہت کم ہے مگر مَیں کفایت شعاری سے کام لیتا ہوں۔اب مجھے قناعت کی عادت پڑ چکی ہے۔مَیں تم لوگوں سے زیادہ مالدار ہوں۔' یہ کہتے ہوئے مَیں نے اُن کی بار بار اصرار سے دُہرائی جانے والی تجویز رَد کر دی۔یہ بات قابلِ غور ہے کہ جو لوگ میرے سامنے زکواۃ کی تجویز پیش کیا کرتے تھے دو سال بعد اُن میں سے بعض فضول خرچی کے باعث قرضوں تلے دب چکے تھے۔ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیئے ہیں۔سات سال بعد بھی میری اُس کفایت شعاری کی برکت سے میرا اتنا اچھا گزارہ ہوتا رہا کہ مجھے کبھی بھی ذِلت کا سامنا نہ کرنا پڑا اور اور نہ ہی مجھے اپنی حاجت روائی کے لیئے مجبوراً لوگوں کا مرہونِ منت ہونا پڑا۔میری زندگی کے 'غریبی میں قناعت' کے اصول نے میرے مسلک کے دوام میں کوئی خلل نہ آنے دیا۔(۴۸)

Marfat.com

اُن دِنوں اُس وقت کے چیف آف جنرل سٹاف مارشل فوضی چقماق بُرد آئے۔ صوبے کے گورنر نے اُن سے شکایت کی کہ ''سعید نورسی حکومت کی اطاعت نہیں کرتا اور جو کوئی اُس کے پاس آتا ہے اُسے دینی درس دیتا ہے۔'' مارشل فوضی چاقماق نے' جو بدیع الزّمان کے قدر شناس تھے' کہا: ''بدیع الزّمان بے ضرر ہیں۔ اُن سے مت اُلجھنا۔ اُن کی عزّت کیا کرو۔''

بدیع الزّمان بتاتے ہیں کہ اپنی نئی زندگی کے دوران (جسے وہ سعیدِ نَو کا نام دیتے ہیں) کس طرح تقدیر نے اُنہیں ایمان کی خدمت کے کام پر لگا رکھا تھا۔ اُن پر ڈھائے گئے مظالم' اُن پر کی گئی نگرانی اور اُن کا شہر بدر کیا جانا' ایسا ایندھن تھا جو اُن کی غیرت کی آگ کو مزید ہوا دیتا تھا۔

اِس بہانے سے کہ اُستاد بُردُر اور اسپارٹا میں اپنے پاس آنے والے انسانوں کو دینی سبق دیتا ہے' اُنہیں ضلع بارلا میں پہاڑوں کے درمیان ایک تنہا مقام پر شہر بدر کر دیا گیا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اُس اُجاڑ بیابان گوشے میں ایک پردیسی کی طرح اپنوں سے دُور محرُومیوں کی زندگی بسر کرتے کرتے خود بخود مر کھپ جائے گا۔

۲۔ بدیع الزّمان کا بارلا (Barla) لایا جانا

ملیشیا کا سپاہی شوکت جو بدیع الزّمان کو بارلا پہنچانے گیا تھا وہ کہتا ہے:

''ایک روز مجھے بلدیہ سے بُلاوا آیا۔ مَیں وہاں گیا۔ وہاں ڈپٹی کمشنر' ملیشیا کا کمانڈر' بلدیہ کے منتخب اراکین اور ایک اَور حضرت موجود تھے۔ یہ صاحب کوئی چالیس برس کے دِکھائی دیتے تھے۔ سر پر پگڑی' پُشت پر جُبّہ اوڑھے بڑے بارُعب شخص تھے۔ ملیشیا کمانڈر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: 'دیکھو بیٹا' تم اِن استاد صاحب کو لے کر بارلا پہنچاؤ گے۔ یہ حضرت مشہور بدیع الزّمان سعید آفندی ہیں۔ تمہاری ڈیوٹی نہایت اہم ہے۔ اِنہیں وہاں تھانے میں حوالے کر کے کاغذات پر دستخط کروالینا اور صورتِ حال کی خبر ہمیں پہنچا دینا۔' مَیں نے 'سر آنکھوں پر جناب!' کہہ کر یہ ڈیوٹی سنبھال لی۔ اور وہاں سے استاد صاحب کو ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔ راستے میں مَیں

Marfat.com

نے اُن سے کہا: 'اُستاد جی' آپ میرے باپ کی جگہ ہیں۔ مُجھے معاف کر دیجیئے۔ مَیں کیا کر سکتا تھا۔ آخر یہ میرا فرض ہے جو نبھا رہا ہوں۔'

ہم کشتی گھاٹ پر پہنچے۔ وہاں ایک کشتی بان سے شرائط طے کیں۔ وہ ہمیں پچاس قروش میں لے جانے پر آمادہ ہو گیا۔ کشتی کا کرایہ بدیع الزّمان صاحب نے جیب سے ادا کیا۔ پھر دس قروش دے کر اُنہوں نے ایک کلو سوکھا بے دانہ انگور منگوایا۔ کشتی پر سوار ہوتے وقت اُن کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی۔ ٹوکری میں چائے دَم کرنے کی کیتلی' چند پیالیاں' اور ایک جائے نماز تھی۔ دوسرے ہاتھ میں ایک قرآنِ کریم تھا۔ کشتی میں ہم پانچ لوگ تھے۔ پچھلے پہر کا وقت تھا۔ موسم خاصا سرد تھا۔ جمرہ گرنے کا پہلا دِن (فروری) تھا۔ جھیل کا پانی جگہ جگہ جم کر برف بنا ہوا تھا۔ کشتی کے اگلے سِرے پر ایک کشتی بان ہاتھ میں ایک لمبا بانس لیئے بیٹھا تھا جو برف کو توڑ توڑ کر بادبانی کشتی کے لیئے راستہ بناتا جا رہا تھا۔ راستے میں بدیع الزّمان صاحب نے ہم لوگوں کو ایک ایک ٹکڑا سوکھے انگور کا اور مشرقی طرز پر تیار کردہ سوکھے میوے کا مالیدہ پیش کیا۔ مَیں بڑے غور سے اُن کی حالت کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ بڑے پُرسکون اور معتدل مزاج انسان تھے۔ اِردگرد کے پہاڑوں اور جھیل کا نظارہ کر رہے تھے۔ اُن کی انگلیاں پتلی اور لمبی لمبی تھیں۔ وہ یوں چم چم چمک رہے تھے جیسے اُن کے اندر بجلی چمک رہی ہو۔ اُنہوں نے ایک چاندی کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی جس میں پتھر جڑا ہوا تھا۔ جسم پر اُنہوں نے کسی خاصے قیمتی کپڑے کا لباس پہن رکھا تھا۔

دِن چھوٹے ہونے کے باعث تھوڑی ہی دیر میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اُنہوں نے کشتی میں نماز ادا کرنی چاہی۔ ہم نے کشتی کا رُخ قبلہ کی طرف موڑ دیا۔ مَیں نے ایک آواز سنی 'اللہ'

Marfat.com

اکبر۔میں نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ اِس قدر پُر ہیبت اور پُر حشمت تکبیر اُن کے منہ سے سنی۔ وہ ایسی تکبیر کے ساتھ نماز کے لیئے کھڑے ہوئے کہ ہم سب کانپ اٹھے۔ اُن کی حالت دوسرے تمام اِماموں سے مختلف تھی۔ ہم کوشش کر رہے تھے کہ کشتی کا رُخ قبلے سے دائیں بائیں نہ پھرے۔ اِسی اِثناء میں بدیع الزّمان صاحب نے سلام پھیر دیا۔ پھر ہماری طرف رُخ کر کے بولے: ''ہاں میرے بھائیو! آپ کو زحمت ہوئی۔'' وہ نہایت مبارک اور شریف انسان تھے۔ دو گھنٹے کے سمندری سفر کے بعد ہم بارلا کے کشتی گھاٹ پر جا اُترے۔ ہم نے اُستاد کے ہاتھ سے ٹوکری اور اُن کی پوستین لے کر گھوڑے پر لاد دی۔

اِس اِثناء میں کشتی بان محمت نے گارڈ کی بندوق لے کر درختوں کے جھنڈ میں بٹیر کا شکار کرنا چاہا، مگر بدیع الزّمان نے اُسے روک دیا: 'اب بہار نزدیک آچکی ہے۔ اب اِن کا بچے سینے کا موسم ہے۔ بُری بات ہے اُن کا شکار کرنا۔ اگر آپ چاہیں تو اِس کام سے باز آسکتے ہیں۔' یہ الفاظ کہہ کر اُنہوں نے گولی چلانے سے منع کر دیا۔ بٹیرے بھی ہوا میں اُڑ گئے۔ ہمارے سروں کے اوپر سے اُڑتے اُڑتے ہمارا تعاقب کرتے رہے۔

''میں نے بندوق اپنے بائیں کندھے سے لٹکالی اور اُستاد صاحب کی بائیں بغل میں گھس گیا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے چڑھائی پر چڑھ آئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ چلتے چلتے ہم بارلا پہنچ گئے۔ ساحل سے اُڑنے والے بٹیرے بارلا تک ہمارے سروں کے اوپر سے دُور نہ ہوئے۔ ہمارے سروں پر ہی منڈلاتے، چکر لگاتے رہے۔

شام ہونے کو تھی ہم بارلا میں آق مسجد کے بغل میں واقع تھانے جا پہنچے۔ وہاں تحصیلدار اور تھانیدار موجود تھے۔ میں نے مہمان کو اُن کے حوالے کیا اور واپس لوٹ آیا۔'' (۴۹)

Marfat.com

۱) بدیع الزّمان کے گرد پہلا حلقہ

بدیع الزّمان کو ایک اُجاڑ بیابان گاؤں میں اِس لیے شہر بدر کر کے بھیجا گیا تھا کہ لوگ اُنہیں وقت کے ساتھ بھول بھال جائیں گے کیونکہ اُس تنہا گاؤں میں نہ کوئی سڑک تھی اور نہ ہی آنے جانے والے لوگوں کی بہتات۔ وہاں اُن کا سامنا ایسے مُٹھی بھر صاف سُتھرے اور معصوم مسلمانوں سے ہو گیا، جن کا خمیر ایک ہزار سال پہلے اسلام میں اٹھا تھا۔ وہ تھوڑے ہی عرصے میں اِس پردیسی مہمان کے اِرد گرد آ جمع ہوئے، جس کا اور کوئی پوچھنے والا والی وارث نہ تھا۔ بارلا کے یہ لوگ نُور کے سب سے پہلے فدائین تھے جو بعد میں آنے والے نُور کے طلباء کے بڑے بھائی سمجھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ آج دنیا بھر میں پھیلی ہوئی نُور کی خدمات کے پودے کا بیج تھے۔ اِس لحاظ سے اُن میں سے ہر ایک نے اپنے لیئے ایک مقام پیدا کر لیا ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عَنہُما اِجمعین۔ اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہو) نُور کے اِس سب سے پہلے حلقے کے بارے میں بدیع الزّمان لکھتے ہیں:

صِدّیق سُلیمان

"اِس سارے گاؤں کے لوگ جانتے ہیں کہ سُلیمان نے پورے آٹھ سال مجھ جیسے اعصابی اور تند مزاج آدمی کو کبھی بھی تکلیف دیئے بغیر، بدلے میں کِسی قِسم کے مادّی مفاد کا تقاضا کیئے بغیر، اپنے ذاتی کاموں کو چھوڑ چھاڑ کر، کمال صداقت سے محض اللہ کی رضا کے لیئے کِس قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اِس جیسے انسان پر نہ صرف اِس گاؤں کو بلکہ پورے صوبے کو فخر کرنا چاہیئے۔ اِس زمانے میں اِس قِسم کے اخلاق کا پایا جانا قابلِ تقلید ہے۔ مَیں یہاں پردیس میں بھی ہوں اور مہمان بھی۔ میرے آرام کا بندوبست کرنا گاؤں کا فرض تھا۔ اِس گاؤں کے نام کی خاطر جناب حق تعالیٰ نے مجھے سُلیمان اور حوالدار مصطفیٰ، مُہاجر حافظ احمد اور حوالدار عبداللہ جیسے لوگوں سے نوازا۔ اِس کے لیئے مَیں بھی حق تعالیٰ کا شکرگزار ہوں۔ اِن میں سے ہر ایک میرے لیئے

Marfat.com

ایک ایک سو دوستوں کے برابر ثابت ہوا ہے۔ اِنہوں نے مجھے میرا اپنا گاؤں بھلا دیا ہے۔ اِن لوگوں نے مجھے دیارِ غیر میں ہونے اور مسافر ہونے کا دکھ تک نہیں اٹھانے دیا۔ اِنہی کے وسیلے سے مَیں اِس گاؤں کے زندہ لوگوں سے بھی اور جو وفات پا چکے ہیں اُن سے بھی اپنے آپ کو منسلک سمجھتا ہوں اور ہر وقت اُن کے لیئے دعا گو رہتا ہوں۔"

ب) بارلا کی روزمرہ کی زندگی

بدیع الزّمان نے بارلا میں آٹھ سال کے لگ بھگ کا عرصہ گزارا۔ وہ اپنے وقت کا زیادہ حصّہ باہر کھیتوں، باغوں اور باغیچوں میں گزارتے تھے۔ دو تین گھنٹے قریب اور دور کے تنہا پہاڑوں اور باغوں کے خاموش گوشوں میں تنہائی میں گوشہ نشین رہتے۔ رسالہ جات نُور کی تالیف کرتے۔ اِسپارٹا اور گرد و نواح میں مُسوّدے کی شکل میں لکھے ہوئے رسالے کی بہت بڑی تعداد میں ہاتھ سے لکھی کاپیاں تیار کی جاتیں اور پھر تصحیح کے لیئے دوبارہ بدیع الزّمان کو بھیج دی جاتیں۔ وہ نہ صرف ایک ہی دِن میں اِن کی تصحیح کا کام بھی مکمل کرتے بلکہ چار پانچ گھنٹے کی مسافت والی جگہوں پر پیدل جاتے اور پھر اُسی روز نئے تحریر کیئے جانے والے رسالہ جات کے لئے بھی تین سے چار گھنٹے مخصوص کرتے۔ روزمرّہ کے کاموں میں سے بیشتر کام وہ خود کرتے تھے۔ اُن دِنوں چالیس کے قریب مقامات پر ابتدائی دور کے رسالۂ نُور کے شائقین طلباءؑ اپنے ہاتھوں سے لکھ کر رسالہ جات کی کاپیاں بنایا کرتے تھے۔ اُستاد اِن تحریروں کو اپنی کمر پر اُٹھا کر دُور میدانوں میں لے جاتے، وہاں اُن کی تصحیح کرتے اور شام کو گھر لوٹ آتے تھے۔

اُستاد کی بارلا کی قیام گاہ ایک چھوٹا سا گھر تھا جو دو کمروں پر مُشتمل تھا۔ اُن کا نہ تو کوئی ذاتی گھر تھا اور نہ ہی وہ کبھی دس گز زمین کے مالک ہو سکے تھے۔ بارلا کے جِس گھر میں وہ مسلسل آٹھ برس تک رہائش پذیر رہے وہ ۳۵۰ ملین اہلِ اِسلام کے لیئے مرکزی نوعیت کی پہلی درسگاہ

Marfat.com

تھا۔ اِس پُر نُور درسگاہ کے نیچے ایک دائمی جاری رہنے والا چشمہ تھا اور اُس کے سامنے تین ستونوں کی شکل میں آسمان کی طرف بلند ہوتا ایک نہایت پُر ہیبت چنار کا درخت تھا۔ اِس چنار کے درخت کی ڈالیوں کے درمیان ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ یہ جگہ اس لیئے بنائی گئی تھی کہ اِس میں اُستادِ محترم موسمِ بہار اور گرمیوں میں مراقبہ اور عبادت کر سکیں اور آرام فرما سکیں۔ اُن کے اوّلین طلباء اور اہالیانِ بارلا چنار کے درخت میں استاد کی بسر کی ہوئی راتوں کے بارے میں بتاتے ہیں: ''ہم اکثر راتوں کو استادِ محترم کو درسگاہِ نُورانی کے سامنے ایک چنار کے مبارک پیڑ کی شاخوں کے درمیان بنی چھوٹی سی جھونپڑی میں صبح تک تسبیح پھیرتے' ذکر و اذکار کرتے اور ترنم سے کچھ پڑھتے ہوئے دیکھا کرتے تھے۔ خاص طور پر بہار اور موسمِ گرما میں اُس محتشم پیڑ کی ہزاروں شاخوں کے درمیان شوق اور جذبے میں ڈوبے محوِ پرواز پرندوں کے درمیان یوں صبح تک اُن کو کام کرتا دیکھتے رہتے تھے۔ مگر ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ سوتے کب تھے اور جاگتے کس وقت تھے!''

اُستاد بہت بیمار رہا کرتے تھے۔ اُن کا بہت سا وقت بیماریوں اور پریشانیوں میں گُزرتا۔ وہ کھاتے بہت کم تھے۔ راتوں کو قرآنِ کریم کی حفظ کی ہوئی سورتوں کی تلاوت کرتے' رسولِ اکرمؐ کی مشہور دعا ''جوشن الکبیر'' اور شاہ گیلانی اور شاہ نقشبندی جیسے بڑے بڑے اولیائے کرام کی مُناجات ''حزب'' اور ''صلوٰاتِ نُوریے لیری'' خاص طور پر حزب النّوریے (جو رسالہء نُور کا منبع ہے) پڑھا کرتے تھے۔ دِن کے وقت ہمیشہ رسالہء نُور کے مطالعے اور تصحیح میں مشغول رہتے' رسالہء نُور کی خدمت کو دوسری ہر شے پر ترجیح دیتے۔ جب کبھی رسالہء نُور سے متعلق کوئی کام جلدی میں کرنا ضروری ہوتا تو وہ اپنی دوسری مصروفیات ترک کر کے پہلے اُس کام کو پورا کرتے۔ اپنے شہر سے دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں شہر بدر ہو کر زندگی کے دن گزارنے والے بدیع الزّمان اپنی تنخواہ رحمتِ الٰہی کے برکت کے خزانے سے وصول کیا کرتے تھے۔ اِس موضوع

Marfat.com

پر لوگوں کی افواہوں کے منہ بند رکھنے کے لیئے اُنہیں مجبوراً یہ بھید بتانا پڑ گیا:

''دنیا والے مجھ سے پوچھتے ہیں تم کس وسیلے سے گزر اوقات کرتے ہو؟ بغیر کوئی کام کاج کئے کیسے گزارہ کر رہے ہو؟ ہم ایسے لوگوں کو اِس ملک میں نہیں چاہتے جو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں اور دوسروں کی کوششوں پر گزر اوقات کرتے رہیں۔''

اِس کا جواب یہ ہے: ''مَیں کفایت شعاری اور برکت کے بل بوتے پر زندہ ہوں۔ اپنے رازِق کے علاوہ اور کسی کے احسان نہیں اٹھائے اور احسان نہ اٹھانے کا فیصلہ بھی کر رکھا ہے۔ جی ہاں، دِن میں سو پیسوں میں، بلکہ اِس سے بھی کم چالیس پیسوں میں گزارہ کرنے والا انسان دوسروں کا احسان نہیں لیتا۔''

اِس پر ایک شخص نے کہا: ''آج چھ مہینے ہو گئے ہیں۔ میرے لیئے ایک کِلّہ گندم جس سے ۳۲ روٹیاں بنتی ہیں کافی ہو گیا ہے۔ ابھی کچھ باقی بھی ہے، ساری گندم ختم نہیں ہوئی۔ کفایت شعاری میں کتنی مِقدار کافی ہو گی اِس کا مجھے علم نہیں ہے۔''

ایک دوسرا شخص بولا: ''اِس رمضان اُلمبارک میں صرف دو گھروں نے مجھے کھانا بھیجا۔ اِن دونوں کے کھانوں سے مَیں بیمار ہو گیا۔ مَیں سمجھ گیا کہ دوسروں سے ملنے والا کھانا میرے لئے ممنوع ہے۔ بقایا سارا رمضان میرے اِداری کاموں کے ذمہ دار ایک مبارک گھرانے اور اُس گھر کے مالک اور میرے دوست حوالدار عبداللہ کی اِطلاع اور شہادت کے مطابق: تین روٹیاں اور ایک کلو چاول میرے لیئے کافی رہے تھے، بلکہ وہ چاول اختتامِ رمضان کے مزید پندرہ دن بعد ختم ہوئے تھے۔''

ایک تیسرا آدمی: ''یہ لبادہ جو مَیں نے پہن رکھا ہے اِسے مَیں نے سات سال قبل اِستعمال شدہ حالت میں خریدا تھا۔ مَیں پانچ سال پہلے ساڑھے چار لیرے میں خریدے ہوئے لباس، زیر جامے، جوتوں اور جرابوں میں گزارہ کر رہا ہوں۔ میری کفایت شعاری کی برکت اور

Marfat.com

رحمتِ الٰہی میری گزراوقات کے لیئے کافی رہے ہیں۔"

میری ایک مرغی ہے۔ اِن سردیوں میں یہ مرغی انڈے دینے والی مشینوں کی طرح بڑی جلدی جلدی روزانہ مجھے خزانہِ رحمت سے ایک انڈہ لا کر دیتی رہی ہے۔ اور پھر ایک روز تو وہ دو انڈے لے آئی۔ مَیں بھی بڑا حیران ہوا۔ مَیں نے اپنے دوستوں سے پوچھا" کیا ایسا بھی ہوتا ہے؟" اُنھوں نے کہا" شاید یہ ایک احسانِ الٰہی ہے۔"

اِسی مرغی نے گرمیوں میں ایک چھوٹا سا چوزہ بھی نکالا۔ مرغی نے رمضان شروع ہونے پر انڈے دینے شروع کیئے اور لگاتار چالیس دن انڈے دیتی رہی۔ مجھے اور میری خدمت کرنے والے سب لوگوں کے دِلوں میں بالکل کوئی شک نہ رہا کہ مُرغی کا ابھی چھوٹا ہونا' اور پھر سردیوں کے موسم میں رمضان اُلمبارک کے دوران یوں انڈے دیتے رہنا ایک کرم تھا اللہ تعالیٰ کا۔ اور پھر مزہ یہ کہ جوں ہی ماں نے انڈے دینے بند کیئے' اِس کی بیٹی نے انڈے دینے شروع کر دیئے۔ یوں مجھے انڈوں کے بغیر نہ چھوڑا گیا۔

ت) رسالہءِ نُور کی تالیف اور اشاعت

بدیع الزّمان نے جن سخت مُشکلات کی موجودگی میں کُلّیاتِ رسالہءِ نُور کی تالیف کی وہ تکالیف تاریخ میں کسی بھی اہلِ علم کو درپیش نہیں رہی ہوں گی۔ اُس چھوٹے سے گاؤں میں بھی' جہاں وہ شہر بدر کر کے رکھے گئے تھے' آزادی سے اِدھر اُدھر آنے جانے سے محروم تھے۔ اُس زمانے کی صورتِ حال کو اُستاد یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک ایسے گاؤں میں جہاں مَیں غربت میں ایک پردیسی' لاوارث کی طرح تنِ تنہا رہتا تھا' اور جہاں مجھ جیسے آدمی کا گزراوقات کے لیئے کامیابی سے کوئی کام کرنا بھی ناممکن تھا وہاں مجھے ہر چیز سے اور ہر شخص کو ملنے کی ممانعت تھی۔ یہاں تک کہ مَیں نے چار سال پیشتر ایک شکستہ مسجد کی مرمّت کروادی۔ اپنے گاؤں کی مسجد میں امامت کرنے اور واعظ کے طور پر کام کرنے کی

Marfat.com

سند میرے پاس تھی چنانچہ مَیں پچھلے چار سال سے اُس مرمّت شدہ مسجد میں اِمامت کے فرائض سر انجام دیتا چلا آ رہا ہوں (اللہ قبول فرمائے) ۔ گزشتہ رمضان اُلمبارک میں مَیں مسجد نہ جا سکا۔ بعض اوقات اکیلا ہی نماز پڑھتا رہا۔ باجماعت نماز پڑھنے کے ۲۵ ثوابوں اور اِس عملِ خیر سے محروم رہا۔"

مَیں نے کسی کو کہتے سنا ہے کہ ’سعید کے پاس پچاس ہزار افراد موجود ہیں اِسی لیئے ہم اُسے آزاد نہیں چھوڑتے۔‘

مَیں بھی کہتا ہوں کہ اَے بدبخت اہلِ دنیا! کیا وجہ ہے کہ تم اپنی پوری قوّت سے دُنیا کو چلاتے ہوئے بھی دُنیا کو چلانے کا ڈھنگ نہیں جانتے؟ دیوانوں کی طرح حکم چلاتے ہو۔ اگر تمہارا خوف لوگوں کے باعث ہے تو پھر پچاس ہزار نہیں محض ایک شخص ہی مجھ سے پچاس مرتبہ بہتر کام چلا سکتا ہے۔ یعنی میرے کمرے کے دروازے میں کھڑا ہو کر مجھے حکم دے سکتا ہے کہ "تم یہاں سے نہیں نکلو گے۔"

اگر تمہارا خوف میرے مسلک کی وجہ سے ہے اور میرے قرآن کی وکالت کرنے کے باعث یا ایمان کی قُوّتِ معنوی کی وجہ سے ہے تو پھر تم غلطی پر ہو کیونکہ مسلک کے اعتبار سے میری طاقت پچاس ہزار افراد نہیں پچاس ملین ہے۔ آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے! کیونکہ مَیں قرآنِ حکیم کی قوّت کے ساتھ تم سب بے دِین لوگوں سمیت پورے یورپ کے لوگوں کو چیلنج کر سکتا ہوں۔ مَیری شائع کردہ تمام انوارِ ایمانی سے جسے وہ فنونِ مُثبت کہتے ہیں اور قدرت کا نام دیتے ہیں اِن سب قلعوں کو مَیں زیروزبر کر چکا ہوں۔ اُن کے سب سے بڑے بے دین فلسفیوں کو مَیں حیوانوں سے بھی ادنیٰ سطح پر گرا چکا ہوں۔ اگر تمہارے بے دِین لوگوں سمیت پورا یورپ بھی اکٹھا ہو جائے تو بھی اللہ کی عطا کردہ توفیق سے نہ تو مجھے میرے مسلک کے ایک مسئلے سے بھی واپس پھیر سکتے ہیں اور نہ ہی اِنشاءاللہ مُجھے مغلوب کر سکتے ہیں۔ اِس کے باوجود مَیں آپ لوگوں کی دنیا

Marfat.com

میں دخل نہیں دیتا' لہٰذا آپ بھی میری آخرت میں مداخلت نہ کریں۔ اور اگر آپ دخل اندازی کرتے بھی ہیں تو وہ بے فائدہ ہی ہوگی۔

تقدیرِ خدا قوّت بازُو سے نہ بدلے
وہ شمع جسے روشن خدا کرے پھونکوں سے نہ بجھے

ایک ایسے مشکل دور میں جب مادّی امکانات ناکافی رہ جاتے تھے' جاں نثارانِ اناطولیہ نے اشاعت کے کام کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ اہالیانِ اِسپارٹا سے ہزاروں طلباءِ نُور' کیا مرد اور کیا عورتیں' سالہا سال تک رسالہ جات کی کتابت اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُس دور میں ساو (Sav) نامی گاؤں میں ایک ہزار کے لگ بھگ قلموں سے رسالہ جاتِ نُور لکھے جاتے رہے۔

عورتیں استادِ محترم کے پاس آ کر کہتیں: ''میرے اُستاد! جو دُنیاوی کام آپ کرتے ہیں مَیں وہ کام بھی کرنے کی کوشش کروں گی۔ میرا وہ کام بھی آپ ہی کا اور رسالہِ نُور کا ہوگا۔ اُدھر ان عورتوں کے علاوہ ایسی عورتیں بھی تھیں جن کے شوہر رسالہِ نُور اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے اور وہ اُن کے ساتھ رات رات بھر لالٹین پکڑے اُنہیں روشنی فراہم کرتی تھیں' یوں وہ دِل و جان سے دِین و ایمان کی خدمات میں اُن کا ساتھ دیتی تھیں۔

۳۔ بارلا میں تالیف کردہ رِسالہ جاتِ نُور

اگرچہ لاحقہءِ بارلا میں تصنیف شدہ غیر معمولی نوعیت کے رسالہءِ نُور کے کچھ نُسخے عربی میں تھے مگر کہا جاتا ہے کہ اِس کے باوجود اب تک رسالہءِ نُور کے کُل تصنیف شدہ نُسخوں کی تعداد ۱۱۹ تک پہنچ چکی ہے۔ (۵۰) اِس تعداد میں استاد کے وہ رسالہ جات بھی شامل ہوں گے جو اُنہوں نے پرانے سعید کے زمانے میں لکھے تھے۔

اُن کا مجموعہءِ الفاظ جو ۳۳ ابواب پر مُشتمِل ہے' وہ بھی بارلا میں ہی مکمل کیا گیا تھا۔ اِس

Marfat.com

کے علاوہ اُن کی کتاب ''مجموعہءِ مکتوبات'' بھی بارلا میں مکمل کی گئی تھی۔ اِسے اگر ۳۴۳ خطوط کا نام دیا جائے تو بھی اِس کے کئی آخری ابواب میں سینکڑوں موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

''لمحہ لار'' نامی کتاب کا بھی بیشتر حصّہ بارلا میں ہی لکھا گیا تھا۔ ''رسالہءِ اخلاص'' پہلے بارلا میں ہی شروع کیا گیا تھا اور پھر اِسپارٹا لے جایا گیا۔ ''لمحہ لار'' کا اہم حصّہ یعنی اُنتیسویں اور تیسویں لمحہ لار اِسی شہر میں قید کے دوران تحریر کیا گیا تھا۔ (۵۱)

۱۹۳۶ سے ۱۹۴۳ کے درمیان کستامونُو میں قیام کے دوران تحریر شدہ ''مجموعہءِ شعالار'' (جو کہ پندرہ علیحدہ علیحدہ شعاعوں پر مشتمل ہے) اور رسالہءِ نُور کی تالیف بھی اُسی زمانے میں مکمل کی گئی تھی۔ رِسالہءِ نُور کا ایک بہت بڑا حصّہ بارلا میں تالیف کیا گیا تھا۔ بدیع الزّمان کی زندگی میں بارلا کا دَور رِسالہ جاتِ نُور کی تالیف کے دَور کے نام سے پہچانا جا سکتا ہے۔

۴۔ مَسلکِ رِسالہءِ نُور کی بنیادیں

۱) رسالہءِ نُور کی تالیفات میں مُنکشف ہونے والے طِلسمات

رِسالہءِ نُور کے مُؤلّف کے کندھوں پر بہت بھاری بوجھ لدا ہوا تھا۔ پُرانے تمام نظریات مسمار ہو چکے تھے۔ ایک بالکل نئی زندگی معرضِ وجود میں آ چکی تھی۔ تاریخ کبھی بھی گزشتہ ایّام کو واپس نہیں لا سکے گی۔ مستقبل' ایسی سب قوموں کے قبرستان میں بدل جائے گا جو نا اُمید' محبت اور ہیجان سے عاری' اور کاہل ہوں گی۔ اب ضروری ہو چُکا تھا کہ نئے انسانوں کے آگے ایمان ایک نئی زبان میں بیان کیا جاتا۔

سائنس اور فلسفے کی طرف سے اِسلام کے متعلق ظاہر کردہ شکوک کا جواب دینا چاہیئے تھا۔ عوام کے ضمیر پر لگے گہرے زخموں کی مرحم پٹی کرنے' از سرِ نو اُن میں اُمید کی کرن روشن کرنے' اور لوگوں کو اُن کے شاندار ماضی کے شایانِ شان ایک روشن مستقبل کی خوش خبری دینے کی ضرورت

Marfat.com

تھی۔ اُنہوں نے یہ سب کچھ ایک ایسے دور میں کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا تھا جب چھ سو سال تک اِسلام کے ازلی دشمنوں کے خلاف قہرمانوں کی طرح اِسلام کا دفاع کرنے والی سلطنتِ عثمانیہ شکست کھا چکی تھی اور یہ دشمنانِ اِسلام اپنی پوری قوت کے ساتھ اِسلام کی بنیادوں پر حملے کر رہے تھے۔ کِتنے افسوس کی بات ہے کہ اُستاد کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والی صرف بیرونی طاقتیں ہی نہ تھیں بلکہ تُرکی میں برسرِ اقتدار نئی حکومت کے دعوے دار بھی اپنے قدم جمانے کی خاطر اپنے آپ کو اِن بیرونی حملوں کی طرف داری کرنے پر مجبور سمجھ رہے تھے۔ اب ایک طرف تو ہمارے اپنے وہ لوگ صف آرا تھے جو اُنہیں (یعنی اُستاد کو) نہ سمجھ سکتے تھے اور نہ ہی سمجھنا چاہتے تھے' اور دوسری طرف بیرونی طاقتوں کے مختلف تشدّد پسند عناصر اور تخریبی تنظیمیں تھیں۔ اُستاد کے ایسے مسلح ساتھی جو کئی برس جنگ کے محاذوں پر اُن کے ساتھ لڑائی میں شریک رہ چکے تھے' وہ بھی کبھی کبھی اُنہیں سمجھنے سے قاصر رہ جاتے تھے۔ اُستاد کو اِس بات کا شعور تھا کہ اُس چھوٹے سے پہاڑی گاؤں میں اُن سے کیا اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اِس لیئے وہ خاموشی سے ریشم کے کیڑے کی طرح تاروں پر تار بُننے میں مشغول رہتے تھے۔

''رِسالہءِ نُور نے ایک سو کے لگ بھگ دِینی طِلسّمات اور قرآنی حقائق کے مُعمّے حل کیئے یا اُن کے متعلق نئے نئے انکشافات کیئے۔ یہ وہ طِلسّماتی مُعمّے تھے جِن میں سے کسی سے بھی لاعلمی کے باعث بہت سے لوگ شکوک و شُبہات میں مبتلا ہو جاتے' اور جب وہ اِن شکوک سے نجات نہ پا سکتے تو ممکن تھا کہ بعض اوقات اپنے ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتے۔ اب جب کہ اُن طِلسمات سے نجات پائی جا چکی ہے' تو اگر تمام بے دین لوگ بھی اکٹھے ہو جائیں تب بھی وہ اِن پر غلبہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔'' (۵۲)

Marfat.com

ب) رِسالہءِ نُور کی تصنیف میں مُشاہدہ کی جانے والی خُدائی مدد

بدیع الزّمان اللہ کی عنایت اور مدد سے بہت سی مہربانیوں کے مظہر ہو چکے تھے۔ اگر وہ نامساعد شرائط پیشِ نظر رکھی جائیں جن میں اُنہوں نے اپنی خدمات سرانجام دی تھیں تو معلوم ہوگا کہ اُن کی سرانجام دی ہوئی خدمات ایسی نہیں تھیں جو اُن کی غیر معمولی ذہانت یا ولی ہونے کی قوّت کے بل بوتے پر کامیاب ہوگئی ہوں۔ وہ اِس خدمت کے عوض اپنا کوئی ذاتی معاوضہ وصول نہیں کرتے تھے۔ اپنے آپ کو ہر شخص سے زیادہ عاجز اور گنہگار سمجھتے تھے۔ جو کوئی اُنہیں ایک صاحبِ مقام انسان کے رکردار میں دیکھتا اُسے وہ ملاقات کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ اپنے بچپن سے ہی اپنی زندگی میں ظہور پذیر ہونے والے مافوق العادۃ حوادِث کا ایک مختلف نقطۂِ نگاہ سے جائزہ لیتے تھے۔

بدیع الزّمان کو قرآن کی خدمت سے جو شرف حاصل ہوتا وہ اِسے اناطولیہ کے اُن لوگوں میں بھی بانٹ دیا کرتے تھے جو اُن کے اِرد گرد جمع ہوا کرتے تھے۔ اپنے لیئے صرف درس سے حاصل شُدہ دوستی ہی رکھتے تھے۔ ''تو اَے میرے بھائیو اور اَے قرآن کی خدمت کرنے والے میرے ساتھیو! جس طرح ایک قلعہ فتح کرنے والی کمپنی کے صرف حوالدار کو ہی اس فتح کا سارا شرف اور مالِ غنیمت دے دینا ایک ظلم ہے' ایک غلطی ہے' اِسی طرح آپ کے اِس معنوی شخص کی قوّت اور آپ لوگوں کے قلم سے حاصل ہونے والی فتوحات کی عنایات آپ محض مجھ جیسے ایک بے یارومددگار انسان کو نہیں دے سکتے۔'' ''مَیں یہ الفاظ کسرِ نفسی کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ بلکہ ایک حقیقت بیان کرنے کی خاطر کہہ رہا ہوں کہ میرے الفاظ میں جو حقائق اور کمالات ہیں وہ میرے نہیں بلکہ قرآن کے ہیں اور قرآن سے ہی جھڑ جھڑ کر نکل رہے ہیں۔ یہ میری مجبوری ہے کہ قرآن کی جو شاندار بوندیں مجھ پر ظاہر ہوتی ہیں اُن کا اظہار آگے آپ لوگوں پر کرتا رہوں۔ جی ہاں' پُر لذت انگور کے خوشوں کی خوبیاں سُوکھی ٹہنیوں پر نہیں ڈھونڈی جاتیں۔ تو گویا میری حیثیت بھی اُن سوکھی ٹہنیوں ہی کی طرح ہے۔''

Marfat.com

ت) رسالہءِ نُور کا طالبِ علم ہونا

رسالہءِ نُور کا مسلک نہ خُفیہ ہے نہ اعلانیہ' اور نہ ہی یہ کوئی جمیعت' طریقت یا انجمن ہے۔ طلباءِ نُور کے بھائی چارے کا مطمع نظر آخرت ہے۔ اِس دنیا سے متعلق سارے کام فانی ہوتے ہیں جبکہ آخرت سے متعلق تمام کام باقی ہوتے ہیں۔ اِس مناسبت سے کوئی دنیاوی کام خواہ سب کاموں سے بڑا ہی کیوں نہ ہو' وہ اُخروی کاموں میں سب سے چھوٹے کام کے مُساوی بھی نہیں ہوسکتا۔ دِین کے الماس دے کر دُنیا کے شیشے کے ٹکڑے خریدنا دیوانگی کی علامت ہے۔

اور پھر چونکہ رسالہءِ نُور کا منبع قرآن کے خزانے ہیں اِس لیئے یہ عوام میں سے اہلِ ایمان لوگوں کا مال ہے۔ طلباءِ نُور بھی اپنے اُستاد کے شانہ بشانہ قرآنِ عالیشان کے طالبِ علم بن گئے ہیں۔ جماعتِ نُور ایسے لوگوں کی جماعت ہے جنہوں نے قرآن کی حقیقتوں کے متعلق ایک ہی استاد سے سبق سیکھے ہیں اور جو اِن حقیقتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کی خاطر' اور قرآن کے حکم کے مطابق آپس میں بھائی چارے کے اصول کی حفاظت کرنے کے لیئے اپنے علم اور سوچ کے ذریعے ایک دوسرے کی مدد کے لیئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔

بدیع الزّمان قرآن کی خدمت کے رَد مُساوات کے اصول کے اُخروی فوائد کے بارے میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

"یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہماری زیارت کو آنے والے یا دُنیاوی حیات کی سمت سے آتے ہیں' کہ وہ دروازہ بند ہے' اور یا پھر اُخروی حیات کی سمت سے آتے ہیں' کہ اُس طرف سے آنے کے بھی دو دروازے ہیں۔ یا وہ مجھے ایک مبارک اور صاحبِ مقام انسان سمجھ کر آتے ہیں' کہ یہ دروازہ بھی بند ہے کیونکہ مَیں تو خود پسند انسان نہیں ہوں۔ اِس لیئے جو لوگ مجھے پسند کرتے ہیں مَیں اُنہیں پسند نہیں کرتا۔ جنابِ حق تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ اُس نے مجھے خود پسندی سے بچایا ہوا ہے۔ دوسری سمت وہ ہے جو محض میرے قرآنِ حکیم کا عامل ہونے کی سمت ہے۔ جو لوگ اِس سمت سے داخل ہوتے ہیں اُنہیں مَیں "آمنّا وصدّقنا" کہہ کر قبول کرتا ہوں۔ اِس قبولیت کے بھی تین

Marfat.com

طریقے ہیں۔ یا دوست بن جانا' یا بھائی بن جانا' یا پھر طالبِ علم بن جانا۔

دوست کی خاصیت اور شرط یہ ہے کہ: وہ ہمارے الفاظ کے اور انوارِ قرآن کے بارے میں ہماری خدمات کی ہر حالت میں سنجیدگی سے حمایت کرتے رہیں۔ اور یہ کہ وہ ناانصافی' بدعتوں' گمراہی اور رشوت ستانی کی دِل سے مخالفت کرتے ہوں اور ہمارے الفاظ اور انوارِ قرآن سے خود اپنے لئے بھی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

بھائی بننے کی خاصیّت اور شرط یہ ہے: اپنے الفاظ کو نشر کرنے کے لیۓ حقیقی معنوں میں کوشش کرتے رہنے کے ساتھ ساتھ پانچوں فرض نمازوں کی ادائیگی پابندی سے کرتا رہے اور ساتوں گناہِ کبیرہ سے بچتا رہے۔

طالبِ علمی کے لیۓ خاصیت اور شرط یہ ہے کہ: اپنے الفاظ کی یہ سمجھ کر حفاظت کرے کہ وہ خود اُس کا اپنا مال اور تالیف ہیں اور اِنہیں نشر کرنے کو اور اِن کی خدمت کو اپنی زندگی کا سب سے اہم فرض سمجھے۔

تو یہ ہیں وہ تین طبقے جن کا میری شخصیت کے تین پہلوؤں سے تعلق ہے۔ دوست میری شخصی اور ذاتی شخصیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بھائی میری اُس شخصیت سے تعلق رکھتے ہیں جو میرے اللہ کا غلام ہونے اور میری عبادت کی ادائیگی سے متعلق ہے۔ اور جہاں تک طالبِ علم کا تعلق ہے تو اُن کا تعلق میری شخصیت کے اُس پہلو سے ہے جو میرے قرآنِ کریم کا عامل ہونے اور میرے اُستاد ہونے کے متعلق ہیں۔ (۵۳)

ث) عِبادت کی بنیادی باتیں

سُنّتِ علوی کی پیروی

رسولِ اکرم (ﷺ) کا فرمان ہے:

''میری اُمّت کے فساد کے زمانے میں جو بھی میری سُنّت کو مضبوطی سے پکڑے رکھے

Marfat.com

گا وہ ایک سو شہیدوں کا ثواب کما سکتا ہے۔'' (۵۴) چنانچہ اِس بھید کے بَل پر جو کوئی سُنّتِ علَوی کی پَیروی کو اپنی عادت بنالیتا ہے' اپنی عادات کو عبادت کی طرف موڑ لیتا ہے' وہ اپنی ساری عمر کو باثمر اور باثواب بنا سکتا ہے۔

حرام سے پرہیز

اِس زمانے میں جبکہ تخریبات اور منفی حرکات نے دہشت پھیلا رکھی ہے' حرام اشیاء سے پرہیز کرنا اِن تخریبات کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ جو لوگ اپنے فرض ادا کرتے ہیں اور کسی گناہِ کبیرہ کا اِرتکاب نہیں کرتے وہ نجات پا لیتے ہیں۔ (۵۵)

کائنات کو قرآن کی نگاہ سے دیکھنا

جی ہاں' ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک پہلو حق تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے' اور دوسرا لوگوں کی طرف۔ لوگوں کی طرف دیکھنے والا پہلو ایک ایسے پردے کی طرح ہونا چاہیئے جیسا کہ حق تعالیٰ کی طرف دیکھنے والے پہلو کی جانب لٹکنے والا جھالردار پردہ یا شیشے کا ایک شفاف ٹکڑا ہوتا ہے۔ اِس پردے پر بھی نیچے کی طرف ایک نقطہ ہونا چاہیئے جو حق تعالیٰ کی جانب اشارے کا کام دیتا ہو۔ اِس طرح جب انسان کسی نعمت کی طرف دیکھے تو اُس کے ذہن اور سوچ میں نعمت عطا کرنے والا آجائے' کسی فن پارے کی طرف دیکھے تو خالقِ حقیقی' اور اسباب کی طرف نظر دوڑائے تو مؤثرِ حقیقی آجائے۔

عجز' فقر' شفقت اور تفکّر کی راہ اپنانا

آیئے اِس طریقے کو مختصراً دُہرائیں: سُنّت کی پیروی' فرائض کی ادائیگی' ترکِ گناہِ کبیرہ' اور خاص طور پر ارکینِ نماز کے ساتھ نماز ادا کرنا اور نماز کے بعد کی تسبیحات کا پڑھنا۔

Marfat.com

۵۔ بارلا میں آخری ایّام

جن دہشت گرد جماعتوں کی جڑیں بیرونی ممالک میں تھیں اُن کا بدیع الزّماں کو شہر بدر کر کے بارلا بھجوانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اِس لاوارث علاقے میں تنِ تنہا مر کھپ جائیں گے۔ مگر کیا کِیا جائے کہ اُس ''چھوٹے سے گاؤں'' میں مُقید سمجھے جانے والے بدیع الزّماں وہاں قیام کے دوران فیضِ قرآن سے ایسے درس دیتے رہے جن سے آنے والی تمام صدیوں کو منّور ہونا تھا۔ کائنات کی کتاب سے دیئے جانے والے یہ درس ساری اسلامی دُنیا تک پہنچتے تھے۔

مسجد پر مارے گئے چھاپے کے بارے میں بارلا کے شمعِ گنیش بیان کرتے ہیں:

''تحصیلدار جمال جان کی وساطت سے ایک چوکیدار اور ملیشیا کے چند سپاہی نماز سے پہلے مسجد کے اندر اور اِرد گرد چھپ کر اذان اور نماز کا انتظار کرنے لگے۔ آخرِ کار چار پانچ بے گناہ نمازی مسجد میں آئے۔ حضرت اِستادِ محترم کی طرف سے مؤذّن کے فرائض سرانجام دینے والے شمعِ گنیش نے مسجد کے اندر نہایت دھیمی آواز میں اذانِ محمدیہ دینی شروع کی۔ عَین اُس وقت جیسے کسی کو بڑا سنگین جرم کرنے پر رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے' مسجد میں موجود عبدُ اللہ چاؤ وش' مصطفیٰ چاؤ وش' صدیق سلیمان اور شمعِ گنیش کو گرفتار کر کے اِلغریدر (Eğridir) بھجوادیا گیا۔'' (۵۶)

۱۹۳۴ کی ابتداء میں ہونے والے اِس واقعے کے بعد بدیع الزّماں کی مسجد سرکاری طور پر مُہر بند کر دی گئی۔ جلدی جلدی دُہرائے جانے والے اِس طرح کے ظالمانہ حربوں اور ذاتی عبادت پر کیئے جانے والے حملوں کے بعد دیکھا گیا کہ بدیع الزّماں کے نَو عدد دانت ٹوٹ چکے ہیں۔ (۵۷)

۶۔ بدیع الزّماں کی اِسپارٹا مُنتقلی

جن لوگوں نے یہ حساب لگا رکھا تھا کہ جس گاؤں میں بدیع الزّماں کو شہر بدر کر کے بھیجا گیا تھا وہ وہیں فراموش کر دیے جائیں گے اور وہیں مر کھپ جائیں گے اُن کا یہ حساب غلط ثابت

Marfat.com

ہوا۔ جُوں جُوں دِن گزرتے گئے لوگوں میں ہر دِلعزیز ہونے والی نُور تصنیفات نے اناطولیہ کے لوگوں کے لیئے ایک نیا دروازہ کھول دیا اور یوں بدیع الزّمان کا سورج کی بلندی تک پہنچنے کا سفر شروع ہو گیا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر خلقِ خدا کو دیئے جانے والے خُطبات عدالتوں کے دالانوں میں لمبی داستانوں میں تبدیل ہونے کو تھے۔ اِس مقصد کے لیئے تقدیر نے ضروری جال بُننے شروع کر دیئے تھے۔

حکومتِ وقت جو بدیع الزّمان کو نظر بند کرنے کی خواہشمند تھی وہ ۱۹۳۴ کے گرمیوں کے مہینوں میں اُنہیں اسپارٹا کے مرکزی شہر میں لے آئی۔ بدیع الزّمان شُکرُو آفندی کے گھر میں ٹھہرے جو وطن دوستی کے جذبات سے معمور ایک امیر شخص تھے اور جو نُور کے طالبِ علم بھی تھے۔ اِسپارٹا میں اپنے مختصر قیام کے دوران بدیع الزّمان نے وہاں کی زندگی میں بڑی بابرکت خِدمات کا بندوبست کر لیا۔ ایک طرف تو اپنی تصنیفات کی تالیف کا کام جاری رکھتے ہوئے دوسری طرف اُنہوں نے اُن تمام رسالہ جاتِ نُور کو جو وہ اُس وقت تک تالیف کر چُکے تھے نئے سرے سے ترتیب دے کر اُن کی تصحیح کا کام بھی مکمل کر لیا۔ پھر اُسی دَور میں اُنہوں نے اپنے لائق طلباء کو یہ کام بھی سُپرد کر دیا کہ وہ رسالہ جاتِ نُور کی ایک کثیرُالمقاصد فہرست تیار کر لیں۔

قرآن کے گرد ایک مستحکم جماعت کی تشکیل

بدیع الزّمان کو اِس بات کا اِحساس ہو چُکا تھا کہ گُمراہ پارٹیوں کے مشترک حملے کی صورت میں اگر اُن کا مقابلہ انفرادی طور پر کیا جاتا ہے تو کمزوری کے باعث شکست یقینی ہوتی ہے۔ اِس لیئے ضروری تھا کہ اُن گُمراہ جماعتوں کے خلاف قرآن کے نام پر تشکیل دی جانے والی ایک جماعت معنوی شخص کی صورت میں سامنے آئے۔ صرف اِس طریقے سے شرّ کی اِن طاقتوں کا مقابلہ کیا جا سکے گا۔ رسالہِ نُور ایک ایسا آلہ تھا جو ایک ایسی جماعت کے ہاتھوں اِن خدمات کو پایہءِ تکمیل تک پہنچا سکتا تھا۔ بدیع الزّمان اپنی پوری روح کے ساتھ جنابِ حق تعالیٰ سے ایک ایسی

Marfat.com

جماعت کے لیئے درخواست کرتے تھے جو قرآنی تعلیمات کے مطابق تشکیل دی جا سکے' جس کے قدم کسی بھی حادثے کی صورت میں نہ ڈگمگائیں۔ جسے اگر کوئی ساری دُنیا بھی دینے کو تیار ہو جائے پھر بھی اپنے دعوے سے پیچھے نہ ہٹے' ایمان کی خدمت کو نہ کسی چیز کے لیئے آلہِ کار بنائے اور نہ ہی بلندیوں پر پہنچنے کے لیئے سیڑھی کے طور پر استعمال کرے۔ چنانچہ اُنہوں نے اللہ کی اجازت سے ایک ایسی جماعت بنائی جو قرآن کی حقیقتوں کو دنیا بھر میں نشر کرنے والی تھی۔ طلباءِ نُور جو حقیقتاً بدیع الزّمان کی زندگی کا شعور رکھتے تھے اُنہوں نے اِس عظیم جماعت کے صاحبِ شرف اراکین ہونے کا صحیح معنوں میں حق ادا کر دیا۔

اِس جماعت کے بنیادی اصول ''اِخلاص'' نامی رسالے میں یوں بیان کئے گئے ہیں:

'' آپ کے اعمال رضائے اِلٰہی کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اگر وہ راضی ہے اور ساری دنیا ناراض ہے تو اس ناراضگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اگر وہ قبول کر لے اور تمام لوگ رَدّ کر دیں پھر بھی اُن کے رَدّ کرنے سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اپنے اُن بھائیوں پر تنقید نہ کرنا جو اِس قرآنی خدمت میں مصرُوف ہیں اور اُن کے خلاف حسد جیسی فضیلتِ فروشانہ قِسم کی حرکات سے باز رہنا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کی تمام قوّت خلوص اور حق میں ہے۔ جی ہاں' قوّت حق میں ہے اور خلوص میں ہے۔

اپنے بھائیوں کی خوبیوں کو اپنی خوبیاں سمجھیے اور اُن کی فضیلتوں کو خُود اپنے اندر تصوّر کیجیے۔ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اُن کے شَرف پر شکریئے کے ساتھ فخر کرتے ہیں۔''

۷۔ اَیسکی شہر (Eskişehir) کی قید (۱۹۳۵)

اِسپارٹا کے سرکاری وکیل نے بدیع الزّمان کے گھر پر چھاپہ مار کر اُن کی تمام کتابوں کو قبضے میں لے لیا تھا۔ اِس چھاپے کے چند روز بعد اُن کو گرفتار کر لیا گیا۔ اِس پر انطالیہ' آیدَن'

Marfat.com

مُغلا' اِسپارٹا اور گردونواح کے علاقوں کے رہائشی اُن کے ایک سو بیس کے قریب طلباء نور اکٹھے ہو گئے۔ اِس اجتماع کو یوں ظاہر کیا گیا جیسے نُور طلباء ایک بہت بڑی بغاوت کے لیئے تیار ہو رہے ہوں۔ چنانچہ اُنہیں اور اُن کے اساتذہ کو ختم کرنے کے پلان تیار کیئے گئے۔ داخلی اُمور کے وزیر (شُکرُو کایا' ایک سو ملیشیا اور بیس پولیس کے سپاہیوں کی معیت میں ڈائریکٹر جنرل سیکورٹی اور ملیشیا کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کو لے کر انقرہ سے اِسپارٹا پہنچ گئے۔ وزیرِاعظم عصمت اِنونو نے بھی مشرقی صوبوں کا رُخ کیا۔

اِسپارٹا کے رہائشی نُور طلباء میں سے مرحوم رُشتُو چاکن تفتیش اور باز پُرس کے دِنوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''حضرتِ استاد بارلا سے اِسپارٹا پہنچے۔ وہاں شُکرُو آفندی کے دولت خانے پر رہنا شروع کیا۔ پولیس لگا تار اُن کا پیچھا کرتی رہی۔ ایک بدھ کے روز پولیس نے تلاشی لینی شروع کر دی۔ کتابیں لے گئے۔ خسرو' رفعت' رُشتُو' بیکر آغا' گھڑی ساز لُطفو' وغیرہ کو گرفتار کر لیا۔ اُسی روز (بُدھ کے دِن) وہ اُنہیں جیل خانے لے گئے جہاں سب کو الگ الگ قیدِ تنہائی میں ڈال دیا گیا۔ جمعہ کے روز چونکہ سرکاری دفاتر میں چھٹی ہوتی تھی اس لیے تحقیقات جاری نہ رہ سکیں۔ ہفتے کے روز پانچ چھ پولیس کے سپاہی اُستاد بدیع الزّمان کے ہاں گئے اور اُنہیں سرکاری دفتر لے آئے۔ اہالیانِ علاقہ اور دُکاندار' کیا بات ہے؟ کیا ہو گیا ہے؟' جیسے سوال کرتے کرتے بھاگے اور سرکاری دفتر کے سامنے جا پہنچے۔ اِس پر سرکاری وکیل نے ایک تار انقرہ بھجوا دیا کہ اِسپارٹا میں بغاوت شروع ہو گئی ہے۔ اُس وقت صدرِ مملکت بھی اَیسکی شہر میں تھے۔ اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ عدالت اَیسکی شہر مُنتقل کر دی جائے۔ اِس کے ساتھ ہی شُکرُو کایا اِرد گرد کی ریاستوں سے اکٹھی کی ہوئی پولیس کے ہمراہ آئے اور اُنہوں نے اِسپارٹا کی متعلقہ پولیس کو معزول کر دیا۔ ڈویژن کمانڈر رُشتو پاشا اور گورنر فوضی دَلدَل شُکرُو کایا کا استقبال کرنے کے لیئے نکلے تو اُن کے ہمراہ فوج

Marfat.com

اور پولیس کی نفری دیکھ کر اُنہوں نے پوچھا 'یہ کیا ہو رہا ہے؟' شُکرُو کایا نے جواب دیا 'یہاں بغاوت ہوگئی ہے!' ـ ـ ـ ـ یہ سُن کر رُشتو پاشا نے اپنے ردِّ عمل کا اظہار یوں کیا، 'بھئی ہم یہاں کسی باغ کے چوکیدار ہیں کیا؟' ساتھ ہی اُنہوں نے یہ بھی بتایا کہ یہاں بغاوت نام کی کوئی چیز نہیں ہوئی۔ پانچ چھ روز کی تحقیقات کے بعد بالآخر ہم لوگ نُو گاڑیوں میں افیون بھیج دیئے گئے۔ افیون سے بذریعہ ریل گاڑی ہمیں اَیسکی شہر روانہ کر دیا گیا۔ ہمیں لگاتار ہتھکڑیاں لگی رہیں۔ قافلے کے کمانڈر کیپٹن روحی بے نے راستے میں ہماری ہتھکڑیاں کھلوا کر ہمیں نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی۔ ہم نے دِینار پہنچنے سے پہلے پہلے نماز پڑھ لی۔

راستے میں ہمیں فوجی دستے نظر آتے رہے۔ افیون بالکل سُونا سُونا تھا۔ اَیسکی شہر پہنچ کر ہم میں سے دو دو کو ایک ایک ہتھکڑی میں جکڑ دیا گیا۔ مُجھے اور انطالیہ کے مُفتی چِل احمد کو ایک ہی ہتھکڑی سے جکڑا گیا۔ ہم سب سے آگے تھے۔ ہر شخص کے حصّے ایک پولیس کا اور ایک ملیشیا کا سپاہی آیا۔ جیل خانے پہنچنے پر ہماری تلاشی لی گئی۔ اُستاد کو ایک علیحدہ کمرہ دیا گیا۔ ہمیں ایک الگ کمرے میں رکھا گیا۔ ہمارے بعد آنے والوں سمیت ہماری تعداد ۱۲۰ تک پہنچ گئی۔'' (۵۸)

بازپُرس کے دوران دو مظلوم نُورطلباء شہید ہوگئے۔ ان میں سے ایک تو بڑی عمر کا شخص تھا جو پولیس کے چھاپے کے دوران اپنے گھر سے پکڑا گیا تھا اور پیشتر اِس کے کہ وہ جیل پہنچتا' سڑک پر ہی وفات پا گیا تھا۔ دوسرا شخص ریٹائرڈ میجر عاصم آفندی تھا جس نے بازپُرس کے دوران اپنی باری کا انتظار کرتے کرتے اللہ تعالیٰ سے اپنی موت کی دعا کی تھی۔ وہ بے قصور ہی شہید ہو گیا۔

بازپُرس کے دوران عاصم بے کی وفات سے بدیع الزّمان کو سخت صدمہ ہوا۔ بدیع الزّمان کسی نہ کسی وسیلے سے عاصم بے (جنہیں اُستاد نے ہی بے قصور شہید کا نام دیا تھا) کی بہادری کا ذکر زبان پر لے آتے تھے۔ '' مرحوم میجر عاصم بے بے قصور ہی مارا گیا۔ اُس نے سوچا اگر سچ کہتا ہوں تو استاد کو ضرر پہنچتا ہے اور اگر جھوٹ بولتا ہوں تو یہ میری چالیس سالہ عزّت اور

Marfat.com

ایمانداری سے گزاری ہوئی فوجی حیثیت کے لیئے بے حد ناگوار ہوگا۔ یہ سوچ کر اُس نے کہا: 'یا رب' تُو میری جان ہی لے لے!' اور پھر دس منٹ کے اندر اندر اُس نے اپنی روح تسلیم کر دی۔ اور یوں وہ بے قصور ہی شہید ہوگیا۔ وہ ایک نیک کام میں مدد دینے کے جرم میں' کہ جِسے دنیا کا کوئی قانون جرم نہیں کہہ سکتا' ایسے لوگوں کی مکروہ غلطیوں پر قربان ہوگیا جن کے خیال میں یہ کام اور سچی گواہی دینا دونوں ہی غلط کام ہیں۔ جی ہاں' یوں وہ شخص جو رسالہءِ نُور کے سارے درس لے رہا تھا' وہ موت کا شربت یوں پی گیا جیسے پانی پیا جاتا ہے' یہ سمجھتے ہوئے جیسے یہ بھی کوئی آسانی سے حاصل کیا گیا ڈسچارج سرٹیفکیٹ تھا۔ مجھے اگر میرے بعد دنیا میں باقی رہ جانے والے بھائیوں کے رنج والم کا خیال نہ ہوتا تو مَیں بھی اپنے عالی مرتبت بھائی عاصم بے کی طرح کہتا کہ یا رَب! میری جان بھی لے لے۔'' (۵۹)

۱) مقدماتی دَور

اَیسکی شہر میں شروع ہونے والے مقدمے کی اِبتدائی کاروائی جس میں بیانات وغیرہ درج کیئے گئے' کوئی دو ماہ کے قریب جاری رہی۔ سرکاری وکیل کے کہنے پر' کہ ۱۱۷ ملزموں میں سے ۱۰۵ پر مقدمہ چلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' وہ ۱۰۵ ملزم رہا کر دیئے گئے۔ اب باقی ۱۲ ملزموں پر صحیح معنوں میں مقدمے کی ابتداء کی گئی۔

سرکاری وکیل کا پیش کردہ کیس چار یا پانچ بنیادی الزامات پر مشتمل تھا۔ (۱) رجعت پسندی کے اِرادے سے مذہب کو آلہءِ کار بنانا اور اس طرح امنِ عامہ میں خلل پیدا کرنے کا احتمال پیدا کرنا۔ (۱۱) حکومت سے اجازت لیئے بغیر رسالہءِ نُور کی اشاعت۔ (۱۱۱) مذہبی حِساسیت کو ہوا دیتے ہوئے حکومت کے آزادانہ اصولوں پر چلنے کی راہ میں رُکاوٹ کھڑی کرنا۔ (۱۷) سرکار کی طرف سے ممنوعہ طریقت کے درس دینا۔ (۷) رسالہءِ معجزاتِ احمدیہ' 'بقائے روح' اور' حشرِ اعظم' نامی رسالوں کے آخر میں دستخطوں سے یہ ظاہر کرنا کہ ایک جمعیت یا طریقت کی بیل ڈا

Marfat.com

لی گئی ہے۔

ایک ایسے دور میں جب ہر قسم کی آزادی پر نہایت سخت پابندیاں عائد ہوں' عدالتوں کے کمرے اِنسانی خیالات کی رَو کی موثر ترین اشاعت کا وسیلہ بنائے جا سکتے ہیں۔ عدالتوں کا ہر کمرہ ایک درس خانے کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ ہر دَورِ اِستبداد میں مُفکّروں کے لیئے عوام کے ساتھ' پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ' اور نئی نسل کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کے امکانات نہایت محدود ہوتے ہیں۔ جس طرح اُن تک پہنچنے کے وسائل بالکل معدوم ہو جاتے ہیں اِسی طرح اپنی ہی سردردیوں میں پھنسے رہنے والے لوگوں میں سے بھی بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اپنے مسائل کے حل کے لیئے نئے نئے خیالات تک رسائی حاصل کر سکتے ہوں۔ پیچھے صرف عدالتوں کے کمرے ہی باقی رہ جاتے ہیں جہاں عوام بھی موجود ہوتے ہیں' ذرائعِ ابلاغ کے نمائندے بھی' وکلاء بھی اور جج صاحبان بھی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ کوٹھڑیاں جہاں نوجوان نسل کو مقید رکھا جاتا ہے! بڑے بڑے مقدمے یہیں سُنے جاتے ہیں اور یہیں ختم ہوتے ہیں۔ تاریخ میں ہمیشہ آمرانہ حکومتیں' جو اس کُھلی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں' ایک لحاظ سے اپنی عاقبت اِنہیں عدالتوں کی غلام گردشوں میں تیار کرتی ہیں۔

بدیع الزّمان جیل خانوں کو ''مدرسۂ یوسفی'' کہا کرتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ ۱۹۳۵ کی دہائی سے لے کر ۱۹۵۰ کی دہائی تک یہیں درس دیا کرتے تھے۔ اُن کے خلاف دائر کیئے گئے اَن گِنت دعووں کے دوران ہزاروں ججوں اور سرکاری وکیلوں کے ساتھ ساتھ دس ہزار کے قریب تعلیم یافتہ اراکینِ اَوقاف کو بھی رسالۂ نُور کی تصانیف سے روشناس ہونے کا موقع مل جاتا تھا۔ اِن تصانیف کے طِلسماتی منطق سے متاثر نہ ہونا یقیناً ناممکن تھا۔ استاد کو بھی یقیناً اس بات کا علم تھا اور وہ کہہ سکتے تھے کہ: ''میری پھانسی کا فیصلہ صادر کرنے والے اگر رسالۂ نُور کی مدد

Marfat.com

سے اپنے ایمان کو صحیح راہ پر ڈال لیں تو آپ لوگ گواہ رہیں کہ مَیں نے اُنہیں اپنے حقوق معاف کر دیئے۔"

ایک نازک دور میں بدیع الزّمان کا مختلف حقیقتوں کو یوں زبان پر لانا اِس لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ وہ حقوق سے کس حد تک واقف تھے اور حق کی خاطر اُن کی طرف سے کی جانے والی جنگ کا مرتبہ کس قدر بلند تھا۔ اِس مقدمے میں اُن کے دفاعی بیان کا پورا متن نہ مل سکنے کے باعث اُس کے ایک دو پیرے یہاں درج کیے جا رہے ہیں:

پہلا الزام: اِس میں رجعت پسندی کے اِرادے سے مذہب کو آلہءِ کار بنا کر امنِ عامہ میں خلل ڈالنے کی نیّت کی موجودگی کی خبر دی گئی ہے۔

جواب: اوّل تو یہ کہ امکانات الگ شے ہیں اور وقُوعات الگ۔ یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ ہر شخص، کئی لوگوں کو قتل کر سکتا ہے۔ کیا یہ ممکنہ قتل کسی عدالت میں جُرم کے طور پر لے جایا جا سکتا ہے؟ ہر ماچس کی ڈبیہ سے ایک گھر کو جلا دینا ممکن ہے۔ کیا آگ کے ایسے امکانات کے باعث ماچس کی ڈبیوں کو تلف کیا جا سکتا ہے؟

دوم: ایک لاکھ بار اللہ بچائے! ہماری مصروفیت علُومِ اِیمانی ہے اور علُومِ ایمانی کو اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی چیز اپنا آلہءِ کار نہیں بنا سکتی۔ جی ہاں، جس طرح سورج چاند کا تابع سیّارہ نہیں ہے اِسی طرح ایمان، جو کہ سعادتِ ابدی کی نورانی اور قدسی کُنجی ہے اور حیاتِ اُخروی کا سورج ہے، وہ بھی معاشرے کی زندگی کے لیئے دُنیاوی سیاست کا آلہءِ کار نہیں بنایا جا سکتا۔ جی ہاں، اِس کائنات کا سب سے بڑا مسئلہ، اور اِس کائنات کی انسانی آبادی کا سب سے بڑا معمّہ ایمان کا بھید ہے۔ اِس سے بڑا اور کوئی مسئلہ پوری کائنات میں نہیں ہے جو ایمان کے بھید کے مسئلے کو اپنا آلہءِ کار بنا سکے۔ حاشہ اللہ!"

حضرات! مَیں ہر چیز سے پہلے مسلمان ہوں اور اگرچہ مَیں نے مشرقی صوبے میں

Marfat.com

اِس دنیا میں قدم رکھا تھا مگر مَیں نے اِن تُرکوں کی خدمت کی۔ میری مفید خدمات کا ننانوے فیصد حصّہ تُرکوں کے لیئے تھا۔ میری زندگی کا زیادہ سے زیادہ حصّہ تُرکوں میں گزرا ہے۔ میرے سب سے سچّے اور سب سے خالص بھائی تُرکوں میں سے بنے ہیں اور اِسلامی افواج کے سب سے بہادر سپاہی بھی تُرک ہی ثابت ہوئے ہیں۔ اِس وجہ سے اور اِس کے باعث بھی کہ میرے مسلک اور خدمتِ قرآن کے نقطۂ نظر سے بھی ہر قوم سے زیادہ مَیں تُرکوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور اُن کی حمایت کرنے کو اپنی قدّسی خدمات کا تقاضا سمجھتا ہوں۔ مُجھے 'کُرد' کہنے والے اور اپنے آپ کو قوم پرست ظاہر کرنے والے لوگوں میں سے ایک ہزار کے مقابلے میں مَیں ایک ہزار حقیقی اور جوانمرد نوجوان تُرکوں کو ایسے گواہوں کی صورت میں پیش کرسکتا ہوں جو میری تُرک قوم کے لیئے سرانجام دی ہوئی خدمات کی گواہی دیں گے۔

جہاں تک میرے خاموش رہنے کا تعلق ہے تو مَیں کہوں گا اگر ایک عام انکشاف اور ایک غیر اہم سیاسی سوچ کے پیچھے' اور دنیاوی حیثیت کی خاطر بے شمار معزز انسانوں کے سر بلا جھجک قربان کیئے جا سکتے ہیں تو یقیناً ایسے آبِ حیات کی خاطر جو حیاتِ جاوداں بخشتا ہے اور انسان کو اتنی ثروت کا مالک بنا دیتا ہے جس سے بے بہا جنت کی قیمت ادا کی جا سکے' اور ایسے انکشافات کی خاطر جو تمام فلسفیوں کو محوِ حیرت کر دیں' تو پھر اگر میرے پاس میرے جسم کے خُلیات کی تعداد کے برابر میرے سر ہوں اور اُن سب کی قربانی ضروری ہو جائے تو مَیں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے وہ سارے سر قربان کر دوں گا۔ (صرف خاموش رہنا تو کوئی بڑی بات ہی نہیں!) مگر مجھے ڈراوے دے کر یا جان سے مار کر میری زبان بند کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک زبان کی بجائے ایک ہزار زبانوں کو بولنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ رِسالہءِ نُور' جو بیس سال کے عرصے میں لوگوں کی روحوں میں گھر کر چکا ہے' وہ میری خاموش کردہ زبان کی جگہ ہزار ہا زبانوں کو بولنے کی سکت دے

Marfat.com

گا۔یہی میری رحیم وکریم ذُوالجلال سے اُمید ہے۔"

دو ماہ کی پوچھ گچھ کے بعد باقاعدہ سماعت شروع کیئے جانے والا مقدمہ ایک ماہ کے اندر ہی نتیجے پر پہنچ گیا۔اُستاد کی طرف سے بے مثال طرز میں پیش کیا جانے والا دفاعی بیان ملحوظِ خاطر نہ رکھا گیا۔اور اگرچہ تمام رسالہ جات اور اُن کے مکتوب موجود تھے پھر بھی سزا دینے کے نتیجے پر پہنچنے کے لیئے عدالت کوئی دلیل نہ ڈھونڈ سکی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیصلہ عدالت کے ضمیر کی رائے کے مطابق کر دیا گیا،جس میں سعید نُورسی کو گیارہ مہینے اور اُن کے بارہ دوستوں کو چھ چھ ماہ قید کی سزا سنادی گئی۔باقی ۱۰۵ ملزم ۱۹اگست ۱۹۳۵کو عدالت کے فیصلے کے مطابق بری کر دیئے گئے۔

ب) اَیسکی شہر جیل کی یادیں

بدیع الزّمان نے ہمیشہ علم، ایمان اور عزّت کی حفاظت کی۔وہ کبھی اُن لوگوں کے سامنے نہیں جھکے جو اُن پر اِس طرح کے ظلم ڈھاتے تھے۔اُن کے ساتھ ہی گرفتار کیئے جانے والے رُشتُو چاکن بدیع الزّمان کے ایسے طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایمان کے مسئلے پر ہر طرح کی دھمکی کو ایک دھیلے جتنی اہمیت بھی نہیں دیتے تھے۔:"ہم لوگ اَیسکی شہر میں قید کے سلسلے میں عدالت میں پیش کیئے گئے تھے۔ہمارے استاد کو سب سے اگلی نشستوں میں سے ایک نشست پر اکیلا بٹھایا گیا تھا۔ہم لوگ اُن کے پیچھے والی قطاروں میں ترتیب سے بٹھا دیئے گئے تھے۔سرکاری وکیل جو فردِ جرم پڑھ کر سُنا رہا تھا اُس میں ہمارے لیئے پھانسی کی سزا کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ہم سب پر خوف اور کپکپی طاری ہو چکی تھی مگر ہم نے دیکھا کہ ہمارے استاد،جن کی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا تھا وہ اپنی قباء پر سے تسبیح کے دانے چُن چُن کر دوبارہ دھاگے میں پرونے میں مصروف تھے۔یوں لگتا تھا جیسے اُن کے خیال میں کچھ ہوا ہی نہیں۔جب

Marfat.com

ہم نے دیکھا کہ وہ تو سرکاری وکیل کے الفاظ کو پانچ پیسے کی وقعت بھی نہیں دے رہے اور اُن کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنہیں اِس کی کوئی پرواہ نہیں تو اِس سے ہمیں بھی معنوی طاقت حاصل ہوئی اور ہماری ہمت افزائی ہوئی۔(٦٠)

بدیع الزّمان اپنا غمِ حیات کا دردِ عرصہ دراز سے بھول چکے تھے۔ جن دنوں اُن کی پھانسی کے احکامات تیار کیئے جا رہے تھے (اور اگر پھانسی نہ دی جاتی تو بھی اُن کے کھانے میں زہر مِلا کر ہر حالت میں اُن کے جسد کو نیست و نابود کر دینے کے منصوبے بھی بن رہے تھے) اُن دِنوں وہ ''تیسواں لمحہ'' زیرِ قلم لانے میں مشغول تھے۔ یہ کتاب بھی ایک معجزہ تھی جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں: ''یہ اسمِ اعظم کا ہی ایک حصّہ سمجھے جانے والے اِسمِ حَیّ کا ایک معجزہ تھا جو شوال شریف کے مہینے میں اَیسکی شہر کے قید خانے میں کہیں دُور دراز سے میرے ذہن کے پردے پر دِکھائی دیا۔''(٦١) یہ کہتے ہوئے اُنہیں اسمائے حُسنیٰ میں سے کائنات کے صفحوں پر ''فردٌ' حیٌّ' قیُّومٌ' حاکمٌ' عدلٌ' اور قدُّوسٌ' اسماء پڑھائے گئے۔ اُنہوں نے بتایا کہ یہ ''تیسواں لمحہ'' کتاب ہی تھی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وجودیت اور وحدت روشن سورج کی طرح ثابت کر دی گئی اور اِسی کتاب نے کائنات کے صفحات کو اِن اسمائے حُسنیٰ کی تعلیم دی: فردٌ حیٌّ قیُّومٌ حاکمٌ عدل اور قدُّوس۔

ت) مَیں قرآن کے ہیرے جواہرات کی دُکان کا دلاّل ہوں

اَیسکی شہر میں مقدمے کی سماعت کے دوران زیرِ تربیت سرکاری وکیل کے طور پر حصّہ لینے والے وکیل کمال تاثیر ایک روز اَیسکی شہر کی جیل میں بدیع الزّمان کی زیارت کو آئے۔ ''مَیں جیل خانے میں داخل ہو کر بدیع الزّمان سے ملاقات کے لیئے اُن کے پاس پہنچا۔ اُنہوں نے تھوڑی ہی دیر پہلے نماز پڑھی تھی اور اب تسبیح پڑھ رہے تھے۔ مَیں نے اُن کا ہاتھ چوم کر کہا: 'جنابِ عالی! لوگ کہتے ہیں کہ آپ کئی کرامات کے مظہر ہو چکے ہیں' لیکن مَیں جتنا آپ کا مشاہدہ کر چکا ہوں اُس سے مجھے تو آپ میں کسی قِسم کی فوق العادت خوبی دِکھائی نہیں دی۔ اگر آپ واقعی کوئی

Marfat.com

ایسی شے دِکھا سکتے ہیں تو مُجھے بھی دِکھلا دیجیئے۔ مثلاً یہ تسبیح جو آپ کے ہاتھ میں ہے' اِسے خود بخود چلتا دِکھا دیجیئے۔' میرے اِس مشکل سے مشورے پر حضرت بدیع الزّمان مُسکرائے اور اُنہوں نے مجھے یہ کہانی مثال کے طور پر سُنائی:

'ایک شخص کا بڑا ہی پیارا' اُس کا محبوب ایک اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ شخص اپنے اِس بیش بہا بیٹے کو کوئی سب سے زیادہ خوبصورت تحفہ لے کر دینا چاہتا تھا۔ اِس کے لیئے وہ اُسے ایک جوہری کی دُکان میں لے گیا۔ اُس نے جوہری سے کہا کہ اِن قسم قسم کے ہیرے جواہرات میں سے جو بھی میرے بیٹے کو پسند آتا ہے مَیں اُسے لے کر دینا چاہتا ہوں۔

جوہری نے اپنی دُکان کو سجانے کے لیئے بہت سے بڑے بڑے ربڑ کے غُبارے چھت سے لٹکا رکھے تھے۔ بچّے نے دکان میں داخل ہوتے ہی اپنی نظریں چھت سے لٹکتے بڑے بڑے ربڑ کے غباروں پر گاڑ دیں۔ پھر بولا: 'بابا! مَیں اِن غباروں میں سے ایک غبارہ لینا چاہتا ہوں!' وہ اِسی ضد پر اڑا رہا اور پھر رونے لگا۔۔۔ باپ نے بہت کہا

'میرے بیٹے مَیں تمہیں اِن ہیرے جواہرات میں سے کوئی بہت مہنگا اور نادر ہیرا لے کر دینا چاہتا ہوں۔ بس تم اپنی خواہش کا اظہار کر دو' مگر بچّہ باپ کی بات نہ سمجھ سکا۔۔۔ 'نہیں مجھے تو بس غبارہ ہی چاہیئے۔' بچّے نے کہا اور پھر رونے لگا اور اپنی خواہش پر ہی اصرار کرتا رہا۔'

یہ کہانی سُنانے کے بعد حضرت بدیع الزّمان نے میری طرف رُخ کیا اور کہا: 'مَیں قرآن کے ہیرے جواہرات کی دکان کا دلاّل ہوں' چوکیدار ہوں۔ مَیں کوئی غبارہ فروش نہیں ہوں۔ میری دکان میں' میرے بازار میں قرآن کے ابدی اور لایموت الماس موجود ہیں۔ مَیں وہ فروخت کرتا ہوں۔ غبارے نہیں بیچتا۔' (۶۲)

یہ مثال سناتے ہی بدیع الزّمان نے اپنی نظریں اپنے آپ پر نہیں' رِسالہ جاتِ نُور کی طرف پھیر لیں کہ جو قرآن کے نُور کا آئینہ ہیں۔ یوں اُنہوں نے نہایت سادہ اور مختصر انداز میں

Marfat.com

اپنے مقصد کا اظہار کر دیا۔''

بدیع الزّ مان کا اَیسکی شہر سے کستا مونو شہر بدر کیا جانا

جب بے گناہ طلباء کی ایک بڑی تعداد رہا کر دی گئی تو بدیع الزّ مان نے اپنے دفاع میں اپیل کی عدالت کو سرِ فہرست رکھتے ہوئے کابینہ اور نیشنل اسمبلی کے سپیکر کو نہایت سخت الفاظ میں خطوط لکھے۔ اِن میں اُنہوں نے اپنی زندگی کی پوری تاریخ بیان کی۔ اُنہوں نے ساری زندگی شان وشرف میں گزارنے والے ایک انسان کے ساتھ ایک عام مجرم کی طرح روا رکھے جانے والے بھونڈے سلوک کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ ساری کائنات پر اثر انداز ہونے والے ایک مقدمے میں مُلزم کو صرف سال دو سال کی سزا دیئے جانے کو غیر مناسب قرار دیتے ہوئے اُسے پھانسی کی سزا دیئے جانے یا پھر سزا بڑھا دیئے جانے کا مطالبہ کیا۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص جو ایک بہت اہم موضوع کا دعویدار ہے اُسے کسی گھوڑے چور عادی مجرم' یا لڑکیاں اغوا کرنے والے' یا پھر کسی جیب کُترے کی طرح گھٹیا جرائم پیشہ انسان کی طرح نجاست میں گھسیٹا جائے' اُس کی علمی وقعت اور اُس کی سرانجام دی ہوئی خدمات کے تقدس کو پامال کر کے اُس کے ہزاروں گراں قدر دوستوں کو ذلیل کر کے نظروں سے گرا دیا جائے۔ آپ اُس شخص کو ایک سال کی سزائے قید دے کر کسی بھیڑ بکریوں کے عادی چور کا سا سلوک کیسے کر سکتے ہیں؟ (۶۳)

ایسی مدافعت کی موجودگی میں اُنہیں قانوناً سزا دینا ممکن نہ تھا۔ مگر کیا کیا جائے کہ اپیل کی عدالت نے وقت کی نزاکت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اَیسکی شہر کی بھاری سزا دینے کی مجاز عدالت کے ۱۹ اگست ۱۹۳۵ کے ۱۲۱ نمبر فیصلے کی تائید کر دی۔

بدیع الزّ مان کو اَیسکی شہر میں ایک سال قید کی مدت پوری کرنے کے باوجود رہا نہ کیا گیا۔ اُن کے خلاف زیرِ نگرانی رکھے جانے کے فیصلے کے مطابق اُنہیں کستا مونو روانہ کر دیا گیا۔

Marfat.com

۸۔ کستامونُو کا دَورِحیات (۱۹۳۶۔۱۹۴۱)

بدیع الزّمان مارچ ۱۹۳۶ کے آخر میں کستامونُو آ گئے۔ اُنہیں شہر بدر کرنے والوں کی نیّت اُنہیں آزاد کرنے کی نہیں تھی۔ اُنہیں کستامونُو پولیس سٹیشن کی اُوپر کی منزل میں ایک کمرے میں رہائش کے لیئے جگہ دی گئی۔ یہاں گزارے ہوئے ابتدائی دِنوں کے بارے میں استاد یہ اِطلاع دیتے ہیں:

''اپنے بڑھاپے کے دِنوں میں اَیسکی شہر کی جیل میں ایک سال قید بھگت کر باہر نکلا تو مُجھے کستامونُو روانہ کر دیا گیا۔ کستامونُو کے تھانے میں مجھے دو تین ماہ بطورِ مہمان رکھا گیا۔ مُجھ جیسے درویش منش انسان کے لیئے جو اپنے سچّے دوستوں سے بھی بات چیت کرنے سے تنگ آ جاتا ہے اور جِسے اپنے کپڑے تک بدلنے کا تحمل نہیں ہوتا' وہ اِس قسم کی جگہوں پر کِس قدر عذاب سہتا ہے وہ ظاہر ہے۔ مَیں اِسی وجہ سے مایوسی کا شکار ہو رہا تھا کہ اچانک عنایتِ اِلٰہی میرے بڑھاپے کی مدد کو پہنچ گئی۔ اُس تھانے کا انچارج افسر معہ اپنے سپاہیوں کے' میرے سچّے دوستوں میں بتدیل ہو گیا۔ اُنہوں نے کبھی مجھے دھمکی نہ دی کہ اپنے سر پر ہر وقت ٹوپی پہنے رکھو۔ میرے خدمتگاروں کی طرح جب مَیں کہتا مجھے شہر میں گُھمانے پھرانے کے لیئے لے جاتے۔ پھر مَیں نے تھانے کے بالمقابل کستامونُو مدرسہء نُوریہ جانا شروع کر دیا اور وہاں رسالہ جاتِ نُور کی تالیف شروع کر دی۔ فیضی' امین' حِلمی' صادق' ناظف اور صلاح الدین جیسے عالی ہمت شاگرد رِسالہ جاتِ نُور کی اشاعت اور کاپیاں بنانے کے لیئے اُس مدرسے میں ہی کام کرتے چلے آ رہے تھے۔ جوانی میں مَیں اپنے پرانے طلباء کے ساتھ جو بیش قیمت علمی مذاکرات کیا کرتا تھا اب یہ اور زیادہ منجھے ہوئے طریقے سے حصّہ لیا کرتے تھے۔'' (۶۴)

جِن دِنوں بدیع الزّمان پولیس سٹیشن میں مہمان کے طور پر ٹھہرے ہوئے تھے اُن کی ملاقات چائے فروش امین سے ہوگئی۔ امین صاحب نے اُس دن کے بعد اپنی ساری زندگی رِسالہِ

Marfat.com

ُور کی خدمت کے لیئے وقف کردی۔ وہ استاد سے اپنی ملاقات کے بارے میں کہتے ہیں: امین نے ایک روز (۱۹۳۶ کے موسمِ بہار میں) جامعہ نصر اُللہ کے صحن میں دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص جس کے سر پر پگڑی تھی اور جس نے قباء پہن رکھی تھی، چشمے سے ہاتھ میں پکڑی ایک صراحی بھرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُس نے فوراً اُن کے پیچھے پہنچ کر اُنہیں سلام کیا اور پوچھا: 'قربان جاؤں' آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟' پانی بھرنے میں مصروف عمر رسیدہ شخص نے سلام کا یوں جواب دیا جیسے وہ پہلے سے ہی امین صاحب کو جانتے تھے۔ اور پھر بولے: 'اُنہوں نے مجھ پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ تم میرے قریب نہ آنا ورنہ تمہیں بھی نقصان پہنچے گا۔' مزید بات کرنے کا موقع دیئے بغیر بدیع الزّمان وہاں سے رخصت ہو گئے۔ امین صاحب نے کھوج لگانا شروع کیا کہ وہ شخص کون تھا۔ اُنہیں پتہ چلا کہ وہ شخص مارکیٹ کے پولیس سٹیشن میں مقیم ہے اور کبھی کبھی ایک گارڈ یا پولیس کے سپاہی کے ہمراہ کستامونُو قلعے تک جاتا ہے۔ اِسی دوران بدیع الزّمان بھی اِس کوشش میں رہے کہ کسی طرح امین صاحب سے گفتگو کر سکیں۔

''ایک روز ایک پولیس کے سپاہی نے آکر مجھے بُلایا۔ ہم دونوں قلعے تک اکٹھے گئے۔ استاد وہاں موجود تھے' اُنہوں نے سپاہی سے کہا:

''میرے بھائی یہ میرا ہم شہری ہے۔ تم دو ایک منٹ کے لیئے ذرا دور چلے جاؤ' مَیں اِس سے کچھ بات کر لوں۔'' جب سپاہی ہم سے دور چلا گیا تو استاد نے اپنی دُکھ بھری داستان سُنانی شروع کر دی۔ اُنہوں نے بتایا کہ اُن کی صحت ٹھیک نہیں ہے اور اُنہیں کئی بار زہر دیا جا چکا ہے۔ اُنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ مَیں اُنہیں کسی ذریعے سے چینی' چائے اور اِسی قسم کی چھوٹی موٹی اشیاء پہنچا دیا کروں۔'' یہ لوگ کسی دوسرے آدمی کو میرے قریب نہیں آنے دیتے۔ مَیں تھانیدار سے کہوں گا کہ مَیں اپنا بستر فروخت کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ کوئی ایسا ذریعہ ہو کہ تم میرے پاس آجا سکو۔ اگر کوئی چیز مجھے چاہیئے ہو تو وہ بھی لا سکو اور میرے بستر کے مسئلے کو بھی حل کر سکو۔''

Marfat.com

اُنہوں نے مجھے تین عدد سونے کے سکّے دیئے اور بولے: ''یہ جنگِ عظیم سے بچے پڑے ہیں۔ کئی سال سے مَیں نے اِنہیں سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ یہ تمہارے پاس پڑے رہیں' اِنہیں تڑوا کر اُن پیسوں سے میری ضرورت کی چیزیں خرید لیا کرنا۔''

مَیں نے اُنہیں بتایا کہ میری مالی حالت اچھی ہے اور یہ کہ مَیں ایسی ضرورت کی اشیاء اپنی جیب سے لے آیا کروں گا۔

استاد نے کہا، ''مَیں بغیر ادائیگی کے قطعاً کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ مَیں سونے کے سکّے لے کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔ اگلے روز مَیں نے بازار میں اُن میں سے ایک سکّہ تڑوایا۔ اگلے ہی روز تھانیدار نے مجھے بُلایا اور کہا: ''یہ استاد صاحب اپنا بستر فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم لو گے؟''

مَیں نے اُنہیں بتایا کہ ہاں مَیں لے لوں گا۔ تھانیدار نے مجھ سے پوچھا کہ تم اِنہیں کہاں سے جانتے ہو؟''

مَیں نے جواب دیا: ''وہ میرے ہم شہری ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔''

بستر خریدنے کے لیئے اُنہوں نے مجھے تھانے کی اوپر والی منزل میں استاد کے پاس پہنچا دیا۔ مَیں نے بستر کی قیمت پچیس لیرے لگائی۔ بستر میرا ہو گیا۔ اب مَیں نے وہی بستر اُنہیں کرائے پر دے دیا۔ پھر مَیں نے روزانہ کرایہ وصول کرنے کے بہانے تھانے آنا جانا شروع کر دیا۔ اور یوں مَیں استاد کی ضروریات اُن تک پہنچاتا رہا۔ (۶۵)

ا) کستا مونُو میں رِسالہءِ نُور سے متعلق خدمات

کچھ عرصہ تھانے میں قیام کے بعد بدیع الزّمان کو تھانے کے سامنے ایک علیحدہ گھر میں منتقل کر دیا گیا۔ اس نئے گھر کو بعد ازاں ''کستا مونُو مدرسہءِ نُور'' کا نام دے دیا گیا۔ بہت سے لوگ ایک حقیقتاً بہادر انسان کی راہ میں اپنی جان کی پرواہ کیئے بغیر تمام رُکاوٹوں کو عبور کر کے اپنے

Marfat.com

استاد کی خدمت کے لیئے کوشاں کوشاں آتے رہے۔ اِن مشکل دِنوں میں اُن کے جانثار طلباء میں فیضی، امین، حلمی، صادق، ناظف اور صلاح الدین جیسے دلیرانِ نُور شاگرد شامل تھے۔

کستاموُنو میں قیام کے برسوں میں بدیع الزّمان سعید نورسی نے اِسپارٹا اور اس کے گرد و نواح کے علاقے کے طالب علموں سے رابطہ ختم نہ کیا۔ دراصل یہی اُن کے مکاتیبِ نُور میں بذریعہِ خطوط تعلیم دینے کے سلسلے کا آغاز تھا۔

اُستادِ محترم اُن خطوط میں رسالہ جات کے ہاتھ سے لکھے جانے اور اُن کی اشاعت کی اہمیت، رِسالہءِ نُور کے طلباء کی خدمات کا فی الحال معمولی دِکھائی دینا مگر درحقیقت اِس کام کے کائنات کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہونے کی، اور ایک دِن رسالہءِ نُور کے نُور کی بدولت اِس ملک میں بڑی بڑی فتوحات کے حاصل ہونے کی خوشخبری دیا کرتے تھے۔ یوں وہ رسالہءِ نُور کے حلقوں اور نشریات کی بنیادیں رکھنے اور پھر اُن کو مضبوط بنانے کا کام کرتے تھے۔(٦٦)

کستاموُنو میں تحریر شدہ کوئی بھی نئی تصنیف یا مکتوب کِسی خفیہ طریقے سے سب سے پہلے بدرے گاؤں کے امام مسجد صبری آفندی کے پاس آتا تھا جو کہ ''نُور گودی آفیسر'' اور ''نُور ایکسچینج'' کے خفیہ نام سے جانے جاتے تھے۔ بدرے کے امام فوراً اس کے مزید نسخے تیار کرواتے اور پھر ''نُور ڈاکیوں'' کے ہاتھوں جلد از جلد ایغری در اور وہاں سے یہ اسلام کُئی پہنچائے جاتے۔ اگر کبھی کسی گڑبڑ کے باعث ''نُور ڈاکیئے'' کے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی تو اسلام کُئی کے حافظ علی اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر بدرے کی طرف منہ کر کے ''صدری ایکسچینج کو یوں صدا لگاتے: ''کیچیے لی امام! کیچیے لی امام! آپ کی اللہ کی طرف سے سپرد کی گئی ذمہ داری ہے!'

جب تک بدیع الزّمان کستاموُنو میں رہے، اِسپارٹا کے مختلف گاؤں میں نُور رسالہ جات قلمی نسخوں کی شکل میں شائع ہوتے رہے۔ اِن گاؤں میں بدرے (Bedre)، عِلما (Ilema)، قلے اُنو (Kaleönü)، اِسلام کُئی (Islamköy)، ساو (Sav) اور

Marfat.com

اتابے (Atabey) ' سرِ فہرست ہیں۔کستاموُنو کے اِنے بولُو (Inebolu) اور تاش کپرُو (Taşköprü) جیسے اضلاع میں بھی طلباءِ نُور نے بڑی سرگرمی سے رِسالہ جاتِ نُور لکھنے شروع کر دیئے تھے۔ہاتھوں ہاتھ بڑھتے چلے جانے والے رِسالہ جاتِ نُور کی تعداد چھ لاکھ نسخوں تک پہنچ چکی تھی۔(٦٧)

اُدھر اناطولیہ کی مختلف ریاستوں میں رِسالہ جاتِ نُور ہاتھ سے لکھے جا رہے تھے اور اُن کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی تھی اور اِدھر ایک نئی پیشرفت یہ ہوئی کہ پہلی بار رِسالہءِ نُور کے مجموعے کاپی بنانے والی مشین پر چھپنے شروع ہو گئے۔کاپی بنانے والی مشین کو سب سے پہلے استعمال کرنے والے کستاموُنو کے رہائشی نُور کے طالبِ علم صلاح الدین چلبی کا کہنا ہے کہ: ''مَیں نے استنبول کے ایک بزنس ہاؤس میں کاپیاں بنانے والی ایک مشین دیکھی۔جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ مشین ایک منٹ میں ایک سو صفحے چھاپ سکتی ہے تو مَیں فوراً اِس مشین کو خرید کر اِنے بولُو لے آیا۔ہم نے پہلی مرتبہ اس مشین پر نُور رِسالہ جات میں سے 'ساتویں شعاع' (سیاحتِ کائنات کے مشاہدے) کے رِسالہ آیت الکبریٰ کو چھاپا جب مَیں اس کا پہلا نسخہ لے کر استاد کے پاس گیا تو وہ بے انتہا خوش ہوئے۔اِس تصنیف کے اختتام پر اُنہوں نے اپنے احساسات کو ان جملوں میں قلمبند کیا:

'یا رب! ایک ہی قلم سے پانچ سو نسخے تحریر کرنے والے ناظف چلبی اور اُن کے مبارک مددگاروں کو جنتُ الفردوس میں خوشیوں سے نواز دے۔' (٦٨)

ب) کستاموُنو کے روز و شب

ا) بدیع الزّمان کو سو سال پرانا جُبّہ مِلنا

مولینا خالد کی تقریباً سو سال کی مسافت طے کر کے آنے والی ایک قباء' چھوٹے عاشق کے لقب سے مشہور حضرتِ شیخ محمد کے پوتوں کی وساطت سے اُستاد بدیع الزّمان کو تحفے کے طور پر

Marfat.com

ملی۔ ''حضرتِ مولینا خالد کے ایک طالبِ علم ''چھوٹا عاشق'' کی نسل سے ایک مبارک خاتون نے کئی سالوں سے اپنے پاس سنبھالی ہوئی حضرتِ مولینا کی ایک قباء رمضان شریف میں فیضی کے ہاتھ اِس خیال سے استاد کو روانہ کی کہ یہ تبرک کے طور پر اُن کے پاس پڑی رہے۔ اُستاد نے فوراً چائے والے امین کو اسے دھونے کا حکم دیا اور خود جنابِ حق تعالیٰ کا شکرادا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ فیضی حیران رہ گیا کیونکہ اُس کے مطابق خاتون نے وہ قباء صرف بیس دِن کے لیئے روانہ کی تھی۔ اُستاد بھلا کیسے اُس کے مالک بن بیٹھے تھے۔؟ پھر جب فیضی نے اُس خاتون سے ملاقات کی تو خاتون نے اُس سے کہا: ''اُستاد چونکہ تحفے قبول نہیں کرتے اِس لیئے میں نے اُنہیں یہ قباء اِس طریقے سے بھجوائی تھی۔ مگر یہ امانت اُنہیں کی ہے۔ اُن کے لیئے ہماری جان قربان ہو۔'' یہ کہہ کر اُس خاتون نے فیضی کی حیرت دور کر دی۔ بدیع الزّمان نے اُنہیں اِس قباء کے ارسال کیئے جانے سے یہ مطلب اخذ کیا کہ یہ دِین کی تجدید کا فرض مولینا خالد کے بعد اب اُنہیں منتقل کر دیئے جانے کی علامت ہے۔ اِس وسیلے سے بدیع الزّمان اپنے طالبِ علمی کے دَور کی طرف یوں پھرتے ہیں:

''پُرانے زمانے میں چودہ سال کی عمر میں اجازت لینے کی علامت یہ تھی کہ اُستاد کی طرف سے دستار بندی کی جاتی تھی' اور ایک قباء پہنائی جاتی تھی۔ اِس میں کافی رُکاوٹیں آجاتی تھیں۔ کم عمری کے باعث مجھے وہ لباس زیب نہیں دیتا تھا جو بڑے بڑے اساتذہ کے لیئے مخصوص ہوتا تھا۔۔۔

اور پھر اُس زمانے میں بڑے بڑے علماء میرے اُستاد بننے کے لیئے نہیں بلکہ میری رقابت یا اطاعت شعاری کی حد تک جا پہنچتے تھے۔ اِس لیئے ایسے لوگ نہیں ملتے تھے جن میں اتنا حوصلہ ہوتا کہ وہ قباء پہنا کر مجھے ایک اُستاد کی حیثیت دِلوا سکتے۔۔۔ اور چار پانچ اولیائے اعظم کی وفات کے باعث چھپّن سال سے اجازت کی ظاہری علامات' (یعنی قباء پہننا اور کسی اُستاد کے

Marfat.com

ہاتھ کو بوسہ دینا)' کی غیر موجودگی میں مَیں اُستاد مانے جانے کے حق سے محروم چلا آ رہا تھا۔ اب ایک سو سال کی مسافت سے حضرتِ مولینا ذُوالجِناحَین خالدِ ضیاء الدین نے اپنی قباء اور اُس پر باندھی جانے والی دستار مجھے پہنائے جانے کے لیئے ایک عجیب و غریب شکل میں بعض اشارات کے ذریعے مجھے روانہ کی ہے جس سے میری تسلّی ہوگئی ہے اور مَیں اب اُس صد سالہ مبارک قباء کو پہن کر جنابِ حق تعالیٰ کا لاکھ بار شُکر ادا کرتا ہوں۔'' (۶۹)

۱۱) بدیع الزّمان کو زہر دیا جانا

اُستاد بدیع الزّمان کی زندگی میں پہاڑوں کو ایک اہم مقام حاصل رہا۔ وہ جس کسی علاقے میں گئے وہیں اس بلند مرتبہ اُستاد کی مہمان نوازی بلند و بالا پہاڑوں نے کی۔ پردیس کی چوٹیوں میں عصرِ رواں کا یہ پردیسی اپنے لیئے کوئی خاص گوشۂ عافیت تلاش کر لیتا' اور وہاں سلطانِ کائنات کے کارناموں کے بارے میں گہری سوچ میں پڑا رہتا' اپنا وقت ذکر و اذکار اور وِردِ میں' اور ہاتھ سے تحریر شدہ رسالہ جات کی تصحیح میں صرف کرتا۔'' کوہ حاجی ابراہیم پر' جو اکثر اِن کی مہمان نوازی کر چکا تھا' گھوم پھر کر کبھی وہ سوکھا ایندھن اکٹھا کر کے لاتے اور روٹی کے عوض تندور والے کو دے دیا کرتے تھے۔''

یوں گھومتے پھرتے وہ سڑک پر واقع ایک پرچون کی دکان سے کبھی کبھی پھل خریدا کرتے تھے۔ اُستاد کی اِس عادت کی سن گُن پانے والی بے دِین خفیہ کمیٹی نے اپنے بعض ایجنٹوں کی وساطت سے دکان دار کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اُنہوں نے پہلے سے ہی تیار کردہ زہر آلودہ پھل اُس دکان دار کے ذریعے بدیع اُلزّمان کو پہنچا دیئے۔ استاد نے پہاڑ پر بیٹھے بیٹھے اس پھل میں سے ابھی تھوڑا سا چکھا ہی تھا کہ اچانک بے ہوش ہو کر وہیں ڈھیر ہو گئے۔

چائے والا امین اُس روز کے بارے میں بیان کرتا ہے: '' حادثے کے دِن استاد اپنے ایک طالب علم کے فراہم کردہ گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلے۔ ہمارے بھائی محمد فیضی کو بھی اطلاع

Marfat.com

دی کہ اُنہیں ملنے کے لیے پہنچ جائے۔۔۔ پہاڑ کو جاتے ہوئے راستے میں کسی نے اُنہیں پیسوں کے عوض کوئی شے دی۔ استاد وہ کھاتے ہی بیمار ہو گئے اور نیم بیہوش ہو کر وہیں گر پڑے۔ گھوڑا بھی اپنے آپ وہاں سے شہر واپس آ گیا۔

عین اُس وقت ہمارے بھائی محمد فیضی کا دروازہ کھٹکا۔ ایک آواز آئی: ''جناب' آپ کو حضرت صاحب نے بُلا بھیجا ہے۔'' فیضی بھائی فوراً دروازے تک آئے مگر وہاں کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ یہ واقع تین مرتبہ پیش آیا۔ جب تیسری مرتبہ بھی دروازے پر کوئی دِکھائی نہ دیا تو وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ وہ اُس سرائے میں گئے جہاں گھوڑا باندھا جاتا تھا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گھوڑا تو وہاں موجود ہے مگر استاد کا کوئی نام و نشان نہیں۔۔۔

محمد فیضی فوراً سیدھا پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں اُسے استاد نیم بیہوشی کے عالم میں دِکھائی دیئے۔ اُستاد نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں اور بولے: 'فیضی بھائی' مجھے زہر دے دیا گیا ہے۔ ایک شخص تھا جسے میں پہچانتا ہوں' اُس نے مجھے زہر دیا ہے۔' وہ کئی روز بیمار پڑے رہے۔ بعد ازاں میں وہ کہا کرتے تھے:

''اللہ کا شکر ہے کہ زرہ بکتر کے فیض سے زہر نے مُجھ پر اثر نہ کیا' مگر میرے کان اب کچھ اونچا سننے لگ گئے ہیں۔'' (۷۰)

(۱۱۱) دُوسری جنگِ عظیم کا زمانہ

اناطولیہ کی سرزمین میں کُفرِ مطلق کے بیج بونے کی ذمہ دار ناپاک کمیٹیوں کے ہر طریقے سے بدیع الزّمان کو نیست و نابود کرنے کے اِرادوں کے باوجود اُنہوں نے دُنیا کو ہلا دینے والے اور جان جلانے والے حادثات کے مقابلے میں کبھی بُزدِلی نہیں دِکھائی۔ جس زمانے میں بدیع الزّمان ہر طرح کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے ہوئے اپنی ساری قوت کے ساتھ ''پہلے ایمان'' کا نعرہ لگایا کرتے تھے' اُس زمانے میں ظالم نوآبادیاتی قوّتیں مظلوم قوموں کے خلاف

Marfat.com

کی جانے والی بد دیانتی کی سزا کے طور پر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں دبوچ کر اپنے ہی سروں پر اپنے ایجاد کردہ فضائی بم برسا رہے تھے۔

۱۹۴۴ کے دُنیا کو دہلا دینے والے دہشتناک دِنوں میں بدیع الزّمان اپنے طلباء کو آگاہ کر رہے تھے کہ وہ ان حوادِث کا زیادہ گہرے تجسس سے تعاقب نہ کریں:

اِس زمانے میں ہر مومن کو' بلکہ ہر انسان کو ایک ہی مسئلہ درپیش ہے' اور وہ یہ ہے کہ کیا کُرہءِ ارض جتنا ایک ابدی کھیت' ایک ایسا کھیت جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک باغیچوں اور محلّات سے مزّین ہو' اُس جیسی ابدی جائیداد سے ہاتھ دھوئے جاسکتے ہیں یا نہیں! گویا ہر انسان کے سر پر یہ مسئلہ سوار ہے کہ کیا انگریزوں کے پاس جرمنوں جتنی ثروت اور قوّت ہے' اور کیا اُن میں عقل بھی ہے یا وہ محض اس جنگ کو جیتنے کی خاطر اپنی تمام ثروت اور قوّت صَرف کر دیں گے۔ یقیناً اِس مسئلے کے حل میں کامیابی حاصل کرنے سے پہلے اگر کوئی دُوسری باتوں کو اہمیت دینے لگتا ہے تو وہ پاگل ہے۔ حتٰی کہ یہ مسئلہ اب اِس قدر خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے کہ ایک اہلِ دانش کے مشاہدے کے مطابق اگر کسی جگہ پر دستِ اجل سے چالیس افراد کو دُنیا سے رخصتی کا سرٹیفکیٹ مل جائے تو ان میں سے صرف ایک شخص فاتح اور باقی انتالیس آدمی جنگ ہارنے والے ہوتے ہیں۔ (۷۱)

ڈینیز لی کی قید (۱۹۴۳)

ڈینیز لی میں قید کی وجوہات

کستاموُنو کے علاقے میں بدیع الزّمان کی سرگرمیوں کے نتیجے میں حرکت میں آنے والی خفیہ کمیٹی نے اِس مرتبہ جو علاج ڈھونڈا وہ اور بھی زیادہ شیطانی نوعیت کا تھا۔ کمیٹی نے رِسالہءِ نُور کے بیش بہا طلباء کے خلاف شیوخ اور اساتذہ کا ایک گروہ لا کھڑا کیا۔ اِن لوگوں کی شکایات کے نتیجے میں پہلے نُور طلباء میں سے فداکار عاطِف زیرِ نگرانی لے لیا گیا۔ جب بدیع الزّمان نے

Marfat.com

عاطف کے زیرِ نگرانی لیئے جانے کی خبر سُنی تو اُنہوں نے ایک خط شائع کیا جس میں طلباء کو اعتدال کی ہدایت کی گئی تھی۔ مگر اُن کا پیچھا کرنے والی خفیہ کمیٹی کا کوئی ارادہ نہ تھا کہ ایسا موقع ہاتھ سے گنوائے۔

جیسے اَیسکی شہر میں حراست کے سلسلے میں کیا گیا تھا دینیز لی کے حادثے کو بھی بڑھا چڑھا کر بدیع الزّمان کو سرِ فہرست رکھتے ہوئے اناطولیہ کی مختلف ریاستوں کے نُور طلباء پر بھی کڑی نگرانی شروع کر دی گئی۔

بدیع الزّمان کو کستاموُنو سے گرفتار کر کے انقرہ کے راستے اِسپارٹا پہنچا دیا گیا۔ حکّام نے راستہ بھر سخت احتیاطی تدابیر کی ضرورت کے پیشِ نظر اُنہیں سفر کے دوران بھی آرام نہ کرنے دیا۔

انقرہ کے گورنر نُوزادتان دوغان نے بغیر کسی قِسم کی اتھارٹی کے یا سونپی گئی ذمّہ داری کے گورنر کے اختیارات کا اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہوئے' انقرہ میں استراحت کرتے ہوئے بدیع الزّمان کو پولیس کے ذریعے گورنر ہاؤس بُلوا لیا۔ گورنر نوزاد نے کسی سپاہی یا ملازم کو پچیس قروش دے کر باہر سے ایک ہیٹ منگوایا اور پھر اپنا ذاتی رسوخ استعمال کرتے ہوئے اِسے زبردستی بدیع الزمان کے سر پر ٹِکانے کی کوشش کی۔ جب حضرت بدیع الزّمان کو اپنے سر سے دستار اُتارنے کو کہا گیا تو اُنہوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ دستار صرف میری گردن کے ساتھ ہی اِس جسم سے الگ ہوسکتی ہے۔'' اور یوں اُنہوں نے اِس غیر قانونی کاروائی کو رَدّ کر دیا۔

اُن کے لباس کے خلاف گورنر تان دوغان کے اِس مزاحیہ طرزِ عمل اور مقدس اقدار کی بے حُرمتی کے مظاہرے پر بدیع الزّمان سخت برہم ہوئے۔ غُصّے کی حالت میں وہ گورنر کی طرف پلٹ کر بولے: ''اے بدبخت' مَیں تیرے ماضی کے ایک ہزار آباؤ اجداد کا نمائندہ ہوں۔ اُن کے وُرثاء میں سے ہوں۔ تیری یہ حرکت اِستبدادی اور کافرانہ ہے۔''

Marfat.com

یہ کہہ کر اُنہوں نے اُسے یہ بددعا دی: ''خدا کرے تمہارے سر پر بھی یہی بلا آئے!'' (۷۲)

اِس سنگین تلخ کلامی کے بعد بدیع الزّمان گورنر کے دیئے ہوئے ہیٹ کو سر پر ٹکانے کی بجائے ہاتھ میں پکڑ کر باہر نکل گئے۔

اُستاد کے دائیں بائیں چار پانچ ملیشیا کے اور چند ایک پولیس کے سپاہی تھے۔ اُن کے دائیں کندھے پر ایک تھیلے میں قرآنِ کریم' اور بائیں کندھے پر لپٹی ہوئی ایک جائے نماز اور اُس کے ساتھ بندھی ہوئی ایک صراحی تھی۔ گورنر کے دفتر سے نکلتے وقت اُنہوں نے پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ اپنے ایک شاگرد کو دیکھا جو انقرہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ اُنہوں نے دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے اُسے بلند آواز میں پُکار کر کئی مرتبہ کہا: ''صلاح الدین' ڈرنا مت!'' ایک ستر سالہ بوڑھے شخص کو ماہِ رمضان میں شدت کی گرمی میں دن کے وقت انقرہ کی سڑکوں اور گلیوں سے پیدل چلاتے ہوئے ریلوے سٹیشن لے جایا گیا۔

۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ کے دِن بدیع الزّمان کو ریل گاڑی کے ذریعے انقرہ سے اِسپارٹا پہنچا دیا گیا جہاں عدلیہ میں مسلسل پندرہ روز تک اُن پر طرح طرح کے سوالات کی بوچھاڑ کی جاتی رہی۔ بدیع الزّمان نے اِسپارٹا میں عدالت کو ایک درخواست دی جِس میں اِن غیر قانونی کاروائیاں کرنے والوں کی گرفتاری کے متعلق بھی اشارہ کیا گیا تھا:

''مَیں بیس سال سے تنہائی میں زندگی گزار رہا ہوں۔ اور خاص طور پر کستامونو میں آٹھ سال تک تھانے کے بالکل سامنے ہمیشہ آپ کی آنکھوں اور کڑی نگرانی تلے رہتا رہا ہوں۔ کتنی ہی بار میری جائے رہائش کی تلاشی لی جا چکی ہے اور تفتیش کی جا چکی ہے مگر اِس کے باوجود ذرّہ بھر بھی کوئی اشارہ نہیں مِل سکا جِس سے میرے دنیا کے ساتھ یا سیاست سے کسی قسم کے تعلقات کا پتہ چلتا ہو۔ اگر مَیں کوئی مشکوک آدمی ہوتا تو کیا کستامونو کی عدالت' پولیس اور حکومت کو پتہ نہ چلتا' یا اگر اُنہیں پتہ چلا بھی ہو مگر اُنہوں نے اِس کی پرواہ نہ کی ہو تو ایسی حالت میں یقیناً مجھ سے زیادہ وہ

Marfat.com

لوگ قصوروار ہیں۔ اگر ایسی بھی کوئی بات نہیں، اور ساری دنیا میں ہر وقت اپنی عاقبت سنوارنے میں مصروف رہنے والے درویشوں کو کوئی تنگ نہیں کرتا تو پھر مجھے کیوں خواہ مخواہ اتنا تنگ کیا جا رہا ہے؟ حالانکہ اِس میں ملک اور قوم دونوں کا نقصان ہے۔

اور پھر یہ بات بھی ہے کہ جتنے میرے سر کے بال ہیں اگر اتنے ہی میرے سَر بھی ہوتے اور ہر روز ایک سَر قلم کر دیا جاتا، تو حقیقتِ قرآن پر فدا کیئے جانے والے سَر، کُفر اور بے دِینی کے آگے کسی حالت میں نہ جھکتے، اور مَیں ایمان اور نُور کی اِس خدمت سے باز نہ آتا، نہ ہی باز آ سکتا ہوں۔

مختصر یہ کہ ایک ایسی حکومت جس کا حکم پورے ایشیا پر چلتا ہو وہ کُفرِ مُطلق کو مغلوب کرنے والے رِسالہء نُور کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ اِس کے ساتھ مصالحت کرنے پر مجبور ہے۔ مَیں نہایت مضبوط دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کرنے کے لیئے تیار ہوں کہ اِس قوم کو جتنی روٹی کی ضرورت ہے اُتنی ہی اِسے اِن حقیقتوں کی بھی ضرورت ہے۔۔۔قیدی۔"

۱۹۴۳۔۱۰۔۱۷ (۷۳)

۱) ڈینیز لی کے جیل خانے کی زندگی

جس خفیہ کمیٹی نے بدیع الزّمان اور اُن کے طلباء کو ڈینیز لی کی جیل میں اکٹھا کروایا تھا اُن کی نیت تو یہ تھی کہ اِنہیں جیل میں ہی ختم کر دیا جائے۔ اُن کی پلان یہ تھی کہ اِنہیں اُن قیدیوں کے ہاتھوں مروا دیا جائے جنہیں پھانسی کی سزا سُنا دی گئی ہو۔ اِس کام کے لیئے جیل میں موجود سزائے موت کے قیدیوں کو پہلے سے ہی تیار کر لیا گیا تھا۔ مگر جب اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے بدیع الزّمان کو اور طلبائے نُور کو دیکھا تو اُن کی آنکھوں اور دلوں نے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ اُن کی مُردہ روحوں میں بھی نئی جان پڑ گئی۔

Marfat.com

''امامِ اعظم جیسے سب بڑے بڑے مُجاہدوں نے قیدیں کاٹیں اور اِمام احمد بن حنبل جیسے سب سے بڑے مُجاہد کو قرآن کے محض ایک مسئلے کی خاطر قید میں جھونک کر بے حد اذیت دی گئی مگر اس کے باوجود وہ گلہ شکوہ کیئے بغیر، کمال صبر سے ثابت قدم رہے اور متعلقہ مسئلے پر ہرگز خاموش نہ رہے۔ اور بے شمار اِماموں اور علاّموں کو آپ لوگوں سے کہیں بڑھ کر اذیتیں دی گئیں مگر اس کے باوجود اُنہوں نے کمال صبر سے رب کا شکر ادا کیا اور اُن کے قدم بالکل نہ ڈگمگائے۔ البتہ یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اِس بات پر ہزاروں مرتبہ شُکر ادا کریں کہ آپ نے قرآن کی متعدّد حقیقتوں کے لیئے بہت بڑا ثواب اور فائدہ کمایا مگر آپ نے اِس کے مقابلے میں بہت کم زحمتیں اُٹھائیں۔'' بدیع الزّمان کے بعد کستا مونو کے محمد فیضی آفندی، چائے والے امین، صادق اور حلمی بیگ بھی گرفتار ہوگئے اور وہ بھی دینیز لی لائے گئے۔ اِن کے آنے سے جیل میں ایک نئے دَور کی ابتداء ہوگئی۔ خاص طور پر جونہی صادق بے دینیز لی کی جیل میں پہنچے اُن کے جُرات مندانہ، جوانمردانہ اور شریفانہ طرزِ عمل کی وجہ سے فوراً سب کی نگاہیں اُن پر مرکوز ہوگئیں۔ اُنہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں قیدیوں میں سے تمام کھڑپینچوں اور غنڈوں سے دوستی گانٹھ لی اور یوں باہمت اور با کمال لوگوں پر مشتمل ایک گروہ تشکیل کرلیا۔ اِس گروہ کی بدولت تمام قیدیوں نے رسالہءِ نُور پڑھنا شروع کردیا۔ اس طرح استاد کے لیئے جیل کے اندر رہتے ہوئے اپنا دفاع تیار کر کے متعلقہ حُکام کو بھیجنا آسان ہوگیا۔

اگرچہ بدیع الزّمان نے کبھی مُعاوضے کے بغیر کِسی سے کوئی چیز قبول نہیں کی تھی، مگر صادق بے کی خدمات کی کامیابی پر اُنہیں مبارک باد دینے کی غرض سے صادق بیگ کے اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے پیش کیئے جانے والا سُوپ اُنہوں نے عنایت کے طور پر قبول کرلیا۔ (۷۴)

تھوڑے ہی عرصے میں دینیز لی کا جیل خانہ بالکل ایک مدرسے میں تبدیل ہو گیا۔ بدیع اُلزّمان نے ''میوہ'' (ثمر) نامی رسالہ لکھنا شروع کردیا جس میں رِسالہءِ نُور کی حقیقتوں

Marfat.com

کا ایک حصہ شامل تھا۔جیل خانے میں موجود تمام طلباءِ نُور اور دوسرے قیدی رسالہءِ میوہ لکھنے لگ گئے۔ایک ایسے دور میں جب جیل میں کاغذ پہنچانا ممنوع تھا' یہ رسالہ خفیہ طور پر لکھا جاتا۔ دینیز لی جیل کے قیدیوں میں سے احمد فیضی اِس رسالے کے تحریر کیئے جانے کے بارے میں بیان کرتا ہے:

''دینیز لی میں چیف وارڈن کو قابو کر لیا۔اُستاد ایک حُجرے میں اکیلے' اور ہم سب الگ الگ بیرکوں میں رہتے تھے۔کاغذ تھے نہیں اور نہ ہی کاغذ حاصل کرنے کا کوئی امکان تھا۔قیدی سگریٹ پیتے ہیں ناں؟ وہ سگریٹ کی ڈبیاں پھینک دیتے ہیں۔اُن ڈبیوں کے کاغذ اُٹھا لیئے جاتے اور ہر کاغذ پر تین سطریں تحریر کی جاتیں۔تحریر کردہ یہ کاغذ چیف وارڈن استاد سے لیتا اور ''حافظ علی'' کو پہنچاتا۔حافظ علی باہر جا کر دوسروں کو پہنچاتا۔اِسی طرح اگلے روز پانچ سطریں اور۔۔۔کیا اُنہیں سیاق وسباق سے ترتیب دیا جا سکتا تھا؟ اِس بات کا کوئی ڈر نہ تھا۔یوں ہی کاغذ بھیجے جاتے رہتے' بھیجے جاتے رہتے۔۔۔اور اِن سے رسالہءِ میوہ معرضِ وجود میں آ جاتا۔آج جب آپ رسالہءِ میوہ پڑھتے ہیں تو اُس کی تحریر میں پائی جانے والی عظمت دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔''(۷۵)

رسالہءِ میوہ کا قیدیوں پر بڑا گہرا اثر پڑتا تھا۔جیل خانہ ایک مدرسے میں تبدیل ہو گیا۔آنے والے برسوں میں بدیع الزّمان نے اپنے دفاع کے سلسلے میں عدالتوں میں اِس تاثیر پر بڑا زور دیا۔

ساری تاریخ میں کبھی حق کا منہ بند نہیں کیا جا سکا۔حقیقت کا سورج کبھی بُجھایا نہیں جا سکا۔صرف وہ ظالم جو سچ کے محاذ پر شکست کھا جاتے ہیں وہ دنیا کی سلطنت کے لالچ میں حیلے بہانوں سے' ظلم سے' وحشیانہ قوّت کے استعمال سے اہلِ حق کو ڈرانے اور اُنہیں پیسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

جب خفیہ بے دِین کمیٹی سمجھ گئی کہ بدیع الزّمان کے دفاعی بیانات کی روشنی میں' اور انصاف پسند ججوں کی موجودگی میں عدالتی نظام کو اپنی کوششوں سے آلہِ کار نہیں بنا سکیں گے تو اُنہوں

Marfat.com

نے اُنہی دِنوں اُستادِ نُور بدیع الزّمان اور اُن کے بہادر شاگرد حافظ علی کو زہر دے دیا۔

مگر کیا کیا جائے وہ قاتل زہر جو بدیع الزّمان کو دیا جانا تھا حافظ علی کو دے دیا گیا اور یوں اُنہیں ایمانی خدمات کی صفوں سے اُٹھا کر برزخ کے مدرسّے میں داخلے کی سند دے دی گئی۔ قید کاٹنے والے طلباء کو تسلّی دینے کا کام بھی بدیع الزّمان ہی کے ذمّے لگا:

''میرے عزیز اور مخلص بھائیو!

جنابِ ارحَم الرّٰحمین کا بے انتہا شکر ہے کہ اِس عجیب زمانے میں اور پردیس کے اِس مقام پر یہ علوم حاصل کرنے کے بے بہا شرف اور نہایت اہم خدمات کے حصول نے آپ لوگوں کے وسیلے سے ہمیں بھی متاثر کیا ہے۔ اہلِ کشف القُبور (قبروں کے اندر کے حالات جاننے والے) کے مشاہدے کے مطابق متعدد واقعات علم حاصل کرنے کے دوران وفات پا جانے والے بعض مُشتاق اور سنجیدہ طلبائے علوم شہیدوں کی طرح فوت ہو جانے کے بعد بھی اپنے آپ کو زندہ اور اپنے درس میں مصروف دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مشہور اہلِ کشف القُبور نے یہ معلوم کرنے کے لیئے مراقبہ کیا کہ ایک طالبِ علم جو وفات پا چکا تھا اور جو علم صرف و نحو پڑھا کرتا تھا' وہ قبر میں منکر اور نکیر کے سوالات کا کیسے جواب دیتا ہے۔ اُس نے دورانِ مشاہدہ سوال کرنے والے فرشتے کو طالبِ علم سے یہ پوچھتے ہوئے سُنا: ''مَن رَبُّکَ'' (یعنی تمہارا رب کون ہے؟) اِس پر طالبِ علم نے' جو اُس گھڑی اپنے نحو کے درس میں مشغول تھا' فرشتے کو یہ جواب دیا: ''مَن'' فاعل ہے اور ''رَبُّکَ'' اُس کی خبر'' ہے۔'' یعنی اُس نے اپنے آپ کو مدرسّے میں پڑھتا سمجھتے ہوئے علمِ نحو کے مطابق سوال کا جواب دے دیا۔ چنانچہ مَیں نے بھی اس واقعے سے رہنمائی پا کر مرحوم حافظ علی کو بالکل اُسی طرح زندہ حالت میں دیکھا کہ وہ رِسالہء نُور پڑھنے میں مصروف ہے۔ وہ کسی نہایت بلند پایہ علم کے دائرے میں ایک طالبِ علم کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اور مجھے معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے کہ اُسے شہید کا مرتبہ حاصل ہے اور وہ شہیدوں ہی کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔ اس تسلی سے میں اُس کے لیے اور اُس جیسے دوسرے طلباء مثلاً محمد زُبیدؒ اور حافظ محمد کے لیے بعض دعائیں کرتے ہوئے کہتا ہوں: یا میرے رب! ان سب کو قیامت تک رسالہءِ نُور کے لباس میں حقائقِ ایمانی اور اسرارِ قرآنی سے کمال کی خوشیوں اور فرحتِ قلب میں مصروف رکھنا۔ آمین!''

اس پُر حقیقت تعزیتی خط کے باوجود بدیع الزّمان بلند وفاداری کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حافظ علی کو کبھی نہیں بھولیں گے اور ہر وسیلے سے آنکھوں میں اُمڈتے آنسوؤں سے اُس کا ذکر کرتے رہیں گے۔

ب) مُقدمے کا دَور

دینیز لی کے سرکاری وکیل کی تیار کردہ چارج شیٹ میں بھی اَیسکی شہر کی عدالت سے بری ہونے والے مقدمے کی چارج شیٹ ہی کے الزام دُہرائے گئے تھے۔ یعنی ''طریقت جمعیت اور دِین کو آلہ کار بنانا' داخلی امن و امان کو خطرے میں ڈالنے کے امکانات اور احتمال۔ اور انہی الزامات کی بناء پر طلباءِ نُور کو سزا دیئے جانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

اُدھر دوسری طرف دینیز لی کی عدالت نے تلاشیوں کے دوران ہاتھ لگی تصانیف میں سے الزامات سے متعلقہ مواد تلاش کرنے کے اور اِس بارے میں اپنی رپورٹ پیش کرنے کے لیئے ایک ماہرانہ کمیٹی تشکیل دی جس کے ممبران میٹرک کے استاد تو تھے مگر اُن کی تعلیمی قابلیت اس مقصد کے لیئے موزوں نہیں تھی۔ میٹرک کے یہ دو استاد جو دُشمنانِ دِین کی حیثیت سے مشہور تھے اور جنہوں نے تعلیم کے کسی بھی شعبے میں کسی قسم کی مہارت تک حاصل نہیں کی ہوئی تھی' اُن کی تیار کردہ رپورٹ طلباءِ نُور کے خلاف بنائی گئی پلان کا ایک اور ہی رُخ تھا۔

دینیز لی کے ان دو ماہرین کی رپورٹ میں مختصراً درج تھا کہ:

''مُلّز مان کا بلا واسطہ اور آپس میں مِل کر سعید کُرد کے اِشتراک سے معرضِ وجود میں

Marfat.com

لائی جانے والی نقشبندی جمعیت کا انکشاف کرنے کے سلسلے میں مدد کرنا' اور اس کے نتیجے میں ان سب کا دینی حسّاسیت کو آلہء کار بنا کر عوام کو ایسی کاروائی کرنے پر اُکسانا جس سے مملکت کا امنِ عامہ خطرے میں پڑنے کا احتمال ہو سکتا تھا' یہ ایسی حقیقتیں ہیں جن کے باعث انہیں سزا دینا ضروری ہے۔'' (۷۶)

بدیع الزّمان نے ان نااہل ماہرین کے ان پر لگائے گئے الزامات پر اعتراض کیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک ایسی علمی کمیٹی بنائی جائے جو محقق علماء اور فلسفیوں پر مُشتمل ہو۔

بدیع الزّمان کے شدید اعتراض پر عدالتی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ تلاشیوں کے دوران قبضے میں لیئے گئے تمام رسالہ جات انقرہ روانہ کر دیئے جائیں جہاں محکمہِ مذہبی امور کے دفتر میں قائم کی جانے والی مجوزہ کمیٹی ان کی چھان بین کرے۔ انقرہ میں مُشیرِ مذہبی امور کمیٹی کے اراکین میں سے معلوماتِ عامہ کے پروفیسر یوسف ضیاء یرُوکان اور انقرہ کے شعبہِ لسان و تاریخ کی مشرقی علوم کی انسٹیٹیوٹ کے ڈائریکٹر نجاتی لُگال اور ادارہِ تُرک تاریخ اور تُرکی اور اسلامی کُتب اکٹھی کرنے والی کمیٹی کے اراکین میں سے یوسف آئی کُردپر مشتمل ماہرین کی کمیٹی کی تیار کردہ رپورٹ' آگے چل کر طلبا ئے نُور کے لیئے خوش کُن ثابت ہو گی۔

انقرہ کی ماہرین کی کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق: ''رسالہ جات ایک آیت کی تفسیر اور ایک حدیثِ شریف کی شرح بیان کرنے کے مقصد سے لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے نوّے فیصد رسالے ایسے ہیں جن میں دین' ایمان' اللہ' پیغمبر' قرآن' آخرت کے بارے میں عقائد اور عبارتوں کو صاف صاف بیان کرنے کے لیئے مثالیں تحریر ہیں' جن میں علمی نقطہ ہائے نظر' بوڑھوں اور نوجوانوں کو مخاطب کر کے اخلاقی نصیحتیں اور کسی حد تک تجرباتِ زندگی سے حاصل کردہ ایسے واقعات درج کیئے گئے ہیں جن سے عبرت حاصل کی جا سکتی ہے۔ کاروباری لوگوں کے لیئے سیرتِ اُلاولیا سے فائدہ مند نکات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ان تمام رسالوں میں مُولّف کہیں بھی

Marfat.com

مخلصانہ، بے لاگ اور علمی روش اور مذہب کی بنیادوں سے دائیں بائیں نہیں ہوا۔ اِن رسالوں سے بالکل صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب کو آلۂ کار بنانے یا ایک جمیعت کے قیام سے امنِ عامہ میں خلل ڈالنے کی کسی قسم کی حرکت موجود نہیں ہے۔ طلباء کی باہمی اور سعید نُورسی سے کی گئی خط و کتابت بھی محض ایک دوسرے کا حال احوال پوچھنے کی غرض سے کی گئی ہے اور یہ خطوط بھی اسی نوعیت کے ہیں۔"

انقرہ کی ماہرین کی کمیٹی کی رپورٹ نے نہ صرف عدالتی کمیٹی پر مُثبت اثر چھوڑا بلکہ یہ مُلزمان کی رہائی کے فیصلے میں بھی بنیادی جزو بنی۔

ت) دینیز لی کی عدالت کا برأت کا فیصلہ

طلبائے نُور نَو ماہ زیرِ نگرانی رہنے کے بعد اس آخری عدالت کے مقدمے میں بری ہو گئے۔ رہائی کے فیصلے میں ملزمان پر لگائے گئے الزامات میں سے کوئی بھی الزام ثابت نہ کیا جا سکا۔ رسالہ جاتِ نُور کا علمی لحاظ سے فائدہ مند ہونے، اِن میں کسی قسم کے مجرمانہ عناصر کے موجود نہ ہونے اور ان سب نکات کے انقرہ کی ماہرین کی کمیٹی کی رپورٹ سے بھی تائید ہو جانے پر فیصلے میں خاص طور پر زور دیا گیا۔ کہا جاتا تھا کہ: "یہ لوگ اپنے حُسنِ نیت کے ساتھ، محض دینی اعتقاد کے باعث سعید سے اور جو رسالے اُنہوں نے پڑھے تھے اُن سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ اور اِسی مقصد سے ایک دوسرے کے بارے میں حال احوال پوچھنے کے لیئے تحریر کردہ خطوط میں اُنہیں ایسی کوئی بات نظر نہ آئی جس سے ظاہر ہو کہ حکومت کے خلاف کسی قسم کی بدنیّتی مقصود تھی یا کوئی جمیعت یا طریقت قائم کرنے کا اِرادہ پیشِ نظر تھا۔"

اگرچہ سرکاری وکیل کی طرف سے عدالت کے فیصلے پر اعتراض کیا گیا مگر اپیل کی عدالت نے ۳۰ دسمبر ۱۹۴۴ کو اتفاقِ رائے سے نچلی عدالت کے فیصلے کی تائید کر دی۔ چنانچہ عدالت کا فیصلہ حتمی قرار دے دیا گیا۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۵۔

Marfat.com

بدیع الزّمان کا امیر داغ شہر بدر کیا جانا

دینیز لی کی بھاری سزا دینے کی مجاز عدالت کے جون ۱۹۴۴ کے فیصلے کے مطابق حراست سے رہا کر دیئے جانے والے طلباءفُوراً اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو گئے' مگر استاد انقرہ سے کِسی خبر کے آنے کے انتظار میں دو ماہ تک دینیز لی کے ''شہر ہوٹل'' میں ہی مقیم رہے۔ اگست ۱۹۴۴ میں اُنہیں زبردستی ریاست افیون کے ضلع امیر داغ میں رہنے پر مجبور کیا گیا۔

بدیع الزّمان دینیز لی سے روانہ ہو کر ایک روز شام کے وقت امیر داغ پہنچے۔ امیر داغ میں سرکاری ڈاکٹر' ڈاکٹر طاہر بارچِن اُستاد کے امیر داغ میں گزارے ہوئے پہلے روز کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ: شام کے وقت افیون سے آنے والی ایک گاڑی امیر داغ کے چوک میں سرکاری عمارت کے ساتھ آ کر رُکی۔ گاڑی سے ایک معمر شخص اترا جس کی عمر کوئی ستر برس تھی۔ اُنہوں نے سر پر دستار اور جسم پر قباء پہن رکھی تھی۔ اُن کے پیچھے چند سرکاری ملازم تھے۔ معمر شخص کے ہاتھ میں ایک جائے نماز تھی اور وہ گھبراہٹ میں کوئی صاف جگہ تلاش کر رہے تھے۔ اُن کی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ وہ نماز ادا کرنا چاہتے ہیں۔ عصر کی نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔ مُعمر شخص نے نماز پڑھنے کی جگہ اور قبلے کی سمت کے بارے میں سوال کیا۔ جُونہی اُنہیں قبلے کی سمت دِکھائی گئی اُنہوں نے فوراً اپنی جائے نماز بچھائی اور نماز کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے اُن کے ہمراہ آنے والے پولیس کے سپاہیوں سے اِس قسم کے سوال کیئے: ''کون ہیں یہ صاحب؟ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟'' وغیرہ وغیرہ۔ ایک سپاہی نے جواب دیا: ''یہ صاحب ایک بہت بڑے اُستاد اور بہت بڑے عالم ہیں۔ کہتے ہیں تُرکی میں اِن سے بڑا کوئی اور عالم نہیں ہے۔ اِن کا نام بدیع الزّمان نُورسی ہے۔ اِنہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ یہ یہاں قیام کریں گے۔'' اُسی روز ڈائریکٹر آبادی کے فرائض سرانجام دینے والے ڈاکٹر طاہر بارچِن نے بدیع الزّمان کا نام اِمیر داغ کی آبادی میں شامل کر لیا۔ (۷۷)

Marfat.com

امیر داغ میں اُستاد کا قیام خاصا تکلیف دِہ گزرا۔ وہ سخت کڑی نگرانی میں گزرے ان دنوں کی یوں شکایت کرتے ہیں: ''جو تکالیف مَیں نے ڈینیزلی کے جیل خانے میں ایک ماہ میں بھگتی تھیں وہ مجھے یہاں ایک ہی دن میں برداشت کروائی جاتی ہیں۔'' امیر داغ کے ایک نامور گھرانے' چالشکان خاندان کے افراد نے اُستاد کو اپنایا اور وہ اُن کے نامساعد حالات کو کسی حد تک آسان بناتے رہے۔

ڈینیزلی کی قید کے بعد جس حکومتِ وقت نے بدیع الزّمان کو امیر داغ میں قیام کرنے پر مجبور کیا تھا اب وہ اِن سے صلح کرنے کی کوششیں کرنے لگی۔ اِنہیں اِن کا ماضی کا گھر حکومت کی طرف سے بنا کر دینے اور ان کے اخراجات کے لیئے حکومت کی طرف سے کچھ رقم مقرر کرنے کی پیشکش کی گئی۔ اس پیشکش کے بارے میں استاد نے اپنے طلباء سے بھی مُشاورت کے بعد اپنے ستّر سالہ اصول کی خلاف ورزی کرنے سے اِنکار کر دیا۔ چنانچہ اُنہیں کی گئی پیشکش رَد کر دی گئی۔ اِسے بہانہ بنا کر سیاستدانوں نے اُن کے خلاف دباؤ اور زیادہ بڑھا دیا۔

۹۔ امیر داغ کے واقعات

ا) بدیع الزّمان کی دستار کی بے حُرمتی

اناطولیہ کے سینے کے عین وسط میں اِسلام کو ڈبو کر تُرک قوم کو صدیوں کی غلامی کی طرف دھکیلنے کے آرزومند بیرونی عناصر اب بدیع الزّمان کے خلاف نئی سکیمیں تیار کرنے کے درپے تھے۔ اُنہوں نے ایک مرتبہ پھر وہی چال چلنے کی ٹھانی جو وہ سال ہا سال سے بڑی کامیابی کے ساتھ چلتے آ رہے تھے۔ اس سکیم کا مقصد بدیع الزّمان کو اپنی حقارت اور بے عزتی کے جواب میں کسی منفی حرکت پر اُتر آنے یا ہنگامہ آرائی کر بیٹھنے پر اُکسانا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ شخص فطرتاً بہادری کے جذبات سے سرشار ہے' نہ کبھی کسی کے رعب تلے آتا ہے اور نہ ہی کبھی کسی کی مرضی کے مطابق قدم اٹھانے پر راضی ہوتا ہے۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر اُن کی یہ چال کامیاب ہو جاتی ہے تو

Marfat.com

طلباءِ نُور کو قیامِ امن کے بہانے اور قانون کی بالادستی کے نام پر نیست و نابود کر دیا جائے گا۔۔۔!

بدیع الزّمان جو بڑے بڑے ہیبتناک کمانڈروں کی آمد پر بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے‘ اُن کے احکامات پر سرِ تسلیم خم نہیں کرتے تھے‘ وہ اپنی پھانسی کے فرمان کو دو پیسے کی بھی وقعت نہیں دیتے تھے‘ اُنہیں اِس چال کا پورا پورا علم تھا۔ وہ ہر قسم کے غرور اور عزّتِ نفس کو خیرباد کہہ چکے تھے۔ اُنہوں نے اپنے ساتھ ایک عام چوکیدار کی بے عزّتی جیسے سلوک تک کا بھی کبھی جواب نہ دیا تھا۔ نُورِ قرآن کو دنیا میں پھیلانے والی جماعت کی تشکیل اور سلامتی کی خاطر اُنہوں نے اِس بے دِین کمیٹی کے افراد کو کبھی بھی وہ موقع فراہم نہ ہونے دیا‘ جس کی وہ تلاش میں تھے۔

اس حادثے کا شاہد ایک طالبِ علمِ نُور بیان کرتا ہے:

''اتوار کا دِن تھا جب ہم اکٹھے گھر سے باہر نکلے۔ اُستاد نے بازار کی مسجد میں اپنا وضو تازہ کیا۔ اُنہوں نے بغیر کسی واضح وجہ کے مُجھ سے کہا: 'میرے بھائی' آج تم میرے ساتھ مت آؤ!' مَیں نے جواب دیا ٹھیک ہے جناب' اور پھر مَیں گھر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ضلع کے کمشنر کے حکم کے مطابق ملیشیا کا ایک حوالدار میجر' دو ملیشیا کے سپاہیوں اور ایک چوکیدار کو لے کر آ گیا۔ یہ لوگ کھیتوں میں ایک تنہا مقام پر استاد کی دستار اُتار کر اُنہیں تھانے لے گئے۔ مُجھے اِس کی اِطلاع بعد میں مِلی تو مَیں فوراً بھاگا بھاگا تھانے پہنچا۔ مَیں نے دیکھا کہ استاد ایک کپڑے کی ٹوپی سر پر رکھے باہر آ رہے ہیں۔ مُجھے دیکھ کر استاد بولے: 'آؤ میرے بھائی' آؤ چلیں'۔

ہم واپس گھر لوٹے۔ استاد اپنی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ مَیں نے انگیٹھی جلائی۔ کچھ دیر بعد موقع پا کر مَیں نے کہا: 'حضور' اَیسکی شہر سے میجر رشاد بیگ آئے ہیں' آپ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔' کہنے لگے لے آؤ۔ اُستاد نے اُنہیں ایک کرسی پر بٹھایا اور اُنہیں اپنی پرانی یادیں سُنائیں۔ کِس طرح اُنہوں نے فوجی عدالت میں خورشید پاشا کے سوالوں کے کھرے کھرے جواب دیئے تھے۔ کیسے وہ روسی فوج کے کمانڈر کے آنے پر کھڑے نہیں ہوئے تھے۔ اور کیسے

Marfat.com

اُنہوں نے انگریز کمانڈر انچیف کے سر پر اپنی کتاب 'خطوات ستہ' دے ماری تھی۔ اُستاد کی خواہش تھی کہ وہ اُسے اِس وعظ کے ذریعے بتائیں کہ کس طرح اتنے صاحبِ عزّت اور صاحبِ غیرتِ دین ہونے کے باوجود اب رِسالہءِ نُور کی خدمت اور سلامتی کی خاطر وہ ہر طرح کے مظالم اور تکالیف برداشت کر رہے تھے۔

اُستاد کی پُرانے سعید والی رگوں کو کُرید کر کوئی حادثہ کھڑا کرنے والی سکیم کو عملی جامہ پہنانے والے گُمراہوں کی اِس سے بھی تسلّی نہ ہوئی تو اُنہوں نے اُستاد کو مسجد جانے سے منع کر دیا۔ اُستاد نے پھر اُسی راز کی خاطر اِن لوگوں سے مقابلہ کرنے سے گُریز کیا۔

ب) اُستاد کو امیر داغ میں زہر دیا جانا

اُستاد کو امیر داغ میں اُن کی نگرانی کرنے والے چوکیدار کے ہاتھوں زہر دیا گیا۔ گارڈ نے بعد میں بتایا کہ اُس نے اُستاد کو تباہ کر دینے کی حرکت اُوپر سے ملنے والے حکم کی بجا آوری کے طور پر کی تھی۔ اور یہ کہ اُسے ایک سیاسی کارکن نے ورغلایا تھا۔

اُستاد اپنے اِرد گرد آہ و زاری کرنے والے طلباء سے بس یہی کہتے "جوشن الکبیر" جیسے مُقدس وِردوں کے فیض سے مَیں موت سے محفوظ رکھا جا رہا ہوں۔ مگر یہ بیماری اور اس کے باعث اِضطراب نہایت شدید ہوتا ہے۔" وہ ایک ہفتے تک بغیر کچھ کھائے پیئے تیز بُخار میں کراہتے رہے اور پھر اللہ کی کے حکم سے شفایاب ہو گئے۔

جن دِنوں وہ موت کے خطرے سے دوچار تھے اُن دِنوں ایک روز ساری رات بلکہ صبح کے وقت تک اُن کا خیال رکھنے اور اِس دوران آنسو بہاتے رہنے والے اُن کے دو طالبِ علم کہتے ہیں کہ: "صبح کے قریب اُن کی آنکھیں تو بند تھیں مگر اُنہوں نے کروٹ بدلی، اپنے ہاتھ بارگاہِ اِلٰہی کی طرف پھیلا کر دھیمی آواز میں چند الفاظ میں رسالہءِ نُور کی خدمت کے انکشاف اور طلباء کی سلامتی کی دعا کی، پھر یوں بستر پر گرے جیسے بیہوش ہو گئے ہوں۔"

Marfat.com

اُن دِنوں امیر داغ میں سرکاری ڈاکٹر کے طور پر متعین ڈاکٹر طاہر بارچن صاحب کے بیان کے مطابق بدیع الزّمان سعید نُورسی کو مختلف موقعوں پر زہر دیا گیا تھا: ''اَیسکی شہر میں ٹائیفائڈ کے ٹیکے کے بہانے اُن کی چھاتی کے بائیں طرف سوئی کے ذریعے زہر کا ٹیکہ لگایا گیا' جسم نے زہر کو الگ کر دیا۔ جہاں ٹیکہ لگایا گیا تھا وہ جگہ سخت ہو کر گلٹی کی طرح بن گئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ زہر نے آہستہ آہستہ موم کی شکل اختیار کر لی اور پھر جسم سے الگ ہو گیا۔ اُنہوں نے اس کا ایک ٹکڑا سنبھال کر رکھ چھوڑا۔ ایک روز جب مَیں اُن کی زیارت کو گیا تو اُنہوں نے مُجھ سے کہا: 'یہ دیکھو!' یہ کہہ کر اُنہوں نے وہ ٹکڑا اپنی چھاتی کے بائیں طرف بنے ہوئے گڑھے پر رکھا۔ یہ ٹکڑا بالکل اُس گڑھے کے مطابق پایا گیا۔ یوں اُنہوں نے ثابت کیا کہ اُنہیں زہر دیا گیا تھا۔ اُن کی ہر بات ثابت کی جا سکتی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں جو ثابت نہ کی جا سکے۔ کوئی شے جھوٹ موٹ گھڑی نہیں گئی۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ جلد کے نیچے جو چیز بھی جاتی ہے وہ خون سے جا مِلتی ہے مگر اِن کے جسم میں دیا گیا زہر خُون میں نہ مِلا بلکہ سخت ہو کر علیحدہ ہی رہ گیا۔ یوں جنابِ حق تعالیٰ نے اُن کی حفاظت کی۔''(۷۸)

ت) اُستاد کی ملاقاتیوں سے باتیں

اُستاد کے الفاظ کی شیرینی اور اُن کی تقریروں کی بلاغت غیر معمولی طور پر عمدہ تھی۔ دَوروں کے دَوران جن لوگوں سے اُن کا واسطہ پڑتا اُن میں ہر قسم کے انسان پائے جاتے تھے۔ خاص طور پر پہاڑوں' وادیوں اور جنگلوں میں جن لوگوں سے اُن کی بات چیت ہوتی تھی اُن کی اکثریت زراعت اور تجارت کے پیشوں سے منسلک تھی۔ جس طرح بارلا میں قیام کے عرصے میں وہ مردوں اور عورتوں کو اپنی شاگردی میں لیتے تھے' یا اپنا بھائی بہن بناتے تھے' یا اپنی آخرت کی بہنوں کی طرح قبول کرتے تھے' اُسی طرح امیر داغ اور اس کے قرب و جوار کے گاؤں میں زیادہ تر آخرت کی بہنوں' طالبِ علموں اور بھائیوں کے طور پر لوگوں کو قبول کرتے تھے۔ وہ خاص طور پر

Marfat.com

معصوم بچوں میں بہت دِلچسپی لیتے تھے۔

اُستاد اُن خواتین کے لیئے، جنہیں وہ اپنی آخرت کی بہنوں کے طور پر قبول کرتے تھے، اور اُن معصوم بچّوں کو جنہیں وہ اپنی معنوی اولاد یا طلباء میں شمار کرتے تھے، بہت زیادہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ جو معصوم بچّے اُن کے قریب آتے اُنہیں بڑوں کی طرح اہمیت دیتے اور تہہِ دِل سے اُن کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ وہ اُن سے کہتے: ''میرے بچّو! آپ لوگ معصوم ہیں۔ ابھی آپ نے کوئی گناہ نہیں کیئے۔ مَیں بڑا بیمار ہوں میرے لیئے دعا کرو۔ آپ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ مَیں نے بھی آپ لوگوں کو اپنی معنوی اولاد اور طلباء کی حیثیت سے اپنی دعاؤں میں شامل کر لیا ہے۔'' وہ بچّے اپنی آنکھوں سے ٹپکتے محبت کے نُور کے ساتھ استاد کو سلام کرتے تھے۔

چینی کے کارخانے سے چند مزدور اور اُن کے سُپر وائزر اُستاد کے پاس آئے تو استاد نے مُختصراً اُن سے کہا:

''آپ لوگ اگر فرض نماز ادا کریں تو کارخانے میں آپ جو کام بھی کرتے ہیں وہ آپ کی عبادت میں شمار ہوگا۔ وہ اِس لیئے کہ آپ وہاں ایک ایسی مبارک خدمت کر رہے ہیں جس سے قوم کو اپنے لیئے ضرورت کی اہم چیز حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔''

وہ اپنے طلباء کے ساتھ ایغریدر (Eğridir) کی سڑک کے کِنارے ''رہبر'' کا مطالعہ کر رہے تھے۔ وہاں ریلوے لائین پر کام کرنے والا ایک شخص آیا۔ اُستاد نے اُس سے کہا:

''اگر تم اپنے فرائض ادا کرو اور گناہِ کبیرہ سے بچتے رہو تو تمہارے سارے کام عبادت میں شمار ہوں گے کیونکہ تم ریلوے لائین پر کام کرتے ہو جس پر گاڑیاں چلتی ہیں جو کہ دس گھنٹے کی مسافت کو ایک گھنٹے میں طے کر سکتی ہیں۔ یوں مومنوں اور عوام کے لیئے تمہاری یہ خدمت رایگاں نہیں جائے گی بلکہ تمہاری ابدی زندگی کے دوران تمہاری خوشیوں کا مرکز بن جائے گی۔''

اَیسکی شہر میں اُن کے پاس آنے والے تُرکی کی فضائیہ کے افسروں اور سپاہیوں کو

Marfat.com

اُنہوں نے یہ درس دیا: ''ایک دن آئے گا جب یہ طیارے اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دیں گے۔ اگر آپ لوگ فرض نمازیں ادا کرتے رہیں' اور جب ادا نہ کرسکیں تو اُنہیں قضا کر کے پڑھ لیں تو فوجی سپاہی ہونے کی حیثیت سے آپ کا ایک گھنٹے کا کام آپ کی دس گھنٹے کی عبادت شمار ہوگا۔ اور خاص طور پر فضائیہ کے اراکین کا ایک گھنٹے کا کام تو تیس گھنٹے کی عبادت کا ثواب کمائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اُن کے دِل میں ایمان کا نُور موجود ہو اور وہ نماز ادا کرتے رہیں جو مومن کے لیئے ضروری ہے۔''

بارلا' اِسپارٹا اور امیر داغ میں جن گڈریوں سے اُن کا واسطہ پڑتا اُنہیں وہ کہا کرتے:

''اِن جانوروں کی دیکھ بھال کرنا ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ یہاں تک کہ بعض پیغمبر خود بھی گڈریئے کا کام کِیا کرتے تھے۔ آپ صرف فرض نمازیں ادا کرتے رہیں تاکہ آپ کی خدمات اللہ کی خدمات میں شمار ہوں۔''

ایغر یدر میں ایک بجلی گھر کی تعمیر میں کام کرنے والے ایک کاریگر اور اُس کے اُستاد سے اُنہوں نے کہا: ''یہ بجلی ملک کے عوام کے لیئے بہت فائدہ مند ہوگی۔ آپ لوگ اپنی فرض نماز ادا کرتے رہیں تاکہ عوام کے اُس فائدے میں حصّہ دار بن سکیں۔۔۔ اُس حالت میں آپ کی تمام کوششیں اگلے جہان کی تجارت اور عبادت میں شُمار ہونگی۔''

ث) اگر مَیں مکّہ میں ہوتا پھر بھی لوٹ کر تُرکی ہی آتا

اگرچہ بدیع الزّمان سے خوش کُن سلُوک شاذونادر ہی کِیا گیا پھر بھی وہ بعض سرگرم لوگوں کو غیرت دِلا دیا کرتے تھے۔ اِن میں سے ایک شخص ارضِ روم کے سابق رُکنِ قومی اسمبلی یشِل اوغلو محمت صالح تھے جنہوں نے اپنے وقت کے وزیرِ داخلہ حِلمی عُران کو ایک خط میں اُستاد پر ڈھائے جانے والے مظالم پر تنقید کردی۔ (۷۹)

بدیع الزّمان نے اُس شخص کو جو کہ اِن کا پُرانا دوست تھا' یہ کہہ کر کہ اگر مَیں ایمان کو

Marfat.com

نجات دِلانے اور قرآن کی خدمت کرنے کے سلسلے میں مکّہ میں بھی ہوتا پھر بھی میرا یہاں آنا لازم تھا۔''اُس کا خط کے ذریعے شکریہ ادا کیا:

''تیس برس پہلے جب مَیں دارالحکمت کا رکن تھا تو ایک دن میرے دوستوں میں سے دارالحکمت کے ایک دوسرے رُکن سیّد سعدالدین پاشا نے کہا کہ: 'مُجھے ایک نہایت باوثوق ذریعے سے پتہ چلا ہے کہ ایک پُرفریب کمیٹی جس کی جڑیں بیرونِ ملک ہیں مگر جو خود یہیں ہے' اُس نے تمہاری ایک تصنیف کا مطالعہ کِیا اور کہا کہ اگر اِس کتاب کا مصنف اِس جہان میں باقی رہ جاتا ہے تو ہم اپنا فرض (یعنی اِس قوم کو لادین بنانے کا کام) سرانجام نہیں دے سکیں گے۔ ہمیں اِس کے وجود کو نیست ونابود کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ اُنہوں نے تمہیں پھانسی پر لٹکانے کا حکم صادر کر دیا ہے۔ تم اپنی حفاظت کے لیئے ہوشیار رہو۔' مَیں نے اِس کے جواب میں کہا: 'توکلتُ علی اللہ۔ موت ایک ہی بار آنی ہے۔ اِسے تبدیل نہیں کِیا جا سکتا۔'

تو گویا یہ ہے وہ کمیٹی جو تیس بلکہ چالیس سال سے پھیلتی چلی جا رہی ہے اور جو میرے ساتھ جنگ میں ہر طرح کی ساز باز بھی کرتی رہی ہے۔ اِسی نے مُجھے ملیامیٹ کرنے کے لیئے دو مرتبہ جیل بھجوایا اور گیارہ دفعہ زہر دینے کی کوشش کی۔

جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ تم نے اپنے خط میں میرے آرام کی خاطر اور اگر مُجھ میں اتنی سکت ہو کہ مَیں ملکِ شام اور حجاز کی طرف ہجرت کر جاؤں تو اُس کے لیئے تم نے حکومتِ وقت کو مخاطب کِیا ہے تو اِس بارے میں:

اوّل یہ کہ اگر ہم ایمان کو نجات دِلانے اور قرآن کی خدمت کے سلسلے میں مکّہ بھی ہوتے تو میرے لیئے لازم تھا کہ مَیں یہاں واپس آجاتا۔ کیونکہ میری سب سے زیادہ یہاں ضرورت تھی۔ اگر میری ہزار ہا روحیں بھی ہوتیں' اور مَیں ہزار ہا بیماریوں میں مبتلا ہوتا' اور اُن کی وجہ

Marfat.com

سے تکلیف میں پھنسا ہوتا' تو اس کے باوجود اِس قوم کے ایمان اور فلاح کی خاطر مَیں نے قرآن سے لیئے ہوئے درس کے مطابق فیصلہ کیا ہے کہ مُجھے یہیں رہنا چاہیئے ۔اور یہی فیصلہ ہم سب نے کرر کھا ہے۔'' سعید نُورسی۔

ج) امیر داغ میں آخری ایاّم

امیر داغ میں گُزارے ہوئے دُکھ' درد اور اشکنجوں سے بھرے قید کے دِنوں کے بارے میں بدیع الزّمان کہا کرتے تھے کہ جو مصیبتیں مَیں نے دینیز لی جیل میں ایک مہینے میں اٹھائی تھیں وہ مُجھے یہ لوگ ایک دِن میں جھیلنے پر مجبور کرتے ہیں۔مگر تمام سختیوں کے باوجود یہ لوگ خدمتِ نُور کی راہ میں رکاوٹ بننے میں کامیاب نہ ہو سکے۔طلباءِ نُور اب مشینوں کے ذریعے رِسالہ جات کی کاپیاں بناتے تھے جس سے اُن کی اشاعتی سرگرمیاں پوری رفتار سے آگے بڑھ رہی تھیں۔

جب قید اور دباؤ کے ذریعے استاد کو عوام کی نظروں سے گرانا ممکن نہ ہو سکا تو اُن کے خلاف شرافت سے گرے ہوئے غلیظ بُہتان باندھنے کا سہارا لیا گیا۔مثلاً یہ کہ

''راتوں کو سینیوں میں مٹھائی سجا کر فُحش اور بدنام لوگوں کے ہاں جاتے ہیں۔''

اِس بہتان کا جواب بدیع الزّمان نے اپنی جوانی کے زمانے کے حوالے سے دیا:

''میری زندگی کی تاریخ سے واقف لوگوں کو معلوم ہے: پچپن سال پہلے جب مَیں بیس برس کا تھا تو بِطلِس کے مرحوم گورنر عمر پاشا' جو علم کی بہت زیادہ عزّت کرتے تھے' اُن کے اصرار پر مَیں پورے دو سال اُن کے گھر پر رہا۔اُن کی چھ بیٹیاں تھیں۔تین چھوٹی اور تین بڑی۔اگرچہ مَیں دو سال تک اُن لڑکیوں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پذیر رہا' مگر اس کے باوجود مَیں تین بڑی لڑکیوں میں تمیز کر سکنے کی حد تک نہیں پہچانتا تھا۔مَیں نے کبھی اُن پر اتنی توجہ ہی نہیں دی تھی کہ اُنہیں پہچان سکتا۔یہاں تک کہ ایک اور عالم میرے پاس مہمان کے طور پر آ کر ٹھہرا جس نے دو ہی

Marfat.com

دن کے قیام میں اُن لڑکیوں کو اِس حد تک جان لیا کہ وہ اُن تینوں کو پہچان کر ایک دوسری میں تمیز کر سکتا تھا۔ میرے سمیت سب لوگ اِس پر حیرت کا اظہار کرتے تھے۔ مُجھ سے پوچھا گیا: 'تم کیوں اُنہیں غور سے نہیں دیکھتے؟' میرا جواب تھا: 'علم کی عزّت کی حفاظت مُجھے اجازت ہی نہیں دیتی کہ مَیں اُنہیں غور سے دیکھوں۔'

اور پھر چالیس برس ہوئے جب استنبول میں کاغذ خانے کے یوم عیش وطرب کے موقع پر خلیج کے دونوں کناروں پر نیم عُریاں یونانی' آرمینی اور استنبول کی لڑکیاں اور عورتیں قطاریں بنا کر کھڑی تھیں تو ہم مرحوم مُلّا سیّد طٰہٰ اور حاجی اِلیاس (اراکینِ مجلس) کے ہمراہ ایک کشتی میں سوار ہو کر اُن عورتوں کے قریب سے گزر رہے تھے۔ مَیں اُس ماحول سے بالکل بے خبر ہی بیٹھا رہا تھا۔ ایک گھنٹے کی سیاحت کے بعد مُلّا طٰہٰ اور حاجی اِلیاس دونوں نے اِس بات کا اعتراف کیا کہ وہ دونوں سیاحت کے دوران باری باری میری طرف غور سے دیکھتے رہے اور پھر بولے: 'ہم تمہاری یہ حالت دیکھ کر حیران ہوتے رہے کہ تم آنکھ اٹھا کر دائیں بائیں بالکل نہیں دیکھ رہے تھے۔' مَیں نے اُن سے کہا: 'غیر ضروری اور وقتی! مَیں ایسے ذوق پسند نہیں کرتا جو غیر ضروری ہوں' وقتی ہوں' اور گناہوں سے لبریز ہوں اور جن کا انجام رنج والم اور تاسّف ہو۔'

ایک ایسا انسان جس کے دروازے پر ایک گارڈ اور ایک پولیس کا سپاہی ہر وقت پہرہ دیتا رہتا ہو' اُس کے خلاف بُہتان باندھنا عبرت کا ایک ایسا اشتہار ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بد بخت ظالم کِس قدر عاجز آچکے تھے۔

۱۰۔ طلبائے نُور کی امیر داغ میں گرفتاری

دُوسری جنگِ عظیم کے خاتمے کے بعد کے سالوں میں جب مشرقی سرحدوں پر' درّہ دانیال پر اور باسفورس کی سمندری گزرگاہوں پر روس کی طرف سے خطرے میں اضافہ ہو گیا اور اِس کے نتیجے میں ترکی کے لیئے ضروری ہو گیا کہ وہ اقوام متحدہ کی چھت تلے آجائے تو اُس کے

Marfat.com

لیئے یہ شرط عائد کر دی گئی کہ ترکی میں متعدد پارٹی سسٹم قائم کیا جائے۔ اب عوامی پارٹی کی حکومت اس بات پر مجبور ہو گئی کہ سیاسی سسٹم میں اس کے مطابق تبدیلی لائے۔ چنانچہ اُس نے قانونی تبدیلی کے ذریعے جمہوری پارٹی کے قیام کے موضوع پر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ بیرونی دباؤ کے زیرِ اثر ترکی کے اپنے جمہوری اصولوں کے مطابق جولائی ۱۹۴۶ میں انتخابات منعقد کیئے گئے۔ ان انتخابات میں ایک ایسا طریقہ استعمال کیا گیا جس کی مثال دنیا بھر میں کہیں نہیں ملتی۔ اس کے مطابق کھلے عام ووٹنگ کی بجائے خفیہ ووٹنگ کے طریقے پر عمل کیا گیا۔ ووٹوں کی گنتی حکومتی تشدد کے زیرِ اثر کیئے جانے اور طرح طرح کی دیگر بداعتدالیوں کے باوجود حکومتی عوامی پارٹی ریاست افیون میں انتخاب ہار گئی۔ اس ہار کا انتقام لینے کی غرض سے عوامی پارٹی والوں نے بدیع الزّمان اور طلبائے نُور کو سب سے زیادہ موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے اُنہیں اس بات پر سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ایس ایچ او (کومسیر) عبدالرحمٰن آق گُل، جنہیں بدیع الزّمان کی امیرداغ میں گرفتاری کے سلسلے میں اہم ذمہ داری سپرد کی گئی تھی وہ ان دنوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

"۱۹۴۶ کے انتخابات میں جمہوری پارٹی افیون میں انتخابات جیت گئی۔ حکومتِ وقت (عوامی پارٹی) نے جمہوری پارٹی کے ہاتھوں اپنی اس شکست کا ذمہ دار بدیع الزّمان کو ٹھہرایا۔ اس سلسلے میں افیون کے گورنر سے لے کر پولیس افسران اور دیگر تمام سرکاری اہلکاروں کو وہاں سے تبدیل کر دیا گیا۔

جب بدیع الزّمان امیرداغ کی سڑکوں پر نکلتے تھے تو تمام اہالیانِ شہر اُن کا سڑکوں پر انتظار کرتے رہتے تھے۔ وہ بھی ان لوگوں کو مُسکرا مُسکرا کر سلام کیا کرتے تھے۔ گورنر سرکاری وکیل اور ہم سب لوگ جب امیرداغ میں تھے تب بھی بدیع الزّمان پانچ چھ دفعہ وہاں آئے تھے۔ اُن کی آمد پر تلاشیاں لی جاتیں۔ جب وہ آخری مرتبہ وہاں آئے تو دس لوگوں کو شام کے

Marfat.com

وقت اپنے گھروں سے اور ملازمت کے مقامات سے گرفتار کرلیا گیا۔ بدیع الزّمان کو سکیورٹی والوں کی گاڑی میں ڈال کر سب کو اکٹھے افیون لے جایا گیا۔ ہم بھی ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ کو افیون واپس چلے گئے۔ وہ لوگ افیون کے سکیورٹی ہوٹل میں تین دِن ٹھہرے جہاں اُن کے بیانات قلم بند کیے گئے۔ اِن تین دِنوں کے دوران اِرد گرد کے علاقوں سے عوام کی بہت بڑی تعداد اکٹھی ہوگئی۔ تین دِن کے بعد پولیس کی تمام نفری سکیورٹی ہوٹل کے اِرد گرد اور جیل خانے کے راستے پر متعین کردی گئی۔

ہم لوگ بدیع الزّمان کو ایک الگ تھلگ راستے سے جیل لے گئے جب کہ اُن کے طلباء کو اُسی راستے سے جیل لے جایا گیا جس کے استعمال کی عوام کو توقع تھی۔ مقدمہ ایک طویل عرصہ تک بھاری سزا دینے کی مجاز عدالت میں چلتا رہا۔ مَیں نے بھی اپنا بیان قلمبند کروایا جس میں مَیں نے بتایا کہ مَیں نے بدیع الزّمان کی کوئی ایسی حرکت نہیں دیکھی جو ضرر رساں سمجھی جاتی۔"(۸۰)

بدیع الزّمان تیسری مرتبہ امیر داغ میں جیل کاٹنے کے بعد زندگی کے ایک ایسے دور سے رہائی پاسکے جس میں تشدد اور دباؤ کے ذریعے اُن کی زندگی جہنم بنادی گئی تھی۔

۱۱۔ افیون میں مقدمہ (۱۹۴۸)

بدیع الزّمان اور اُن کے طلباء کے خلاف افیون میں مقدّمہ

۱) تفتیش اور مقدمے کا ابتدائی دور

جنوری ۱۹۴۸ میں اُستاد بدیع الزّمان کے ساتھ ساتھ اِسپارٹا' کستاموُنو' قونیہ' اِنے بولُو' سفران بولُو' آئیدن اور امیر داغ سے ایک سو بیس کے قریب طلبائے نُور کو اُن کے گھروں اور کام کی جگہوں سے پکڑ کر ریاستِ افیون کے مرکز میں اکٹھا کیا گیا' اور دِکھاوے کی غرض سے اُن سے سوال و جواب اور پوچھ گچھ کے بعد ۲۳ جنوری ۱۹۴۸ کو اُنہیں سرکاری طور پر گرفتار کرکے قید کرلیا گیا۔ سرکاری وکیل کی طرف سے کی جانے والی تحقیقات چھ ماہ کے قریب جاری رہی اور اُس کے چھ ماہ بعد یعنی ۶ دسمبر ۱۹۴۸ کو دعوے کے کاغذات مکمل ہوئے۔ چھ ماہ سے زائد جاری رہنے

Marfat.com

والے مقدّمے کی سماعت کے دوران بدیع الزّمان اور اُن کے طلباء پر سخت تشدد کیا جاتا رہا۔ حالانکہ یہ مقدّمہ فردی نوعیت کا نہیں تھا۔ مسئلہ قرآنِ کریم کا تھا۔ بدیع الزّمان جن کے مطابق "قرآن کی خاطر جس پر لاکھوں سر قربان کیئے جا چکے تھے ہمارا سر بھی قربان ہونے دیں۔" اُنہوں نے اپنا دفاع ایسے طریقے سے کیا جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔

سرکاری وکیل نے وہی الزامات دُہرا دیئے جو وہ پہلے لگا چکے تھے۔ بدیع الزّمان بھی اپنا مُدافعاتی بیان دینیز لی کی عدالت میں پیش کر چکے تھے۔ افیون کی عدالت نے بدیع الزّمان کو سزا دینے کی راہ اختیار کی حالانکہ دینیز لی کی عدالت اُن کے بے مثال دفاع کے پیشِ نظر اُنہیں بری کر چکی تھی، باوجود اس کے کہ اپیل کی سپریم کورٹ، دینیز لی کی عدالت کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر اصرار کرتی اور عدالت کو اس سلسلے میں وارننگ دیتی رہی تھی۔ عوامی پارٹی جس کا اقتدار آخری سانسوں پر تھا اور جو ایک ظلم ڈھانے والی مشین میں تبدیل ہو چکی تھی، اُس نے دینیز لی کی عدالت پر کس قدر دباؤ ڈالا، یہ جلد ہی منظرِ عام پر آ جائے گا۔

رسالہءِ نُور کی تصانیف کے خلاف چلائے جانے والے اِس مقدّمے کو تُرکی کی عدل و انصاف کی تاریخ میں ایک انوکھی حیثیت حاصل ہے۔ خواہ بدیع الزّمان کی زندگی میں خواہ اُن کی وفات کے بعد قائم کیئے گئے مقدمات میں سے ایک سوتیس تصانیف اور ہزارہا خطوط اور لاحقوں کا مُعائنہ کیا گیا مگر کسی ایک میں بھی کوئی ایسا نقطہ نہ ملا جسے جرم قرار دیا جا سکتا۔ اِسی لیئے اَیسکی شہر، اِسپارٹا اور دینیز لی کے سرکاری وکیلوں کے بعد افیون کے سرکاری وکیل کو بھی وہی الزامات لگانے پڑے جو پہلے لگائے جا چکے تھے۔ ہر بار گانوں کے بار بار دُہرائے جانے والے سُروں کی طرح وہی الزام دُہرائے جاتے رہے (جیسے جماعتی تفرقہ، امنِ عامہ میں خلل پڑنے کا امکان، فرقہ بندی، ذاتی اقتدار کا حصول وغیرہ۔) اِن مقدمات کے اختتام پر دی جانے والی خواہ مخواہ کی سزا ہر بار سپریم کورٹ کے سزا کے محکمے کی طرف سے رَد کر دی گئی۔

Marfat.com

ب) بدیع الزّمان کا مُدافعہ

دفاعی بیانات کی ساری تفصیل درج کرنا ممکن نہیں تھا اِس لیئے یہاں صرف دفاع کے بنیادی اصولوں پر مبنی بیانات درج کیئے جا رہے ہیں:

"مَیں افیون کی عدالت میں بیان دیتا ہوں کہ:

مُجھ سے پوچھ گچھ کرنا اور میری گرفتاری تین بڑی عدالتوں کی ہتکِ عزّت و وقار اور اُن کے معاملاتِ عدلیہ میں مداخلت کرنے کے مترادف ہے' بلکہ اُن کی بے حُرمتی ہے۔

اُنہی مسائل کو نئے سرے سے لا کھڑا کرنا جن پر وہ تین عدالتیں اپنا منصفانہ فیصلہ سُنا چکی ہیں' اُن کے فیصلے کو حقیر سمجھنے کے برابر ہے۔ اِس سے اُن کی عزّت پر حرف آتا ہے۔ میرے بارے میں انصاف کرنے والی اُن عدالتوں کے تحفظِ عزّت کی خاطر التجا ہے کہ آپ رسالہءِ نُور کے متعلق جماعتی تفرقہ' امنِ عامہ میں خلل کا امکان' فرقہ بندی کے الزامات کے علاوہ اگر کوئی سبب یا الزام ڈھونڈ سکتے ہیں تو میرا مواخذہ اُن کے مطابق کیا جائے۔

مانا کہ جمہوری حکومت' جمہوریت میں آزادیءِ وجدان کے اصُول کے مطابق دوسرے مذاہب اور غیر مقلّد لوگوں کے معاملات میں دخل نہیں دیتی مگر اس کے لیئے یہ بھی تو ضروری ہے کہ وہ دیندار اور مُتّقی لوگوں کے معاملات میں بھی مداخلت نہ کرے۔

کسی چیز کو رَد کر دینا الگ بات ہے اور اُس پر عمل نہ کرنا بالکل ہی الگ ہے۔ ہر حکومت میں سخت مخالفت کرنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ آتش پرستوں کے زیرِ حکومت مسلمانوں کی اور اسلامی سلطنتِ عثمانیہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ ہر قسم کی حکومت کے دوران اُن لوگوں کو بھی آزادی حاصل ہوتی ہے جو امن و امان اور اِداری معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔ حکومت ہاتھوں کو دیکھتی ہے دِلوں کو نہیں دیکھتی۔

اگر ماضی میں میرا سرکاری اہلکاروں کے ساتھ کوئی آمنا سامنا ہو چکا ہے اور مُجھ پر

Marfat.com

الزام لگانے والے حکّام اُسے کسی طور پر ہضم نہیں کر سکتے تو اُنہیں سوچنا چاہیئے کہ مَیں بھی اُسی زمانے کا انسان ہوں اور اُسی سطح پر اُن لوگوں کے ساتھ مِل کر اُس حادثے سے گزر چکا ہوں۔آج محض میرے قرآنی علم کے باعث میری عاجز ذات پر حُسنِ ظن کرنے والے بے چارے بے خبر لوگوں کو میرے جھگڑوں کا ذمہ دار ٹھہرانا کہاں کا انصاف ہے!۔۔۔

رسالہءِ نُور کے شاگردوں کا بنیادی اصول ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو سکے‘ سیاست‘ اِداری معاملات اور نظامِ حکومت میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کریں گے۔کیونکہ اُن کے لیئے خالصتاً خدمتِ قرآن ہی کافی ہے اور یہی ہر شے کا نعم البدل ہے۔

میرے ذاتی قصور پر یا میرے بعض بھائیوں کے قصور پر رِسالہءِ نُور پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے ۔کیونکہ یہ تو بلا واسطہ قرآن سے اور قرآن عرشِ عظیم سے مُنسلک ہے۔کسی کی ہمت ہے تو اپنا ہاتھ بڑھا کر وہاں تک لمبا کرے اور اُن مضبوط رسّیوں کو توڑ کے تو دیکھے۔۔۔

ہمارے خفیہ دشمنوں میں سے بعض لادینوں کی رسالہءِ نُور کے خلاف تیار کردہ پلان اور حملے اِنشاءاللہ ناکام ہوں گے اور اِس کے بے مثال شاگردوں کو تتّر بتّر نہیں کیا جا سکتا‘ اُنہیں اپنی راہ سے ہٹایا نہیں جا سکتا‘ جنابِ حق کی عنایت ہے کہ اِنہیں مغلوب بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اگر آپ غیر مذہبی جمہوریت کے بارے میں پوچھیں تو مُجھے یہ معلوم ہے کہ غیر مذہبی حکومت کے معنی غیر جانبدار حکومت کے ہیں جو ضمیر کی آزادی کے اصول کے مطابق جس طرح لادِینوں کے معاملات میں دخل نہیں دیتی اِسی طرح دِینداروں اور متّقیوں کے معاملات میں بھی دخل اندازی نہیں کرتی۔

افیون کی عدالت نے ہمیں ایک سیاسی جماعت کے نقطہءِ نظر سے دیکھا ہے حالانکہ رسالہءِ نُور کے شاگرد کسی بھی پہلو سے سیاسی جماعت نہیں ہیں۔

یہ درست ہے کہ ہم ایک جماعت ہیں مگر ہمارا ہدف اور پروگرام یہ ہے کہ پہلے اپنے

Marfat.com

آپ کو اور پھر اپنی قوم کو ابدی پھانسی سے اور برزخ کی ابدی قیدِ تنہائی سے نجات دلائیں' طوائف الملوکی اور انتشار کے خلاف اپنے ہم وطنوں کی حفاظت کریں' اور ہماری دونوں جہان کی زندگیوں کی بربادی کا وسیلہ بننے والے لادینوں کے خلاف رسالہءِ نُور کی فولاد جیسی حقیقتوں کی مدد سے اپنے آپ کو بچائیں۔

ہم پر الزام لگایا گیا ہے کہ رسالہ جات میں بعض طعن آمیز جملے استعمال ہوئے ہیں۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ: چونکہ ہمارا مقصد اہلِ جہان کے ساتھ مقابلہ کرنا نہیں' ایمان اور آخرت ہے' چونکہ کسی چیز کا ممکن ہونا الگ بات ہے اور اُس پر عمل کرنا الگ چیز ہے' اِس لیئے جہاں تک اِس الزام کا تعلق ہے کہ ہم نے امن وامان میں خلل ڈالا نہیں بلکہ ''خلل ڈال سکتے ہیں'' تو یہ الزام بالکل ایسا ہی بے معنی ہے جیسے یہ الزام کہ ہر انسان کسی انسان کو قتل کر سکتا ہے (لہٰذا ہر انسان مُجرم ہے!)

حُکّام اب ہم پر ایک اور الزام لگانے کی سوچ رہے ہیں' اور وہ یہ ہے کہ رسالہء تَستّر (پردہ) جس کی خاطر مَیں نے ایک سال قید کاٹی اور جو دورانِ قید میرا ''ہمراز'' تھا وہ اس سال لکھا بھی گیا اور پھر شائع بھی ہو گیا ہے۔

قرآن مُعجز البیان جو ہر صدی کے دوران ساڑھے تین سو ملین انسانوں کی قُدسی اور سماوی رہبری کرتا ہے' جو اُن کی تمام خوشیوں کا وسیلہ ہے اور اُن کی دنیاوی اور اُخروی زندگیوں کا مقدس خزانہ ہے' اس میں درج پردے' میراث' کثرت ازدواج اور ذکرِ اِلٰہی کے بارے میں آیات کے تحفظ کے متعلق آنے والی آیاتِ قرآنی' جن کے معنی بالکل صاف اور یقینی ہیں' اگر اُن سب کا انکار کرنا' اِسلام کے تمام مُجتہدوں اور شیوخِ اِسلامِ عمومی کو مُجرم قرار دینا ممکن ہے' اور اگر گذشتہ طویل عرصے میں کئی عدالتوں کی طرف سے بری کیئے جانے کے فیصلوں کو' عام معافی کے قوانین کو' چہرے کی پردہ داری کو' آزادیِ ضمیر اور سوچ کو' فکری اور علمی بنیادوں پر اختلافات کو

Marfat.com

مُلک اور حکومت سے خارج کر دیا جائے تو پھر مجھے بھی اِن جرائم کا مُجرِم ٹھہرا دیجیے۔ ورنہ آپ حق و انصاف کی عدالت میں سنگین مُجرم قرار دیئے جائیں گے۔ اُستاد جنہیں اِس بات کا علم تھا کہ وہ اب آخرت کے مسافر ہیں، اُن کے نزدیک کسی بھی مُشکل کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ وہ اصلی یومِ حساب کی تیاری میں مصروف تھے۔

ت) افیون کی جیل میں محکوم طلبائے نُور کا دفاع

بدیع الزّمان کی تقریباً سو سالہ زندگی کا مبارک ترین ثمر ایک ایسی جماعت کی تشکیل تھا جِس کے اراکین نے قرآن سے بغلگیر ہو کر قرآن کے حقائق کو دنیا کے لوگوں تک نشر کرنے کے لیئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ اِس نقطہءِ نظر سے افیون میں طلبائے نُور کا دِفاع ایک الگ اہمیت کا حامل ہے۔ ''اگرچہ رسالہءِ نُور کو لکھ کر اِسے پڑھنے والوں کی زندگی عدالت کے دروازوں پر خطرے میں گھِری ہوتی تھی، پھر بھی وہ اعتراف کرتے تھے کہ اُنہوں نے اِس فوق العادۃ نوعیت کی تصنیف کے سلسلے کو پڑھا ہے۔ وہ اِس بات کا رسالے کے دوسرے قاریوں کے آگے بھی علی الاعلان ذکر کرتے تھے۔ اگر اُنہیں یہ علم بھی ہوتا کہ عدالت کے فیصلے میں اُنہیں پھانسی کی سزا دی جائے گی تو وہ پھر بھی اِس بات کا اظہار کرنے میں ثابت قدم رہنے سے ذرا نہ ہچکچاتے۔'' اُن کی اِس قربانی کے بارے میں سُننے والے اُن سے پوچھتے: ''کیا اِن لوگوں کو اپنی جانیں راستہ چلتے (یعنی مفت میں) ملی ہوئی ہیں؟'' نہیں، یہ لوگ ایک بہادر استاد کے اِرد گرد بیٹھ کر رسالہءِ نُور کے طالبِ علم بن چکے ہیں۔

ہر بار استاد کے ساتھ جیل خانے کے عذاب میں شریک ہونے والا حُسین آلتن باشاق اپنے دفاع میں کہتا ہے کہ مَیں عائد کردہ الزامات میں دِل و جان سے شریک ہوں۔ اُس کا بیان ہے کہ:

Marfat.com

''مَیں اپنے استاد کے اپنائے ہوئے مسلک اور رسالہءِ نُور کے ذریعے اُن کی عالمِ اِسلام کی' اور خاص طور پر اِس وطن اور اِس قوم کی مقدس خدمات کے باعث اُن پر عائد کردہ مَوہوم جُرم میں اپنی روح اور جان سے اشتراک کرتا ہوں۔ اور مَیں اپنی عمر کے آخر تک جناب حقِ تعالٰی کا شکر ادا کرتا رہوں گا کہ جس نے مُجھے ایمان کی اِس خدمت میں کامیابی عطا کی۔''

شرف و عزّت کے مجسمے طاہری مُطلُو نے اپنی خدمات کے بارے میں (جو کہ سرکاری وکیل کے عائد کردہ الزامات کے ثبوت میں مددگار ثابت ہوسکتی تھیں) فخریہ طور پر بیان دیتے ہوئے کہا:

''مَیں اِس وطن میں ایک خاص شہری کی حیثیت سے آپ کے حضور میں حقیقت سے ہرگز گریز نہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ''مَیں سال ہا سال سے سعید نُورسی کا طالبِ علم ہوں' وہ جنہیں ہم بڑی عزّت کے ساتھ اپنا استاد مانتے ہیں' جنہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعے ہمیں دینی تعلیم دے کر بُلندی پر پہنچایا ہے' جنہیں ہم ''مجدّد'' کہتے ہیں اور جو اِس کے باوجود ہمیں دھتکار کر ہمارا دِل نہیں توڑتے' مَیں ان کے بارے میں قطعی طور پر اور یقین کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ اُن کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ اُنہوں نے' اُن کی تصانیف نے اور اُن کے طلباء نے حکومت کے سکون اور امن میں کبھی خلل ڈالنے کی کوشش کی ہو۔''

اس بیان کے نیچے بدیع الزّمان کی طرف سے لکھا گیا ہے: ''ہزار برکتیں اللہ کی ہوں! یہ بیان پُرانے زمانے کے فداکار بہادروں کی طرح دیا گیا ہے۔'' اِس کے ساتھ ہی زُبیر گُندُو زآلپ کے تحریر کردہ دو فقرے بھی ہیں:

''تفتیشی عدالت میں پوچھا گیا: ''کیا تُم رِسالہءِ نُور کے طالبِ علم ہو؟''

(جواب) ''نہیں' مَیں بدیع الزّمان نُورسی جیسے ایک غیر معمولی ذہانت کے مالک انسان کا شاگرد ہونے کی اہلیت تو نہیں رکھتا' لیکن اگر وہ مُجھے قبول فرمالیں تو مَیں فخر سے کہوں گا

Marfat.com

''جی ہاں! مَیں رسالۂ نُور کا طالبِ علم ہوں۔'' (۸۱)

رسالۂ نُور جو بیس برس سے ہزار ہا انسانوں کو دِین' ایمان' اِسلام اور فضیلت کا درس دینے والے' اور لادینیت سے اُن کی حفاظت کرنے والے' قرآن کی تفسیر کا حامل رہا ہے اُس کی خاطر اگر مُجھے پھانسی پر بھی لٹکایا جائے تو مَیں اللہ!۔۔۔اللہ! یا رسُول اُللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے بھاگتا بھاگتا تختۂ دار پر چڑھ جاؤں گا۔

وہ جو کمیونزم کے جال میں پھنس کر اپنے مذہب سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں رسالۂ نُور اُنہیں اور ہمارے اُن نوجوانوں کو جو لُڑھکتے ہوئے ابدی تباہیوں کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں اور جن کا غدّارِ وطن بن جانے کے باعث ایسے جرائم میں ملوث ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے جن کی سزا گولی سے اُڑا دیا جانا ہے' ایسی عاقبت سے بچاتا ہے۔ اِس کی خاطر اگر مُجھے گولی سے اُڑا دیئے جانے کی سزا دی جائے تو مَیں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اُن گولیوں کے سامنے سینہ تان لوں گا۔ اُستاد بدیع الزّمان کی خاطر اگر مُجھے خنجر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ دائیں بائیں میرے خون کے اُڑتے بکھرتے چھینٹے ہر طرف ''رسالۂ نور، رسالۂ نور'' لکھتے چلے جائیں۔ زُبیر گُندُز آلپ کی اِس خواہش کے پیشِ نظر بدیع الزّمان نے عدالتی کمیٹی کے سامنے کھڑے ہو کر کہا: ''جی ہاں' مَیں سو طالب علموں کی جگہ صرف ایک گُندُز آلپ کو اپنی شاگردی میں لینے کو تیار ہوں۔''

معزز جج صاحبان! اگر رنج والم اور اضطراب کے باعث دِل کا ایک ٹکڑا دِل سے جُدا ہو سکتا ہے تو یہ لازم ہو گا کہ ایک نوجوان کے لادِین ہو جانے کی خبر سُننے والے کے دِل کے اتنے ٹکڑے ہو جائیں جتنے اُس کے دِل کے ایٹمی ذرّات ہوں۔ تو جناب اگر آپ ہمیں بری کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اِس کے نتیجے میں اِسلام کے نوجوانوں اور پوری دُنیائے اِسلام کو اِس خوفناک

Marfat.com

آفت سے مؤثر طور پر نجات مِل جائے گی۔اور یہی ایک ایسا محرّک ہے جس نے مجھے بدیع الزّمان اور اُن کی تصانیف کے ساتھ ایک کبھی نہ ٹوٹنے والے بندھن میں باندھ رکھا ہے۔۔۔''

محمت فَوزی جس نے سرکاری وکیل کے تمام الزامات کو بڑے فخر کے ساتھ قبول کرنے کی خبر دی اُس کا بیان ہے:

''میرے خلاف لگائے گئے فردِ جُرم میں مجھے اُستاد سعید نُورسی کا محرم راز سیکرٹری بتائے جانے کے علاوہ میرے اُن کے ساتھ اور رسالہءِ نُور سے نہایت گہرے تعلقات کو اور میری بہت سی خدمات کو موضوع بنا کر میری اِس حرکت کو میری ذِمّہ داری کا مرکزی سبب بتایا گیا ہے۔مَیں اِس کے مقابل اپنی ساری قوّت کے ساتھ اِس الزام کو قبول کرتا اور اِس پر فخر محسوس کرتا ہوں۔''

محمت فَوزی کا انداز کچھ ایسا تھا جس سے عدالتی کمیٹی کے سوچ میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا اور اس بات کا بھی احتمال تھا کہ عدالت اپنے فیصلے میں لکھ دے کہ ''یہ شخص ایسی صلاحیت کا مالک ہے جو اِسے سعید کے بعد اُس کا جانشین بننے کا اہل بناتی ہے۔'' (اُس نے اپنے بیان میں کہا):

''کیا آپ کی نظر میں یہ کوئی بہت بڑی بات ہے کہ ہم ایک ایسے شخص کو اُستاد کا نام دیتے ہیں جس کا دِکھاوے کی فانی آلائشوں کی طرف ادنیٰ سا جھکاؤ بھی نہیں ہے اور جو ایسی اشیاء کو بالکل بھی منہ نہیں لگاتا' جو چھوٹے سے چھوٹے فائدے اور لذّت کی خاطر کبھی نہیں جھکتا' جو فانی حرص اور لالچ کی خاطر پاؤں سے لپٹ جانے جیسی کسی قسم کی خوشامد کو ذرّہ بھر اہمیت نہیں دیتا' جو نہ کسی سے کسی شے کی امید رکھتا ہے اور نہ ہی کسی سے کچھ مانگتا ہے' جو اُسے پیش کی جانے والی ہر شے کو رَد کر دیتا ہے' جو عفت اور عصمت کی عالی ترین مثالی زندگی بسر کرتے ہوئے' ہر قسم کی محرومیت سے صبر و تحمل کے ساتھ سینہ تان کر مقابلہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو حقیقت' انوارِ قرآن' اور معارفِ محمدیؐ کی تفسیر کے لیئے وقف کر چکا ہے' جو ملک و قوم کی مصیبتوں کے سامنے رحم و شفقت کے آنسو بہاتا رہتا ہے' جو اپنے خلاف کی جانے والی ان گنت بے وفائیوں اور دھوکوں کے باوجود

Marfat.com

اپنے اِرد گرد کے لوگوں کی خوشیوں کی خاطر خدمت کے لیئے کمر بستہ رہنے سے کبھی باز نہیں آتا' جو اپنے بڑھاپے اور بے چارگی کو نظر انداز کرتے ہوئے انسانوں کو جہالت کے جہنم کی تہہ سے اور کُفر کے گرداب سے نجات دِلانے کے لیئے اللہ کی رضا کی خاطر جنگ کرنے میں مشغول رہتا ہے' اور جو فضیلت اور نُور کا مجسمہ ہے۔"

کمیونزم آدھے یورپ اور برِ اعظم ایشیا کو نگل چکنے کے باوجود اناطولیہ میں رسالہءِ نُور کی کھڑی کی ہوئی قرآنی دیوار کو عبور نہیں کر سکا۔ رسالہءِ نُور نے جو عظیم خدمات اہالیانِ اناطولیہ کے لیئے سر انجام دیں' مصطفیٰ عثمان اپنے دِفاع میں اُن کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے:

"کیا یہ حکومتِ وقت کے خلاف نافرمانی ہے کہ کوئی قرآن اور ایمان کی حقیقتوں سے والہانہ محبت میں مُبتلاء ہو کر اِس بات کی تمنا کرے کہ وطن اور مِلت طوائف الملوکی کے نتیجے میں اُس سُرخ خطرے کی گود میں نہ جا گرے جس نے ساری دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

"امیر داغ کا مصطفیٰ آجت اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ الماس کے مقابلے میں فانی زندگی ایسی ہے جیسے شیشے کے بے قدر و قیمت ٹکڑے:"

"مَیں ہر گھڑی اپنی زندگی اُس رسالہءِ نُور کی خاطر قربان کرنے کو تیار ہوں جو میری ابدی حیات کی نجات کا وسیلہ ہے۔ مَیں اُس رسالہءِ نُور سے جُدا نہیں ہوتا جو اُخروی اور دُنیاوی فوائد حاصل کرنے میں میری بے انتہا مدد کرتا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ فانی اور غیر اہم قید خانوں اور سختیوں سے بچنے کی خاطر' اِس مُختصر اور ہنگامہ خیز دنیاوی زندگی کو ضرر سے بچانے کے لیئے اُس عظیم فائدے کو ترک کرنا رسالہءِ نُور کے واحد مقصدِ ایمان اور قرآن کے خلاف نافرمانی ہوگی۔ لہٰذا مَیں اِس کی اجازت اور حُکم کے خلاف ذرّہ بھر حرکت بھی نہیں کرنا چاہتا۔"

اُستاد اور رسالہءِ نُور کے ساتھ اِسپارٹا کے مصطفیٰ گُل کا رشتہ اِس نوعیت کا نہیں تھا جو پھانسی کے ڈر سے ٹوٹ جاتا:

Marfat.com

''یہ بات میرے ہاتھ میں نہیں ہے کہ مَیں اُن ہزار ہا علمائے فاضل سے بے انتہا محبت نہ کروں جن کی تربیت ہمارے اُستاذ ہمارے آفندی حضرت (بدیع الزّمان) نے نُور اور قرآن کے ذریعے کی ہوئی ہے۔ مَیں ایسے استاد اور ایسے شاگردانِ رسالہء نُور سے اپنی پوری ہستی کے ساتھ مُنسلک ہوں۔ ہمارا یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا' اِس کی گرہیں کبھی نہیں کھولی جاسکتیں خواہ مُجھے پھانسی ہی کیوں نہ لگادی جائے۔''

اناطولیہ کے وفادار انسان جن کے سینوں میں ہزار سال سے نُورِ قرآن گُندھا چلا آرہا ہے' اِنے بولُو کے ابراہیم فقازلی' آئیدن کے علی آقداغ' اِسپارٹا کے رفعت بارُود چُو' اور امیر داغ کے خاندانِ چالشکانلر کے اراکین' محمت چالشکان' حاجی عثمان چالشکان' حسن چالشکان اور اُن کے بیٹے جیلان اور خلیل' یہ سب لوگ اپنے ساتھیوں سمیت اُستاد کی خدمت میں حاضر رہتے اور جیل کی صعوبتیں جھیلنے میں بھی اُن کے ہمراہ ہی رہے۔ یہ سب لوگ خوب جانتے ہیں کہ رسالہء نُور کا دعویٰ ایسا دعویٰ ہے جس کا مطمعِ نظر پورا عالمِ اِسلام تھا:

''امیر داغ کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ ہم پُرانے وقتوں سے ہی حافظ' استاذ' فقیر اور غریب لوگوں کی بے حد عزّت کرتے ہیں۔ اِسی فطری عزّت کے طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ ہم اُن سے عزّت سے بات چیت کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے اُن کی خدمت کرتے ہیں۔ بالکل اِسی طرح' آج سے چار سال پہلے ہمارے ضلع میں مہمان کے طور پر قیام کے لیئے آنے والے بدیع الزّمان سے ہمارے قریبی تعلقات قائم ہو چکے ہیں۔ ہم سنجیدگی سے اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے اُن کی تصانیف کے مطالعے سے بے حد معنوی فوائد حاصل کیئے ہیں۔ اب ہمارے تعلقات رُوکھے سُوکھے نہیں رہے۔ اُن کے افکار وطن اور مِلّت کے لیئے مفید ہیں چنانچہ ہم ان افکار سے اتفاق کرتے ہیں اور اِن کی تصانیف کی زیادہ سے زیادہ کاپیاں تیار کرنے کا کام کرتے رہے ہیں۔ ہم نے اپنے بیٹوں جیلان اور خلیل کو بوقتِ ضرورت اُن کے کسی ضروری کام میں

Marfat.com

مدد دینے کے لیئے اُن کی خدمت پر مامُور کر رکھا ہے کیونکہ وہ خود تو خانہ نشین ہو چکے ہیں اور پھر ضعیف اور کمزور بھی ہو گئے ہیں۔ ہمارا مقصد رضائے اِلٰہی اور اپنے ایمان کی نجات ہے۔ اس لیئے ہم یہ نہیں سوچ سکتے کہ متذکرہ بالا حقائق کے باعث ہم جوابدہ گردانے جائیں گے۔"

شعبہء طب کے طالب علم مصطفیٰ اورُچ رمضان اوغلو خوب جانتا ہے کہ اُسے رسالہء نُور کی وساطت سے کِس قدر سعادت حاصل ہوئی ہے:

"صحیح معنوں میں انسان اور ڈاکٹر بننے کے لیے انسان نامی مخلوق کی نہ صرف مادّی ساخت اور ضروریات کے ساتھ مشغول ہونا بلکہ اُس کی معنوی حالت پر توجہ دینا، تحقیق کر کے ایسے نُسخوں کی تلاش کرنا ضروری ہے جو انسان کی یہ تمام ضروریات پوری کر سکیں۔ میرے پیشے کے فرائض میں یہ ضرورت بھی شامِل ہے۔ میری روح کو اِس ضرورت کا احساس ہے اور اسی مُحرک کی وجہ سے مَیں شہد کی مکھی کی طرح علم کے گلشنِ بہار میں اِس قسم کے نُسخوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ رسالہءِ نُور نامی پھول، ایسے پھول ہیں جو شجرِ طوبیٰ کی ایک ڈالی یعنی قرآنِ کریم پر کھلتے ہیں اور اِس گلشن کو ایک خاص امتیاز بخشتے ہیں۔ یہ پھول جس طرح میری روح کو تسکین بہم پہنچاتے ہیں اسی طرح مُجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ میرے دوسرے ہم پیشہ لوگوں کو بھی مطمئن کرتے ہیں۔ چنانچہ مَیں شہد کی مکھی کے شوق سے بڑے خلوص کے ساتھ اپنے ہم پیشہ لوگوں کو بھی اِس سرچشمے کے بارے میں آگاہ کرتا رہتا ہوں۔"

جیسا کہ یہاں طلباء کے ایک حصّے کے دفاعی بیانات سے پتہ چلتا ہے، وہ طلباء جو افیون کے قید خانے کی مصیبت میں جا پھنسے تھے وہ کبھی بھی بدیع الزّمان کی حمائت سے پیچھے نہ ہٹے، صبر اور سنجیدگی سے یہی اعلان کرتے رہے کہ رِسالہءِ نُور کے ساتھ ہمارے روابط ایسے مضبوط ہیں جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتے۔

Marfat.com

ث) افیون کی سزائے بامشقت دینے کی مجاز عدالت کا فیصلہ

بڑے افسوس کی بات ہے کہ وہ طلباءِ نُور جو اِس سے پہلے اِنہی الزامات سے بری کر دیئے گئے تھے وہ اپنے ان بے مثال دفاعی بیانات کے باوجود افیون کی بامشقت سزا دینے کی مجاز عدالت سے سزا پائے بغیر باہر نہ آ سکے کیونکہ اِس بار اُن پر مقدمہ اِسی نیت سے دائر کیا گیا تھا کہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اِنہیں ہر حالت میں سزا دینی ہی دینی ہے۔ افیون کی اِس عدالت نے ۶ دسمبر ۱۹۴۸ کو اپنے تفصیلی فیصلے کا اعلان کیا۔ اِس کے مطابق ''ہماری عدالت نے اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سزائیں سُنائیں:

''بیس سال سے (اَیسکی شہر کی عدالت کی طرف سے سزا دیئے جانے کے بعد بھی) وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہوئی کوششیں کر کے تُرکی کے نوجوانوں میں بھی زہریلے خیالات پھیلانے کی جرات کرنا۔۔۔ اِس حرکت کی سنجیدگی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اِسے دو سال قیدِ بامشقت کی سزا دی جاتی ہے۔۔۔ مگر چونکہ مُلزم کی عمر پورے پینسٹھ برس ہو چُکی ہے اس لیئے اِس سزا میں ہر چھ دِنوں پر ایک دن کی چھوٹ دیتے ہوئے کُل ایک سال آٹھ ماہ کی سزا دی جاتی ہے۔۔۔

دوسرے مُلزم احمد فیضی قُول کے سعید کے ساتھ تعلقات مُبالغے کی سنجیدہ ترین حد تک پہنچ چکے تھے اور اُس نے رسالہءِ نُور کے لیئے سنجیدگی سے جو خدمات سرانجام دی ہیں اور جن کے باعث اُسے ''نُور کے معنوی وکیل'' کا لقب حاصل ہوا ہے اور جو اپنی تصنیف ''مائدۃ اُلقرآن'' سے اور اِس نے جو حیرت انگیز بیان اِس عدالت میں اپنے دفاع میں دیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس میں سعید کی جگہ پُر کرنے کی اور سعید نے جو ملک اور قوم کے لیئے ضرر رساں رجعت پسندانہ مُہم چلا رکھی ہے اُسے چلاتے رہنے کی نُور کے تمام پیروؤں سے بڑھ چڑھ کر استعداد پائی جاتی ہے اور جو ظاہر ہے کہ اِس کام کے لیئے نامزد بھی کیا جا چُکا ہے اس مُلزم کے اِس جُرم کی

Marfat.com

سنجیدگی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اُسے گرفتاری کی تاریخ سے لے کر ایک سال چھ ماہ کی قید بامشقت کی سزا دی جاتی ہے۔۔۔

دوسرے مُلزمان میں سے خُسرو آلتن باشاک' طاہری مُطلُو' جیلان چالشکان' مصطفیٰ عثمان' صبری حالیجی' ابراہیم ادھم طلاس' علی آقداغ' رفعت بارُودچُو' خلیل چالشکان' مصطفیٰ عاجت' حفظِ بارَام' بُرہان چاکن' زُبیر گُیندز آلپ' محمت فَوضی پامُوکچُو' رِفعت فِلز لیر' صلاح الدین چلبی' احمد ناظف چلبی' ابراہیم فقازلی' اور حُسین بایکان' جن کے خلاف مُلزم سعید کے جرم کو آسان بنانے کی خاطر اُس کی مدد کرنے اور یوں مدد کے ذریعے جُرم میں شریک ہونے کا الزام لگایا گیا ہے (اور یہ الزام متذکرہ بالا سطور میں ثابت کیا جا چُکا ہے) اِن سب مُلزمان کو اِن کے جرائم کے مطابق تعزیراتِ تُرکی کے ۳/۶۵ جُملے کی روشنی میں ۱/۱۶۳ اشق کے تحت چھ چھ ماہ کی قید بامشقت کی سزا دی جاتی ہے۔" (۸۲)

افیون کی قید بامشقت کی سزا دینے کی اہل عدالت کا یہ فیصلہ اپیل کی عدالت نے سِرے سے ہی منسوخ قرار دے دیا تھا۔ مگر اِس کے باوجود عدالت نے اپیل کی عدالت کے اِس تنسیخی حکم پر فوراً عمل درآمد نہ کیا۔ عدالت اپنی طرف سے کوئی فیصلہ دینے سے پہلے مقدمے کی سماعت کی تاریخوں کو مسلسل اِلتوا میں ڈالتی رہی۔ اِس کے نتیجے میں بدیع الزّمان کو جتنی سزا غیر قانونی طور پر عدالت نے سنائی تھی اُنہوں نے اُس سزا کا پورا عرصہ جیل میں ہی گزار دیا۔

ج) افیون میں قید سے وابستہ یادیں

اُستاد بدیع الزّمان کا افیون میں قید کا زمانہ دہشتناک تکالیف میں گزرا۔ جن دِنوں وہ گرفتار کیئے گئے تھے وہ شدید سردی کا موسم تھا۔ اُنہیں دو روز تک ایک نہایت ٹھنڈی اور بہت بڑی بیرک میں بغیر انگیٹھی کے قیدِ تنہائی میں رکھا گیا کہ وہاں انتظار کریں۔ انتظامیہ کو امید تھی کہ وہ اس قیدِ تنہائی میں یخ بستہ ہو کر مر جائیں گے۔ مگر تمام نامساعد شرائط کے باوجود اپنے آپ کو آغوشِ

Marfat.com

رحمت میں محسوس کرنے والے بدیع الزّمان اُن دِنوں کے بارے میں لکھتے ہیں: ''بالکل عامیانہ بہانہ بنا کر زمہریر کے نہایت ٹھنڈے دِنوں میں مُجھے گرفتار کر کے ایک بڑی، سخت ٹھنڈی بیرک میں بغیر اِسٹوو کے دوروز تک مکمل قیدِ تنہائی میں رکھا گیا۔ مَیں اپنے چھوٹے سے کمرے میں دن میں کئی کئی بار اسٹوو جلاتا اور اگرچہ میری انگیٹھی ہر وقت دہکتی رہتی مگر مَیں ضعف اور بیماری کے باعث یہ سب کچھ بڑی مُشکل سے برداشت کرتا رہا۔'' (۸۳)

بدیع الزّمان کے ہمراہ قید کیئے جانے والے زُبیر گُیندُز آلپ اُستاد کی قیدِ تنہائی کو یوں بیان کرتے ہیں: ''افیون کی قید کے دوران استاد کو ایک کمرے میں رکھا گیا۔ اس کمرے کی کھڑکی ٹوٹی ہوئی تھی اور دروازہ مقفل تھا۔ اِسٹوو تو تھا مگر جلایا نہیں جاتا تھا۔ ہمیں بھی داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا کہ اِسٹوو جلا سکتے۔ مَیں نے دیکھا کہ استاد وضو کر کے نماز پڑھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دراصل وضو کا پانی اُن کی داڑھی اور مونچھوں میں برف بن کر جما ہوا تھا۔ مُجھے یوں لگا جیسے استاد خود بھی یخ بستہ ہو چکے ہیں۔ مَیں نے فوراً تالا توڑا اور ''میرے استاد!'' کہتا ہوا اُن کی طرف لپکا۔ ''ڈرو نہیں میرے بھائی، مُجھے یہ لوگ جان سے نہیں مار سکیں گے'' استاد نے کہا۔ اِتنے میں وارڈن پہنچ گئے۔ اُنہوں نے مُجھے کہا کہ ہماری اجازت کے بغیر تم اندر کیسے داخل ہوئے ہو اور یہ تالا تم نے کیوں توڑا ہے؟ اور ساتھ ہی اُنہوں نے مُجھے اُلٹا لِٹا کر میرے پاؤں کے تلووں پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے۔ وہ ڈنڈے مارتے جاتے اور مَیں ''اللہ، اللہ'' پکارتا جاتا۔ آپ بھی اگر ایسی صورتحال سے کبھی دوچار ہوں تو اللہ کو پکارتے رہیئے اِس کے سِوا کوئی چارہ نہیں۔'' (۸۴)

سخت سردی میں تنِ تنہا حُجرے کی قید میں رکھے گئے بدیع الزّمان کے کھانے میں کچھ ہی عرصے بعد زہر مِلا کر اُنہیں کھلایا گیا۔ دراصل بدیع الزّمان جو بڑھاپے میں بیماری کا شکار ہو چکے تھے اُن پر بڑی کٹھن گھڑیاں گزرتی رہیں۔ جن دِنوں اُن کی بیماری بڑے زوروں پر تھی اُن دِنوں موقع پا کر ناظف چلبی اُن کی بیرک میں جا داخل ہوئے۔ وہاں اُنہوں نے جو کچھ دیکھا اُسے یوں

Marfat.com

بیان کرتے ہیں: ''افیون کی جیل میں موقع پا کر مَیں ایک روز استاد کی بیرک میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اُس وقت استاد کو زہر دیا جا چُکا تھا۔ وہ سردیوں کے سخت ٹھنڈے دن تھے۔ مَیں نے اُن کے چہرے پر نظر ڈالی تو چہرہ کالا سیاہ ہو چُکا تھا' ہونٹ پھٹے ہوئے تھے' اور وہ شدید بخار میں تڑپ رہے تھے۔ بڑھاپے اور بے حد کمزوری کے باوجود بُری طرح زہر دیئے جانے کے نتیجے میں نہایت پریشان' تنِ تنہا' کسی اپنے پرائے یا خدمتگار کے بغیر ایک کمرے میں چھوڑ دیئے گئے تھے۔ حضرتِ استاد نے مُجھے دیکھا تو رو پڑے۔ مَیں بھی رونے لگ گیا۔ ہم دونوں تھوڑی دیر تک روتے رہے' پھر وہ بولے: ''میرے بھائی' مَیں ایک بڑی پریشان حالت میں ہوں۔ تُجھے تو اللہ نے بھیج دیا ہے۔'' مَیں نے اُنہیں جلدی جلدی دائیں بائیں سے ٹھیک ٹھاک کیا' اِرد گرد کی جگہ کو جھاڑ و دے کر صاف کر دیا۔ اُن کی ضروریات پر توجہ دی اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔''

اُسی جیل خانے میں قید کی مصیبت میں اُن کے برابر کے شریک اور طالبِ علم اِنے بولو کے ابراہیم فقازلی بھی استاد کو زہر دیئے جانے کے واقعے کو انہی الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''سردیوں کے ایک نہایت ٹھنڈے دِن مَیں چوری چوری استاد کے پاس جا پہنچا۔ حضرتِ استاد بڑے سخت بیمار تھے۔ اُنہوں نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا کر کہا: ''اِسے پکڑ لو۔'' مَیں نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُس پر بوسہ دیا۔ ہاتھ آگ کی طرح جل رہا تھا۔۔۔! میرے ہاتھ سے اُن کے جسم کی گرمی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بولے: ''ابراہیم' مَیں شدید بیمار ہوں۔ بس اب قریب المرگ ہوں۔ تمہاری یہاں موجودگی سے مُجھے تسلّی حاصل ہو رہی ہے۔'' عین اُس لمحے جیلان بھی آ پہنچا۔ استاد نے اپنی وہی باتیں اُس کے آگے بھی دُہرائیں۔ ہم پریشانی اور حیرت کے عالم میں رو رہے تھے۔ استاد بھی رونے لگ گئے۔ ''ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' کہتے ہوئے ہم

Marfat.com

دونوں بے چارگی کے عالم میں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے' مل کر آنسو بہاتے رہے' ایک دوسرے کو بخشتے بخشاتے رہے۔ استاد نے ہمیں بڑی دعائیں دیں اور پھر ہمیں رخصت کر دیا۔ واپس آ کر ہم نے اپنے دوسرے دوستوں کو مسئلے سے آگاہ کیا اور سب نے مل کر بہت دعائیں مانگیں۔ دعاؤں کی کتابوں میں سے دعائیں پڑھیں۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ استاد کو زہر دیا گیا تھا۔۔۔"

جیل خانے سے باہر کی صورتِ حال بھی اندر کے مقابلے میں کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔ عدالت کی سماعت کے دِنوں میں سرحدی پولیس کے فرائض سرانجام دینے والا ابراہیم مَینگو ورلی بیان کرتا ہے:" استاد کے مقدمے کی سماعت ہونی تھی۔ شمال' مشرق ہر طرف سے انسانوں کا ایک سیلاب افیون کی طرف بہتا چلا آ رہا تھا۔ گلیاں اور سڑکیں یوم حشر کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ لوگوں کو مجبوراً متبادل راستے اختیار کرنے پڑ رہے تھے۔ استاد کو عدالت میں یوں لے جایا جاتا تھا جیسے وہ کوئی سو پچاس انسانوں کے قاتل ہوں۔ اُن دِنوں مَیں بھی ڈیوٹی پر مامور ہوتا تھا۔ میرا بدیع الزّمان سے آمنا سامنا ہو گیا۔ مَیں نے فوراً اُنہیں سیلوٹ مارا۔ اُس لمحے ہمارا ایک گھڑسوار معاون وہاں سے گزر رہا تھا۔ اُس نے مُجھے استاد کو سلام کرتے دیکھ لیا۔ وہیں میدان میں ہی اُس نے چیخنا چلّانا شروع کر دیا۔'اِسے گرفتار کر لو سپاہیو!' چنانچہ مجھے گرفتار کر کے کمپنی کمانڈر کے دفتر میں گھسیڑ دیا گیا۔ گھڑسوار مُعاون اُس وقت جو کچھ ہوا اُسے یوں بیان کرتا ہے:'اِس سپاہی نے بدیع الزّمان کو سلام کیا ہے۔' کمپنی کمانڈر مُعاون سے بھی بدتر انسان تھا۔ وہ جہاں بیٹھا تھا اُس نے وہیں سے پاگلوں کی طرح زمین پر پاؤں پٹخنے شروع کر دیئے' اپنے سر کے بالوں کو نوچنے تک کی نوبت آ گئی۔

"کیا تم نے استاد کو سلام کیا ہے؟"

"ارے بھائی میں کوئی کافر تو نہیں ہوں۔ آخر مسلمان ہوں۔"

Marfat.com

اُس نے چلاّ کر کہا: ''اِسے اوندھا لٹا کر اِس کے پاؤں کے تلووں پر ڈنڈے برساؤ!''
چنانچہ مجھے اُوندھا لٹا کر میرے پاؤں کے تلووں پر ڈنڈے برسائے گئے۔ جب وہ بید کا ڈنڈا میرے پاؤں پر مارتے تو مَیں ''اللہ'' کہتا۔ ''اللہ۔۔۔'' (۸۵)

استاد نے ریاست افیون کے سرکاری وکیل کی جانب سے لگائے گئے غلط الزامات کو ۹۱ سرخیوں کی شکل میں ایک جدول میں اکٹھا کیا۔ سرکاری وکیل کے مطابق وہ اِس جدول کے مقابلے میں ایک پوری کتاب لکھے گا۔ اِس عرصے میں بدیع الزّمان نے ایک خط تحریر کر کے اُسے بھیجا جس میں اُنہوں نے وہ بھید درج کیے جن سے بدیع الزّمان کی وہ شفقت ٹپکتی تھی جو اُنہوں نے اُن لوگوں کے متعلق ظاہر کی جو اُن کو پھانسی دینے کے خواہشمند تھے:

''افیون کے مُدعیان بعض حاسد لوگوں سے دھوکا کھا گئے۔ اِس سے مجھے اور زیادہ تکلیف پہنچی۔ ایک ایسے عرصے کے دوران جب کہ مَیں موجودہ قید میں بعض اوقات ایک دن میں جھیلی جانے والی سختی کو دینیز لی کی جیل میں پورے ایک ماہ میں جھیلی جانے والی سختی سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں، میرے ذہن میں بددعائیں آتی ہیں جو مظلوموں کا ہتھیار ہوتی ہیں۔ اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ ایک چار پانچ سال کی بچّی مجھے کھڑکیوں سے بڑے گہرے تجسس سے دیکھ رہی ہے۔ مَیں نے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ عبداللہ بے کی بیٹی ہے۔ مَیں نے اُس معصوم بچّی کی خاطر بددعا کو لبوں پر ہی روک لیا۔'' (۸۶)

بدیع الزّمان کسی کرامت کی تلاش میں نہیں تھے۔ وہ اپنی تمام کوششیں قرآن کی حقیقتوں کو پھیلانے پر صرف کرتے تھے۔ اللہ عظیم الشان کوئی خریق العادت صورتِ حال اُن جان لیوا ایّام میں انسانوں کی آنکھوں کے سامنے لاتا ہے جب وہ ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن کے لیے کی جانے والی خدمات کہیں ادھوری ہی نہ رہ جائیں، یا جب بعض ضعیف العقیدہ مومنوں کو شوق دلانے کی ضرورت پیش آ جائے۔ اَیسکی شہر اور دینیز لی کی طرح افیون میں بھی عوام بدیع الزّمان کو

Marfat.com

خاص طور پر فجر کی نماز میں مختلف مساجد میں دیکھا کرتے تھے۔مگر بلند روح کے مالک بدیع الزّماں ایسے حوادث کے بارے میں کوئی تشریح کرنے سے یا اپنے آپ کو ان حوادث سے منسلک کرنے سے گریز کرتے رہتے تھے۔

قید سے رہائی پانے سے پہلے اُستاد بدیع الزّماں نے ایک خط نشر کیا جس میں اُنہوں نے اُن سارے طلباء کو دوبارہ اجازت دی جو افیون کی جیل میں قید کئے گئے تھے۔اِس اجازت نامے پر (جو قرآنی حروف میں لکھا گیا تھا) بدیع الزّماں نے خود اپنے رسم الخط میں تمام متعلقہ طلباء کے نام تحریر کیئے ہوئے تھے۔وہ طلباء جو اس سے پہلے ہی رہا کیئے جاچکے تھے اُنہیں بھی یہ اجازت نامہ ارسال کر دیا گیا۔(۸۷)

یہ اجازت نامہ جہاں طلباء کے لیئے ایک شرفِ عظیم کی حیثیت رکھتا تھا وہیں یہ اِس بات کی دلیل بھی تھا کہ جیل خانہ بھی درحقیقت ایک مدرسے کا نعم اُلبدل تھا۔

د) افیون کی قید سے رہائی

اُستاد بدیع الزّماں کو محض حُکّام کی اپنی خوشنودی کے لیئے اور قانون کے یکسر خلاف بیس ماہ مدت کی جو قید کی سزا دی گئی تھی وہ جیل خانے میں پوری کرنے کے بعد ۲۰ ستمبر ۱۹۴۹ کو صبح کے وقت پولیس کی نگرانی میں اُنہیں جیل خانے سے نکال کر افیون کے ہیڈ کوارٹر میں ایک گھر میں لے جا کر مقیم کر دیا گیا۔

☆:::::::::::::::::::::☆:::::::::::::::::::::☆

Marfat.com

Marfat.com

باب سوئم

سعیدِ سوئم

(۱۹۴۰۔۱۹۶۰)

Marfat.com

Marfat.com

امیر داغ میں زندگی کا دوسرا دور

اپنے ایک دو طلباء کے ہمراہ افیون کے مرکز میں دِن گزارنے کے بعد بدیع الزّمان کو ایک بار پھر حکومت کے فیصلے کے مطابق پولیس کی نگرانی میں دسمبر ۱۹۴۹ کے شروع میں امیر داغ لایا گیا۔ اگرچہ وہ عدالت کی طرف سے دی گئی قید (جو در حقیقت غیر مصدقہ حراست تھی) بھگت چکے تھے پھر بھی اُنہیں آزاد نہ چھوڑا گیا۔

افیون کی قید کے بعد امیر داغ میں مقیم بدیع الزّمان کی زندگی اور خدمات میں اہم تبدیلیاں رُونما ہوتی دِکھائی دیتی ہیں۔ اُس وقت تک استادرات کے وقت گھر پر اپنے پاس کسی دوسرے شخص کو نہیں رکھتے تھے۔ شام سے لے کر صبح پرندوں کی چہچہاہٹ شروع ہونے تک اُن کا دروازہ اندر سے مقفل رہتا تھا۔ مگر افیون کی قید کے بعد اُنہوں نے اپنے سچے اور وفادار طلباء میں سے چند ایک کو اپنی ذاتی خِدمات کے لئے مامور کر لیا۔ اُستاد کا کمرہ ہمیشہ بالکل الگ ہوتا تھا مگر بوقتِ ضرورت اُن کے کمرے میں داخلہ ممکن تھا۔

افیون کی قید کے بعد اُستاد (اُن کے اپنے الفاظ میں) ایک طرح کے سعیدِ سوئم کی شکل میں ظاہر ہونے لگے۔ کیونکہ اُس دور کے بعد خِدماتِ نوری دوسرے مراحل میں منکشف ہونے والی تھیں۔ ایک بالکل نیا اِنکشاف ہونے کو تھا۔

افیون میں قید سے رہائی کے بعد اُستاد سعید نورسی اپنے طلباء کے ساتھ دو سال امیر داغ میں مقیم رہے۔ ۱۳۷۱ کے محرم کے مہینے میں وہ اسکی شہر آئے اور ڈیڑھ ماہ کے لگ بھگ وہاں یلدز ہوٹل میں ٹھہرے رہے۔ اُن کی یہ آمد پُر معنی تھی۔ ۱۹۵۰ تک وہ شہر بدر کئے جانے والے مقامات سے کِسی دوسری جگہ نہیں جا سکتے تھے۔ دراصل اُنہیں وہاں سے کہیں اور جانے کی اجازت ہی نہیں دی جاتی تھی۔ بہت عرصہ تو وہ کسی قریبی گاؤں تک بھی نہیں جا سکتے تھے۔

Marfat.com

ایسکی شہر میں قیام کے دوران استاد اپنے خواہش مند طلباء کے ساتھ ملتے ملاتے ،رسالۂ نُور کے پھل کی نئ فصل (یعنی نوجوان طلبائے نور) سے بات چیت کرتے اور کسی حد تک حیاتِ اِجتماعی میں دلچسپی کا اظہار بھی کرتے۔ وہاں جیسے ہر پیشے سے منسلک طلبائے نور کثرت سے مل جاتے تھے اسی طرح فوجیوں میں، خصوصاً فضائیہ میں بھی طلبائے نُور کی کمی نہ تھی۔

۱۹۵۰ میں جمہوری پارٹی کے اِقتدار میں آنے کے بعد اُستاد نے کسی حد تک آزادی کی نعمت سے اِستفادہ کرنا شروع کر دیا۔ اب ایک طرف تو رسالۂ نُور پر عائد پابندیاں ختم کرانے کے لئے قانونی جنگ جاری تھی اور دوسری طرف پورے مُلک میں اُن اقدام کی تعریف کے نعرے لگ رہے تھے جو شعائرِ اِسلام کی حیاتِ نَو کی خاطر اُٹھائے جا رہے تھے۔ جس روز اذانِ محمدی پر عائد پابندی اُٹھائی گئی اُس روز اُستاد نے جمہوری پارٹی کو مبارک باد کا ایک خط لکھ کر شائع کیا۔

ایک دورہ

پاکستان کے نائب وزیر تعلیم سیدّ علی اکبر شاہ تُر کی تشریف لائے۔ علی اکبر شاہ اُستاد سے ملنے امیر داغ گئے اور انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی۔ ساتھ ہی اُنہیں یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ پاکستان میں ہر قسم کے اِمکانات، ریڈیو اسٹیشن اور پریس ان کے اختیار میں ہوں گے۔ اُستاد نے اِس پیشکش کا جواب دیا: ''میرے بھائی علی اکبر شاہ! ایسی خدمات تو سینہ بہ سینہ ایک دوسرے کو پیش کی جانی چاہیئں۔ ڈھال کی آڑ میں بیٹھ کر کی جانے والی خِدمت خِدمت نہیں ہوتی۔ اصل بیماری تو یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ میں اگر مکہّ میں بھی ہوتا تو لوٹ کر یہیں واپس آتا۔ اصل خِدمت تو وہ ہے جو مجھے یہاں ملے۔ میرا محاذ بھی یہیں ہے۔''

علی اکبر کو رخصت کرنے کے بعد زبیر بھائی آ پہنچے۔ اُستاد نے جو انہیں بھائی جان کہہ کر پکارتے تھے، ان سے کہا: ''ایک وزیر کو رخصت کر کے آئے ہیں۔

Marfat.com

اب ایک دوسرا وزیر آن پہنچا ہے۔" یوں اُستاد نے زبیر بھائی کی عزّت افزائی کی۔ علی اکبر شاہ نے اپنے وطن واپس جا کر اُستاد کے بارے میں بہت سی پرستائش تقریریں کیں۔ الجمہوریت اخبار میں بھی اُن کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ "رسالۂ نوُر قرآن کا ترجمہ ہے۔" (۸۸)

اِستنبول کی عدالت (۱۹۵۲)

۱) مقدمے کا موضوع

اِستنبول میں مقیم یونیورسٹی کے نوجوان طلبائے نوُر نے اِستنبول سے "رہبرِ نوجواناں" شائع کی۔ اِستنبول میں جمہوریت کے سرکاری وکیل کے دفتر نے اِستنبول کی قید بامشقت کی سزا دینے کی مجاز عدالت نمبر 1 میں دفعہ ۱۶۳ پر مبنی ایک دعویٰ دائر کر دیا۔

"رہبرِ نوجواناں" کے مقدمے کے سلسلے میں تین مختلف سماعتیں ہوئیں۔

اُستاد یونیورسٹی کے نوجوان طلبا اور اُنہیں جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھنے والے طالب عِلموں کے بازوؤں کے گھیرے میں عدالت کے کمرے تک پہنچے۔ راستے میں جس جس جگہ سے گزرتے وہاں عوام کے تعریفی نعروں سے اُنہیں خوش آمدید کہا جاتا۔ مقدمے کی سماعت کے دِنوں میں عدالت کی عمارت کے سامنے تین چار ہزار لوگ جمع ہوتے اور اُستاد کی زیارت کرنے کے لیئے اُن کا اِنتظار کرتے رہتے۔

۵ مارچ ۱۹۵۲ کو مقدمے کی آخری سماعت تھی جس میں بدیع الزّمان نے سالہا سال سے برداشت کی جانے والی تکالیف کا اور اپنے مقاصد کا ذکر کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ کس طرح گزشتہ ۲۵ سال کے عرصے میں سرکاری وکیل ان کے بارے میں عدالتوں میں ایک بھی نئی بات پیش نہیں کر سکے۔

اُنہوں نے اپنے خلاف ہمیشہ سے لگائے جانے والے الزامات کا جواب دیا۔ اور پھر کہا:

"ایک موقع تھا جب ہم پانچ لاکھ فدائی طلبائے نوُر ملک کے کونے کونے میں ملک کی

Marfat.com

سلامتی اور امن و امان قائم رکھنے کی خاطر اعزازی طور پر معنوی محافظوں کا فرض انجام دیتے رہے۔ اب ہم پر سرکاری وکلاء کی طرف سے اس نوعیت کا الزام لگانا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اُدھر یہ لوگ ہم پر اس قدر ظالمانہ باغی ہونے کا الزام لگا رہے ہیں، اور اِدھر ہم ہیں کہ کسی صورت بھی اپنے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر، دلوں میں سلامتی اور امن و امان کی لو لگانے کی راہ میں، ایمان اور قرآن کی خِدمت کرنے کی راہ میں، اور غفلت کے باعث طوائف الملوکی کے گڑھے میں گرِ جانے والوں کو جہنم کے عمیق گڑھے سے نجات دِلانے کی راہ میں کام کئے بغیر خالی نہیں بیٹھے۔

مُحترم جج صاحبان، میں قطعی طور پر عرض کرتا ہوں کہ ہمارا یہ دعوٰی بلا جواز نہیں ہے۔ جن چھ صوبوں میں ہم پر مظالم ڈھائے جاتے رہے اور جو ہمارے شہر بدر کئے جانے کے علاقے ہیں ان کی چھ عدالتیں، لمبے عرصے تک نہائت دقیق تحقیقات کے باوجود آج تک کوئی ایسا واقعہ ریکارڈ پر نہیں لاسکیں جس سے ظاہر ہو کہ ہم لوگوں نے امن و امان اور سلامتی کی خلاف ورزی کی ہو۔ ہمارے اِس طرزِ عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ مکتبِ عرفانِ نوُر کے طلباء دِلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں' لوگوں کے دِلوں اور دماغوں میں سلامتی اور امن و امان کے رکھوالوں کے لئے جگہ بناتے ہیں۔ ایمان کے بارے میں ہماری تعلیمات طوائف الملوکی کے خلاف ہیں، افراتفری اور انتشار کے خلاف ہیں، فرامشن (FREEMAŞON) اور کمیونسٹوں کے خلاف ہیں۔ اِس مُلک کے نظم وضبط کے تمام اِداروں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا مکتبِ عرفانِ نوُر کے پانچ لاکھ طلباء میں سے آج تک کسی ایک طالبِ علم نے بھی نظم و نسق کے خلاف ایک قدم بھی اٹھایا ہے۔ ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ یقیناً نہیں ہوا۔ وہ اس لئے کیونکہ ان سب کے دلوں میں ایمان کا پاسبان موجود رہتا ہے جو نظم و نسق کا سب سے قابل یقین محافظ ہے۔

ہم نوُر کے مکتبِ عرفان کے شاگردوں نے جو درس حقیقت قُرآن حکیم سے حاصل کیا

Marfat.com

ہے وہ یہ ہے: اگر گھر میں یا ایک سمندری جہاز میں ایک معصوم اِنسان اور دس قاتل موجود ہوں تو اُس معصوم اِنسان کے حق کو ضرر سے بچانے کی خاطر اُس گھر کو یا اُس جہاز کو نذرِ آتش کرنے سے قرآنی اِنصاف کی رُو سے منع کیا گیا ہے۔ تو کیا وہ گھر یا جہاز جلانا جائز ہوگا جس میں دس معصوم اِنسان ہوں اور ایک قاتل اُنہیں تباہ کرنے پر تُلا بیٹھا ہو؟ اگر جلا دیا جائے تو کیا یہ سب سے بڑا ظلم، سب سے بڑی غدّاری اور نا انصافی نہیں ہوگی؟ اِس وجہ سے کہ اِنصافِ اِلٰہی اور حقیقتِ قرآنی نے امن و آسائش میں خلل پڑنے کے ڈر سے دس فی صد قاتلوں کے باعث نوّے معصوم انسانوں کی زندگی کو خطرے اور نقصان میں ڈالنے سے بڑی سختی سے منع کیا ہے، ہم مذہبی نقطۂ نظر سے اِس درسِ قرآنی پر اپنی پوری قوت کے ساتھ عمل کرنے پر اپنے آپ کو بالکل مجبور سمجھتے ہیں۔"

استاد کے اِس دفاعی بیان کے ساتھ ہی عدالت میں مقدمے کی سماعت اختتام پذیر ہوگئی۔ منصفوں کی کمیٹی نے آپس میں صلاح مشورے کے بعد اِتفاق رائے سے ملزموں کو بری کرنے کا فیصلہ سُنا دیا۔ عدالت میں موجود یونیورسٹیوں کے طلباء اور عوام نے اِس فیصلے کا تالیاں بجا کر خیر مقدم کیا۔ سرکاری وکیل کے دفتر کی طرف سے فیصلے کے خلاف اپیل نہ کئے جانے کے باعث فیصلہ حتمی قرار دے دیا گیا۔ (۸۹)

ب) مُقدمے کے بعد حالات کا رُخ

اُستنبول میں بدیع الزّمان کا مقدمہ روشن خیال طبقے اور طلباء میں بڑے پیمانے پر ردِّ عمل کا سبب بنا۔ اُس وقت کے اخبارات اور رسالوں میں اس کے متعلق بہت سے مضامین شائع ہوئے۔ سبیل اُلرّشاد نامی رسالے کے مالک اور ناشر اشرف ادیب نے اُستاد کے ساتھ اپنے انٹرویو کو "طویل جُدائی کے بعد" کا عنوان دے کر شائع کیا۔

اُس اِنٹرویو میں اُستاد نے بڑی پُر جوش زبان استعمال کرتے ہُوئے بڑے بڑے مختصر اور پُر مغز طریقے سے اپنے مقاصد پیش کیئے:

Marfat.com

''مجھے کہتے ہیں تم نے فلاں فلاں شخص سے کیوں جھگڑا مول لیا؟ مجھے یہ معلوم نہیں۔ میرے سامنے ایک دہشتناک آگ بھڑک رہی ہے۔اس کے شعلے آسمان تک بلند ہو رہے ہیں۔ اس آگ میں میری اولاد جل رہی ہے۔ میرا ایمان بھی آگ کی لپیٹ میں آکر جل رہا ہے۔ میں اس آگ کو بجھانے کے لئے اپنے ایمان کو جلنے سے بچانے کی خاطر بھاگ دوڑ کر رہا ہوں، راستے میں کوئی شخص مجھے روکنا چاہتا ہے جس سے میرا پاؤں اُس سے جا ٹکراتا ہے۔تو کیا اہمیت ہے اس کی بھلا؟ اُس بے پناہ آگ کے مقابلے میں کیا اس معمولی سے حادثے کی کوئی وُقعت ہے؟ یہ کس قدر تنگ نظری ہے، کس قدر کوتاہ بینی ہے۔

میں نے معاشرے کے ایمان کی سلامتی کی خاطر اپنی آخرت بھی خراب کر لی ہے۔ اب میری نِگاہوں میں نہ جنّت کا سَودا باقی رہا ہے اور نہ جہنم کا ڈر۔ پچیس ملین ترکوں پر مشتمل معاشرے کے ایمان کے نام پر ایک سعید تو کیا، ایک ہزار سعید قُربان جائیں۔رُوئے زمین پر ہمارا قرآن تنِ تنہا بغیر جماعت کے رہ جائے تو مجھے جنت کی بھی کوئی پرواہ نہیں۔اِن حالات میں میرے لئے جنت بھی کال کوٹھڑی بن جائے گی۔اگر مجھے اپنی قوم کا ایمان سلامت نظر آئے تو میں خود جہنم کی آگ کے شعلوں میں جلنے پر بھی راضی ہوں کیونکہ اگر میرا وجود جل بھی رہا ہو تو میرا دِل گُل وگلستان بن جائے گا۔(۹۰)

ت) اِستنبول سے وابستہ یادیں

بدیع الزّمان سعیدِ نوُرسی ۱۹۵۳ کے موسم بہار میں اِستنبول پہنچے۔وہاں تین ماہ کے لگ بھگ مقیم رہے۔ یہاں اُنہوں نے اپنے طلباء کے ہمراہ بڑے اچھے دن گزارے۔ پہلی مرتبہ اِستنبول آئے تو بیازید میں مارمرا پیلس ہوٹل میں قیام کیا۔ چاملجا اور اوسکودر میں اپنے دو دوستوں کے گھروں میں تین تین دن مہمان کے طور پر رہتے رہے۔کچھ عرصہ بعد فاتح محلے میں چارشنبہ میں ایک چوبی مکان میں تین ماہ گزارنے کے لئے جا بسے۔

اِستنبول میں رہائش کے دِنوں میں بدیع الزّمان نے ''نقطۂِ خدا'' اور اِسی سے متعلقہ

Marfat.com

ایک دو خطوط "عالمِ نور کی ایک کنجی" کے عنوان سے شائع کیئے۔(۹۱)

سعیدِ نورسی نے ۱۹۵۳ء کا رمضان اِستنبول میں گزارا۔ اس دوران وہ کبھی کبھی اپنے دراماں کے گھر سے نکل کر بعض اوقات اپنے یونیورسٹی کے طلباء کے ہمراہ اور بعض اوقات اکیلے ہی اِستنبول کی مختلف سمتوں کی سیر کو چلے جاتے۔(۹۲)

بدیع الزّمان نے جو عرصہ استنبول میں بسر کیا اس کے بارے میں محمت فرنجی بتاتے ہیں "ایک روز ہم نے ظہر کی نماز اَیدرنے کاپی کی مسجد میں ادا کی۔ حضرت اُستاد نے سیاہ جُبّہ پہن رکھا تھا، سر پر اپنی مخصوص پگڑی، گردن کے گرد ایک سفید رومال لپیٹ رکھا تھا۔ اِس لباس میں ہر کسی کی نگاہِ شوق اُن پر پڑتی تھی۔ سڑکوں پر چلتے بچے اور خواتین اُستاد میں دلچسپی لیتے، خاص طور پر بچے حضرتِ اُستاد کے اِردگرد جمع ہو جاتے۔ اُستاد اُن سے کہتے: 'تم لوگ بے گناہ ہو۔ تمہاری دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ میرے لئے دُعا کرو کہ مجھے جو بہت سی بیماریاں لگی ہوئی ہیں اِن سے شِفا حاصل ہو۔' بعض بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیر کر انہیں پیار کرتے، ان کی عزّت افزائی کرتے۔ یُوں دس منٹ کا راستہ بمُشکل ایک گھنٹے میں طے ہو سکتا۔

حضرتِ اُستاد کا اِستنبول کا قیام اُن دِنوں میں ہوا جب اِستنبول کی فتح کی پانچ سَو سالہ سالگرہ منائی جاتی تھی۔ سالگرہ منانے کے لئے ایک بڑا لمبا چوڑا پروگرام تیار کیا گیا۔ مہتر بینڈ کو نئے سِرے سے ترتیب دی گئی۔ اِستنبول میں ایک بہت بڑے تہوار کا سا سماں تھا۔ ۲۹ مئی ۱۹۵۳ء کو اِستنبول خُوشیوں اور رنگ رلیوں کے عُروج پر تھا۔

سالگرہ کی تقریب شروع ہونے سے پہلے ریٹائرڈ میجر رفیق بے حضرت اُستاد کو اور اُن کے دوست احباب کو لے کر فاتح محلّے میں پہنچ گیا جو تقاریب کا مرکز تھا۔ جب میجر رفیق بے نے دیکھا کہ بے اِنتہا اژدھام کے باعث اندر داخل ہونا ناممکن ہوگا تو اُس نے متعلقہ حُکّام کو آگاہ کیا۔ چُنانچہ حضرتِ اُستاد سیدھے فاتح مسجد کے آق دینیز گیٹ کے قریب اہم شخصیات کے لیئے خاص طور پر بنائی گئی شہ نشین پر جا پہنچے اور وہاں اِستنبول کے اُس وقت کے گورنر کریم گیک آئی کے

Marfat.com

دائیں طرف مخصوص شُدہ نشست پر بیٹھ گئے۔ وہاں سے وہ نہایت حیرت انگیز اور رعب و دبد بے سے پُر تقاریب بآسانی دیکھتے رہے"۔

گنیلی محمد آفندی نے حفاظ کرام کی ختم حفظ کی یعنی اُن کی دستار بندی کی تقریب کا اہتمام کیا۔ محمد آفندی نے اُستاد کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ اُستاد نے بھی بخوشی یہ دعوت قبول کر لی۔ مسجد فاتح میں ہنکر محفل (مسجد میں بادشاہوں کی حفاظت کے نقطہ نگاہ سے ایک الگ مخصوص حصہ) استاد کے اعزاز میں مؤذن نے کھول دی۔ اُستاد نے تین گھنٹے ہنکر محفل میں بیٹھ کر یہ پروگرام ملاحظہ کیا۔

ج) بدیع الزّمان کی بطریق (PATRIC) سے ملاقات

بدیع الزّمان کمیونسٹ آئیڈیالوجی اور اُن فلسفی تحریکوں کے خلاف تھے جو خدا کی ہستی سے اِنکار کی بنیادوں پر مبنی ہیں۔ اس لیئے وہ اِس بات پر زور دیتے تھے کہ عیسائیوں کے رُوحانی پیشواؤں کے ساتھ اتفاق کرنا ضروری ہے۔ اِس موضوع پر ایک منتخب حدیث پر وہ رُوحانی پیشواؤں کے ساتھ خلوصِ دِل سے متفق تھے۔ وہ اپنی کتاب "لمحات" میں لکھتے ہیں:

"حدیث صحیح (بخاری) کے مطابق جس طرح آخری زمانے میں عیسائیوں کے حقیقتاً دیندار پیشوا اہل قرآن کے ساتھ متفق ہو کر دونوں کے مشترک دُشمن دہریوں کے خِلاف مقابلہ کریں گے اسی طرح موجودہ زمانے میں بھی دیانتدار اور حقیقت پسند لوگوں کو چاہیئے کہ وہ نہ صِرف اپنے دِینی بھائیوں، ہم وطنوں، اور دیگر بھائیوں کے ساتھ خلوصِ دِل سے متفق ہو جائیں بلکہ عیسائیوں کے حقیقتاً روحانی پیشواؤں کے ساتھ بھی وقتی طور پر باہمی اِختلافات کے موضوعات کو موضوع بحث اور جھگڑے کا باعث بنانے سے گریز کرتے ہوئے اپنے مشترک دشمنوں، یعنی بے دین حملہ آوروں کے خلاف متفق ہو جائیں۔" (۹۳) نوعِ انسانی کی نجات کے لیئے ضروری ہے کہ اِس موضوع پر عیسائیوں کے ساتھ بات چیت کی راہ کھلی رکھیں۔ بدیع الزّمان وقتاً فوقتاً اِس راہ کو کھولنے کے لیئے کوششیں کرتے رہے۔ اِسی مقصد کے لئے اُنہوں نے ۲۲ فروری 1951 کو ویٹی کین (VATICAN) میں دُنیائے عیسائیت کے روحانی لیڈر پوپ کو "ذوالفقار" نامی تصنیف

Marfat.com

روانہ کی تھی۔ پوپ نے رسالۂ ذوالفقار ملنے کا شکریے کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اِس رسالے میں وحدانیتِ الٰہی، رسالتِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور قرآن کے اللہ تعالےٰ کا کلام ہونے کے بارے میں بحث کی گئی تھی۔ پوپ کے دفتر نے رسالے کی رسید اور شکریے کی اِطلاع بدیع الزّمان کو بذریعہ تار روانہ کی۔

مقامِ عالی مرتبتِ پوپ

دفتر خصوصی سیکرٹری

ویٹی کین نمبر ۲۳۲۲۴۷

۲۲ فروری ۱۹۵۱

جنابِ عالی!

آپ کی ذوالفقار نامی ہاتھ کی تحریر کردہ عمدہ تصنیف اِستنبول میں پوپ کے نمائندہ دفتر کی وساطت سے ملنے پر جناب پوپ کی خدمت میں پیش کر دی گئی ہے۔ آپ کی اِس نازک عزّت افزائی سے اُن کے بے حد متاثر ہونے کے بارے میں آپ کو اِطلاع دینے کے لیئے اور یہ بتانے کے لیئے اُنہوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ کو آگاہ کروں کہ وہ آپ پر حق تعالےٰ کے لطف و کرم کے لئے دُعا گو ہیں۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ اِس وسیلے سے آپ عالیجناب کی خِدمت میں اعزاز و تسلیمات پیش کرتا ہوں۔

دستخط

وَیٹیکین

چیف سیکرٹری (۹۴)

Marfat.com

اِستنبول میں قیام کے دوران بدیع الزّ مان اپنے طلباء میں سے ضیا آرون کے ہمراہ فنیر (FENER) کے علاقے کے اس زمانے کے بطریق آلتھینا گورَس سے ملنے کے لئے گئے ۔ ملاقات کے دوران اُنہوں نے بطریق سے کہا: ''جس طرح آپ نے عیسائیت کے دینِ حقیقی کو' توحیداور نبوّت کوقبول کیا ہوا ہے اِسی طرح اگر حضرت محمدؐ کو پیغمبر اور قرآنِ کریم کو اللہ کی کتاب کے طور پر قبول کرلیں تو آپ اہلِ نجات میں شامل ہو جائیں گے۔''

جب بطریق آلتھنیا گورَس نے انہیں جواب دِیا: ''میں قبول کرتا ہوں'' تو بدیع الزّ مان نے پوچھا:

''تو اُس صورت میں کیا آپ یہی بات دنیا کے دوسرے روحانی پیشواؤں سے بھی کہیں گے؟'' اِس پر بطریق نے جواب دیا:

''میں کہتا تو ہُوں مگر وہ قبول نہیں کرتے۔'' (۹۵)

اِسپارٹا کی زِندگی (۱۹۶۰-۱۹۵۲)

بدیع الزّ مان کے دِل میں ریاست اِسپارٹا کے لئے جہاں اُنہوں نے اپنی شہر بدری کے اِبتدائی سال گزارے تھے، حقیقی محبت پنہاں تھی۔ وہ ہر طریقے سے اِس محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ مثلاً اپنے کستامونو کے قیام کے دوران وہ ایک خط میں لکھتے ہیں۔ ''دو سپاہیوں نے مجھ سے کمال مسرت کے ساتھ نہایت دوستانہ لہجے میں کہا: 'تم اِسپارٹا کے رہنے والے ہو۔ تم تو ہمارے ہم شہری ہو۔' میں نے بھی کہا: 'فخر سے کہتا ہوں کہ میں ہر پہلو سے اِسپارٹا کا رہنے والا ہُوں۔ یہ شہر اپنے پتھروں اور اپنی مٹی سمیت میرے لئے مبارک ہے۔ یہ میرا وطن ہے۔ جو ہر سوا جنبیوں کے مقابلے میں میرے سینکڑوں اور ہزاروں بھائیوں کی جائے پیدائش ہے۔''

اِستنبول سے لَوٹ کر استاد بدیع الزّ مان اُس اِسپارٹا ولایت میں واپس آئے جس کے

Marfat.com

ساتھ وہ قلبی اور روحانی طور پر اِنتہائی گہرے جذبات سے بندھے ہوئے تھے۔

ا) اِسپارٹا کی زِندگی کے مختلف دور

ا) مقدماتی دور

نوجوانوں کی رہبری والے مقدمے میں بری ہونے کے بعد اُستاد امیر داغ آ گئے تھے۔ یہاں کھیتوں میں گھومتے پھرتے ہوئے ان کا تعاقب کرنے پر مامور ایک حوالدار اور ملیشیا کے تین سپاہیوں نے اُنہیں ہیٹ نہ پہننے کے اِلزام میں پکڑ کر دوسری مرتبہ زبردستی تھانے پہنچا دیا اور وہاں اُن سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔

بدیع الزمان نے اپنے ساتھ روا رکھے جانے والے اِس سلوک کو سراسر ناجائز قرار دیتے ہوئے ایک درخواست لکھ کر وزارت اِنصاف اور وزارتِ داخلہ کو روانہ کر دی۔ اِسی درخواست کا ایک نسخہ سامسون کے ''جہادِ عظیم'' نامی اخبار میں اِس سرخی کے ساتھ شائع ہو گیا: ''پہلے کی طرح جمہوری حکومت کے عہد میں بھی مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے دوام کا سب سے بڑا ثبوت۔''

اِسلام کے خلاف تقریریں کرنے والے صحافی م۔ امین یلمان کا ملاتیا میں چند نوجوانوں کے ہاتھوں گولی مار کر قتل کر دِیے جانے کا حادثہ ایک ایسا واقعہ تھا جس کی تلاش میں خفیہ جماعتیں لگی ہوئی تھیں۔ اس پر سامسون، مرسن، رضے، دِیار باقر، اِسپارٹا، انقرہ، اِستنبول، آداپازار، صفران بولو، قرابیک، دینار، اِنے بولو اور وان جیسے شہروں میں مقدمات دائر ہو گئے۔ لمبے عرصے تک جاری رہنے والی تفتیشات کے باوجود طلبائے نور کے خلاف ملک اور قوم کے خلاف چھوٹی سے چھوٹی حرکت کا نشان تک نہ ملا۔ اِس کے برعکس طلبائے نور کی ایسی علمی، ایمانی اور قومی خدمات، اخلاقی کوششیں اور حرکات سامنے آئیں جن سے ہر اہل وطن کی چھاتی فخر سے پھول

Marfat.com

سکتی تھی۔ رسالۂ نور کا مطالعہ کرنے، لوگوں کو پڑھانے اور رسالے کی نشر و اشاعت کی کوششیں کرنے کے علاوہ اُن کا کوئی دوسرا مقصد یا نصب العین سامنے نہ آیا۔ سرکاری وکلاء نے اپنی رائے کا اظہار اِن الفاظ میں کر دیا: ''ہمیں حامیانِ نور کا کوئی جُرم نہیں مِل سکا۔ ان کی کوئی ایسی حرکت یا کردار سامنے نہیں آیا جس کی بناء پر ان پر کوئی الزام عائد کیا جا سکتا ہو''۔

صرف افیون میں مقدمہ جاری رہا۔ اگرچہ ۱۹۵۰ کے اِنتخابات میں برسرِ اقتدار آنے والی جمہوری پارٹی کی حکومت کے عام معافی کے اِعلان کے مطابق لازم تھا کہ مقدمۂ رسالۂ نور کے تمام ریکارڈ مکمل طور پر ختم کر دیئے جاتے، مگر اِس کے باوجود افیون کی عدالت نے ایک عجیب انداز سے مختلف اشخاص کے خلاف چلنے والے مقدمات کے ریکارڈ تو ختم کر دیئے لیکن رسالۂ نور کے مقدمے کو معافی کی زد میں نہ لاتے ہوئے اِس کی قُرقی کا فیصلہ سُنا دیا۔ طلبائے نور نے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کروا دی۔ اپیل کی عدالت نے بھی افیون کی عدالت کے اِس فیصلے کو منسوخ کر دیا۔ اِس کے باوجود مقدمے کی جو سماعتیں جاری رہیں اُن کے اِختتام پر ۱۸ دسمبر ۱۹۵۰ کو عدالت نے بہت سے ایسے مکتوب جو رسالۂ نور کا حصہ نہیں تھے، تصاویر اور اس سے پیشتر دینزلی کی عدالت کی طرف سے بری کی گئی کتابوں کا ایک حصہ متعلقہ مالکان کو لوٹا دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن سرکاری وکیل کے اعتراض پر اپیل کے محکمے نے ریکارڈ کی بعض خامیوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اِس فیصلے کو بھی منسوخ کر دیا۔

بالآخر ۳۰ جنوری ۱۹۵۴ کو افیون کی قید با مشقت کی سزا دینے کی مجاز عدالت نے رسالۂ نور کی تمام کاپیوں اور ایڈیشنوں کے لوٹا دیئے جانے کا فیصلہ سُنا دیا۔ سرکاری وکیل نے اِس فیصلے کے خلاف بھی اپیل دائر کر دی۔ محکمۂ اپیل نے اِس مرتبہ اپنی رائے یوں بیان کی کہ متعلقہ ماہرین ان تصانیف کی تمام کاپیوں کا جائزہ لیں۔ (۹۶)

افیون کی عدالت نے محکمۂ اپیل کی رائے پر عمل کرتے ہوئے تمام کتابیں نئے سرے

Marfat.com

سے جائزے کے لئے صدر مذہبی امور کے دفتر کے حوالے کر دیں۔ مذہبی امور کے مشیروں نے ان کتابوں کا جائزہ لینے میں ایک لمبا عرصہ صرف کر دیا۔ بالآخر انہوں نے ۲۳ مئی ۱۹۵۶ کو ایک رپورٹ پیش کی جو کئی پہلوؤں سے اہم قرار دی جا سکتی تھی۔

اِس رپورٹ اور عدالت کے دوسرے فیصلوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے عدالت نے ۲۳ جون ۱۹۵۶ کو رسالے کی عام تصانیف اور خطوط وغیرہ متعلقہ مالکان کو لوٹا دیئے۔ اِس مرتبہ سرکاری وکیل یہ نہ کہہ سکا کہ "میں اِس فیصلے کے خلاف بھی اپیل دائر کرتا ہوں۔" یوں یہ فیصلہ حتمی قرار پا گیا اور اسے قرارِ مُحکم کی حیثیت مِل گئی۔

ایک ایسا مقدمہ جو ایک سیدھے سادے قانونی ماجرے کی حدُود میں شمار ہو سکتا تھا اُس کا ساڑھے آٹھ سال کے عرصے کے بعد برأت پر منتج ہونا اس زمانے کی شرائط پر روشنی ڈالنے کے نقطۂ نظر سے نہایت دلچسپ ہے۔ اِس دعوے کو جو یوں لگتا ہے کہ سیاسی دباؤ کے باعث ایک بھول بھلئیاں کی شکل میں لا کر چھوڑ دیا گیا تھا' ایک ڈراؤ نے عنصر کے طور پر اِستعمال کیا گیا۔ اور اسے جان بوجھ کر لٹکا لٹکا کر ایک ایسی نوعیت دے دی گئی کہ جہاں یہ عوام میں عدالتی سسٹم کے خلاف عدم اِعتماد پیدا کر سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا اس کام کے پیچھے ہاتھ تھا وہ کسی صورت بھی ملک و قوم کے دوست نہیں ہو سکتے۔ ایک سیدھے سادے مقدمے کا اِس قدر لمبے عرصے تک چکروں میں ڈال کر چھوڑ دیا جانا ایک طرف تو اس بات کی تصدیق کرتا ہے جس کی طرف بدیع الزمان اکثر لوگوں کی توجہ مبذول کراتے رہتے تھے۔ یعنی بیرون ملک کے دہریوں کی کمیٹی کا موجود ہونا، اور دوسری طرف ایسے ضروری شواہد مہیا کرتا ہے جن سے دہریوں کی متذکرہ کمیٹی کا نہایت موثر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے

۲) رِسالہ جات نور کی اِشاعت

افیون کے مقدمے کے اختتام کے ساتھ ہی رسالہ جاتِ نور کی آزادی کے فیصلے کے

Marfat.com

بعد حضرت استاد کی خواہش تھی کہ اِن رسالوں کی اِشاعت کی ذمہّ داری یا تو وزارتِ تعلیم سنبھال لے اور یا پھر جمہوریہ ترکی کے مذہبی امور کا محکمہ اپنے ذمہّ لے لے۔ یہ معاملہ پہلے تو اِسپارٹا کے قومی اسمبلی کے نمائندے ڈاکٹر تحسین تولا کی وساطت سے وزیرِاعظم عدنان میندریس تک پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر تحسین تولا نے عدنان میندریس سے اپنی گفتگو کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات فراہم کیں:

''حضرت استاد کے ساتھ رسالہ جاتِ نور کی سرکاری طور پر اشاعت کے موضوع پر بات چیت کے بعد میں ان کی اجازت سے انقرہ گیا۔ اپنے ہمراہ قومی اسمبلی کے دو اور رکن لے کر ہم نے وزیرِاعظم عدنان میندریس سے ملاقات کی۔ میندریس کو بتایا کہ رسالہ جاتِ نور کے سرکاری طور پر شائع کیئے جانے کے اندرونی اور بیرونی سطح پر دو نہایت فائدہ مند نتائج برآمد ہوں گے۔ ان میں سے پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ اندرونی سطح پر طوائف الملوکی کا خطرہ ٹل جائے گا۔ دوسرے بیرونی سطح پر تُرک قوم کے لیئے عالمِ اِسلام کے پہلے جیسے اخوت اور محبت کے جذبات لوٹ آئیں گے۔۔۔۔

ہماری باتیں نہایت خلوص دل سے سننے کے بعد عدنان میندریس نے کوئی اعتراض کیئے بغیر مجھ سے کہا: 'ٹھیک ہے، اس کام کے لئے میں تمہیں مامور کرتا ہوں۔ تم مذہبی امور کے صدر سے بات کرو۔ یہ تصانیف (رِسالہ جاتِ نور) فوراً شائع کی جائیں!' مندریس کی خواہش کے مطابق تحسین تولا حرکت میں آ گیا۔ اس نے مذہبی اُمور کے صدر سے بات چیت تو کر لی مگر وزیرِاعظم کے مشیر اور صدرِ مملکت کے دفاتر کی سرد مہری کے باعث رسالہ جاتِ نور کی مذہبی اُمور کے محکمے کی طرف سے اشاعت ممکن نہ ہو سکی۔

اشاعت کا پہلا دور

۱۹۵۳ تک جب استاد امیر داغ میں تھے، اِطلاعات و نشریات کے فرائض خسرو آلتن

Marfat.com

باشاک سرانجام دیتے تھے۔ اُستادمکتوب اِسپارٹا روانہ کرتے تھےاور خسرو آلتن باشاک موی کاغذ پرلکھ کرساؤ بھیج دیتے تھے جہاں اس کی کاپیاں نکالی جاتی تھیں اور اِسپارٹااور ایغرِ یدر کےڈاکخانوں سے اِطلاعات کے مراکز کو بھیج دی جاتی تھیں۔ وہ بے اِنتہا جبر وتشدّد کا زمانہ تھا۔ حالت یہ تھی کہ مبارک خسرو بھائی جان رِسالہ جات کی کاپیاں بنانے کے لئے راتوں کو سونے کے کمرے کی الماریوں میں چھپ کر صبح تک موی کاغذ پر لکھتے رہتے تھے۔ دِن رات کام کرتے ہوئے بھی ان پر کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ جومکتوب خسرو بھائی جان موی کاغذ پر لکھ لیتے تھے اُن کی کاپیاں عبدالمحسن، طاہری بھائی جان، جیلان بھائی جان اور زبیر بھائی جان نکالا کرتے تھے۔ یہ کام ۱۹۵۳ کے سارے موسم سرما میں یوں ہی جاری رہا۔ بعض رسالے چھپ گئے۔ ضخیم رسالوں میں سے اکثر کی کاپیاں ساؤ میں نِکالی جاتی تھیں۔ ساؤ میں بکسوں میں بند کر کے انہیں جلد بندی کے لئے اِستنبول روانہ کر دیا جاتا تھا۔ جلد بندی سے واپسی پر یہ رسالے نامعلوم پتوں پر واپس پہنچتے تھے۔ اُس زمانے میں کتابیں کھلم کھلا ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں بھیجی جاسکتی تھیں اور پھر ہر جگہ پر یہ پڑھی بھی تو نہیں جاتی تھیں۔ طلبائے نور پر ہمیشہ کڑی نِگرانی رہتی تھی۔ خسرو بھائی جان اپنے پاس آنے جانے والوں سے نہایت محتاط رہتے تھے۔" (۹۷)

چھاپہ خانے کا دور

۱۹۵۶ میں جب افیون کی عدالت نے رسالہ جاتِ نور کو مکمل آزادی دے دی تو اس کے بعد وہ دور شروع ہو گیا جس میں ان رسالوں کی اِشاعت چھاپہ خانوں میں ہونے لگی۔ اب رسالہ جاتِ نور انقرہ، سامسون، اور انطالیہ جیسی مرکزی جگہوں کے مطبع خانوں میں چھاپے جاتے۔ اِسپارٹا میں مامور طلباء میں سے بیرام یکسل رسالہ جاتِ نور کے لاطینی حروف میں شائع ہونے کے بارے میں کہتے ہیں:

"ہمارے اُستاد تصانیف کی درستگی پر بڑی توجہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اِنہیں لاطینی

Marfat.com

حروف میں تبدیل کرنے کے لئے طاہری بھائی جان اور جیلان بھائی جان کو بھیجتے تو اُنہیں تاکید کرتے کہ یہ کام نہایت غور سے کریں۔ جب رسالۂ نور کی کُلیات ۱۹۵۵ کے بعد نئے حروف میں انقرہ، اِستنبول، انطالیہ اور سامسُون سے شائع ہونے لگیں تو ہمارے اُستاد صحیح معنوں میں عید مناتے۔ وہ کہا کرتے تھے 'یہ رسالہ نور کی عید ہے۔' جب مجموعۂ الفاظ پہلی مرتبہ پریس میں بھیجا گیا تو اُنہوں نے کہا تھا: 'مجھے اس کی قوی اُمید تھی۔ یہ کام خاتمے کو پہنچے تو میں آخرت کو روانہ ہو جاؤں گا۔'

وہ کام ختم ہوا تو مکتوبات کا کام شروع ہو گیا۔ کہنے لگے 'اُسے بھی ختم ہوتا دیکھ لوں تو پھر میں چلا جاؤں گا۔' اس کے بعد 'لمالار' 'اِشارۃُ الاِعجاز' مثنوی نوریہ 'عصائے موسیٰ' 'شعائیں' 'مختصر تاریخِ حیات' اور سب سے آخر میں 'بدیع الزّمان جواب دیتا ہے' شائع ہوئیں۔ ہر کتاب جب پریس میں شائع ہونے کے لئے بھیجی جاتی تو کہا کرتے: 'اے میرے ربّ! اسے شائع شُدہ دیکھ لوں تو (اگلے جہاں) چلا جاؤں گا۔ میں یہی دِن دیکھنے کی آس میں زندہ ہوں' (۹۸)

انقرہ میں اِشاعتی اُمور کا نگران اُن کا ایک اور طالب علم سعید ائزدیمر بیان کرتا ہے:

''۱۹۵۶ میں ضخیم کتاب ''الفاظ'' شائع ہونے سے پہلے اُنہوں نے یہ کام میرے سپرد کیا۔ اُنہوں نے خود جو تیرہ سولیرے جمع کر رکھے تھے وہ اِس غرض سے میرے حوالے کر دیئے کہ اِس رقم کو سرمائے کے طور پر اِستعمال کروں۔ وفات کے وقت تک وہ بذاتِ خود ایک ایک صفحہ پڑھ کر پوری کُلیات کی تصحیح کرتے رہے۔ پریس میں چھپنے کے دوران بھی اُس کی نگرانی کرتے رہے۔ جب میں جلد بندی کے بعد نئی شائع شُدہ ضخیم کتاب 'الفاظ' لے کر ان کے پاس گیا تو اُنہوں نے دعا کی۔ دنیا جہان سے بڑھ کر خوش ہوئے اور بولے: آخر کار اب اگر میں آخرت کو سدھار جاؤں تو میری آنکھیں پیچھے کی طرف دیکھنے کے لیئے کھلی نہیں رہ جائیں گی۔ میں نے اپنا فرض سرانجام دے دیا ہے۔ کیا یہ بات درست نہیں کہ آج کی جوان نسل کے ہاتھوں میں ایسا رسالۂ نور پہنچ رہا ہے جس کے الفاظ وہ پڑھ سکتے ہیں اور جس کا مفہوم وہ سمجھ سکتے ہیں۔ الحمدُ للہ آج میں اپنے دِل و

Marfat.com

جان سے آخرت کو روانہ ہوسکتا ہوں۔' اور پھر اُنہوں نے مجھے ۲۵ لیرے دے کر مجھ سے صرف ایک جلد 'الفاظ' کی لے لی۔ جب میں نے ان سے کہا اس میں آپ کا پیسہ بھی تو خرچ ہوا ہے، یہ آپ کی اپنی تصنیف ہے' تو اُنہوں نے مجھے جواب دیا: 'میرے لئے ضروری ہے کہ اپنی تصنیف اپنے ہی پیسوں سے خریدوں تاکہ نشریات کی یہ خدمت خلوص کے ساتھ سرانجام پاتی رہے۔' اور ساتھ ہی اُنہوں نے یہ بھی فرمایا 'مگر ہر ۲۵ لیرے دینے والے کو یہ کتاب مت دینا! صرف اُسی شخص کو دینا جو یہ کہے کہ میں یہ کتاب ۲۵ دوسرے لوگوں کو بھی پڑھاؤں گا'۔ وہ سب بھائی صاحبان کو مخاطب ہو کر کہتے: 'میرے بعد ''موزونیتِ قرآن''، رِسالۂ نُور اور اس کے لاحقے کے مکتوبات کی اشاعت اور مدارِس سے متعلقہ خدمات آپ لوگوں کی ذمہ داری ہوگی۔'

ب) اِسپارٹا میں قیام کے دوران بدیع الزّمان کے روز وشب

نماز کی اہمیت: نماز ہر قسم کی عُبودیت اور شکریے پر مشتمل، غلام اور اس کے رب کے مابین سب رابطوں سے بلند رابطے کا نام ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص اپنی ساری زندگی نماز کی حقیقت پر قربان کر دیتا ہے اس کی عبودیت ایک نہایت قابل دید منظر پیش کرتی ہے۔ بدیع الزّمان جنہوں نے اپنی جوانی کے زمانے سے ہی اپنا رُخ روز افزوں خلوص کے ساتھ نماز کی طرف پھیرے رکھا، ان کی نماز دیکھنے والوں کی نظروں میں ''سعادت کی ایک صدی کی تصویر'' کی طرح دکھائی دیتی رہی۔ آج بھی وہ لوگ اپنی بھولی بسری یادوں میں اس کا لطف یوں اُٹھاتے ہیں جیسے وہ نئے سرے سے زندگی کے اُس دور سے گزر رہے ہوں۔ یقیناً اِس کی وجہ اُس شخص کی عبادت کی عمدگی ہی ہوگی۔

اِن متبرک بھیدوں کو کوہ ایرک (ERIK) کی چوٹیوں نے کون سے ستارے کے کانوں میں پھونکا۔ کون جانے ہوا نے اُن دُعاوں میں سے کیا کچھ سُنا جو صبح کے سینے میں بطور امانت سپرد کر دی گئیں!

Marfat.com

اُستاد جہاں کہیں بھی گئے اپنی نماز کے ہمراہ گئے ۔اور ایسی نماز کے ہمراہ گئے کہ چاند اور سورج بھی ان کے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ پہاڑ اور بلند چوٹیاں اُن کی دعا پر آمین کہا کرتی تھیں۔ ایسے چنار بھی تھے جو ذِکرِ الٰہی میں اُن کا ساتھ دیتے تھے۔اُس وقت جب وہ کسی اپنے پرائے کے بغیر پردیس میں رہ رہے ہوتے تھے۔

اُستاد کے ایک مُلا حمید ہوتے تھے۔کاش کہ ہم پہاڑوں کے سلطان کو کسی روز غروبِ آفتاب کے وقت اُن کے ہمراہ دیکھ سکتے!:

''حضرت اُستاد خواہ کوہ ایرکپر ہوتے خواہ مسجد نُور شن میں بے حد عبادت کرتے ، گھنٹوں تک گُھٹنوں کے بل کھڑے رہتے ۔مسجد نورشن میں نماز کی تسبیحات پڑھتے ہُوئے لفظ لفظ ،دانہ دانہ الگ کر کے 'سبحان اللہ' 'سبحان اللہ' کہا کرتے تھے۔

ایک روز میں نہ رہ سکا۔ میں نے کہا: 'ہم نے کسی اور کو اس طرح تسبیح پڑھتے نہیں دیکھا۔کوئی اِس طرح تسبیحات نہیں پڑھ سکتا۔اگر آپ ایسا ہی کرتے رہے تو آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے نمازی بھاگ جائیں گے۔'

اُستاد بولے: 'میرے بھائی، میرا اور تو کوئی کام ہے نہیں....یہی تو میرا ایک کام ہے۔ مگر جن لوگوں کے اور کام نہیں ہوتے وہ ضروری نہیں کہ میری طرح ہی پڑھیں ۔وہ اپنے کام پر چلے جایا کریں۔لمبی مدت تک گھٹنوں کے بل بیٹھے رہنے سے اُستاد کے پاؤں کی اُنگلیوں میں زخم ہوگئے تھے اور پاؤں میں سوجن ہوگئی تھی۔ایک روز اُنہوں نے اپنی اُنگلی کا زخم مُلا رسول کو دِکھایا اور اُس پر کوئی مرہم لگانے کی خواہش کا اظہار کیا۔

مُلا رسول اُس وقت آگ جلانے میں مصروف تھے۔اُستاد چونکہ اُن کے ناز برداشت کرلیا کرتے تھے اِس لیئے مُلا رسول نے کہا: 'ہم سب اللہ سے ڈرتے ہیں مگر تمہارا تو ڈر سے پِتہ ہی پھٹتا رہتا ہے......اگر تم بھی ہماری طرح ذرا آرام سے بیٹھا کرتے تو تمہارا پاؤں زخمی نہ ہوتا'۔

Marfat.com

اُستاد نے فرمایا: 'مُلّا رسول! مختصر سی زندگی میں اور اس مختصر سی دنیا میں ہم حیاتِ ابدی کمانے کے لئے آئے ہیں۔ اگر میں یہاں آرام سے ہی بیٹھا رہوں اور وہاں جا کر جنت کا طلبگار بنوں تو یہ نہیں ہوسکتا..... اِس لئے میں آرام سے بیٹھنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔' (۹۹)

میں جو نماز اُن کے پیچھے پڑھتا تھا اُس کا بہت لطف آتا تھا۔ انسان پر ان کے پیچھے نماز کے لئے کھڑا ہونے سے ہیبت اور دبدبہ طاری ہو جاتا تھا۔ وہ اپنی حزین آواز میں ہم سے بہت لمبی تسبیحات پڑھتے۔ 'سُبحان اللہ' کہتے ہوئے ہمیں اُن کی آواز بڑی آہستہ اور دل کی گہرائی سے نکلتی محسوس ہوتی۔ جب وہ ''لا اِلٰہ اِلّا اللہ'' سے تسبیح شروع کرتے اور اگر اُن کے پاس کوئی اہل طریقت بیٹھا ہوتا تو اُس پر وجد طاری ہو جاتا۔ اُن کی آواز توپ کے گولے کی طرح بھری بھری نکلتی تھی۔

ایک نماز کے بعد اُنہوں نے تسبیحات کے بارے میں فرمایا تھا کہ نماز کے آخر کی تسبیحات کے متعلق حکم ہے کہ وہ نماز کا تخم یا گُٹھلی کا درجہ رکھتی ہیں۔ (۱۰۰)

قید اور شہر بدر ہونے کے دوران عدالت کے ایوان میں بڑے خلوص کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ یوں جیسے ان کا دنیا میں آنے کا مقصد ہی محض نماز پڑھنا تھا۔

بارلا (Barla) میں ان کی زیارت کے لئے جانے والے خُلوصی بے بیان کرتے ہیں:

''حضرت اُستاد نماز میں (جہری نمازوں میں، خاص کر نماز فجر میں) قرآن کریم کی الحمدُ للہ سے شروع ہونے والی سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان کا قرآن کریم کی تلاوت کا طریقہ بالکل ہی مختلف تھا۔ وہ یوں تلاوت کرتے تھے جیسے قُرآن حکیم کی حقیقتوں کو محسوس کر رہے ہیں اور اُنہیں پرعمل کر رہے ہیں۔ قرآن کی صدائے اِیزدی ان کی مکمل رُوح پر چھائی ہوتی تھی۔ وہ قرآن کی آیات کا تلفظ بالکل متعلقہ الفاظ کے معنوں کے مطابق کرتے تھے۔'' (۱۰۱)

اُستاد کو میں مارکیٹ کی مسجد میں اکثر جماعت کراتے دیکھا کرتا تھا۔ اُن کی ایک سفید

Marfat.com

رنگ کی کشیدہ کاری والی، اونی کپڑے کی بڑی نفیس جائے نماز تھی۔ جمعے کے روز وہ نمازِ جمعہ سے ایک گھنٹہ پیشتر گھر سے نکلتے اور قریبی گاؤں سے آنے والے اہالیان اور دکانداروں کو سلام کرتے کرتے مسجد جایا کرتے تھے۔

اُن کی اِقامت نماز ایسی ہوتی تھی کہ اِنسان دیکھ کر لطف اُٹھاتا تھا۔ خشوع کے ساتھ دُعا کرتے، تکبیر کے لیئے اپنی نازک پتلی اور لمبی انگلیوں والے ہاتھوں کو اوپر اُٹھاتے، اور پھر نماز شروع کرتے۔ نماز کے معنی اور ماہیت کا اُن کی شخصیت سے اظہار ہوتا تھا۔ اُن کا ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانا قابل دید ہوتا تھا۔

بعدازاں جب سرکاری حُکام اُستاد میں عوام کی اس قدر دِلچسپی کو برداشت نہ کر سکے تو اُنہیں مسجد آنے سے روک دیا گیا۔

اُستاد عملی طور پر شافعی فقہ کے پیروکار تھے۔ ان کے نظریے کے مطابق امام کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم ہے۔ نماز تراویح کے لئے وہ کچھ عرصہ مسجد جاتے رہے۔ انہوں نے حافظ نوری سے کہا ''میں تمہارے پیچھے سورۃ فاتحہ بڑی مُشکل سے ختم کرتا ہوں۔ اس لئے تم نماز ذرا آہستہ پڑھایا کرو۔'' نمازِ تراویح میں جماعت بھی خاصی بڑی ہوتی تھی۔ بعد میں اُستاد نے جماعت کے اتنے بڑے ہونے پر خوش ہو کر فرمایا: ''کثرتِ جماعت ہو تو سجدۂ سہو کرنا بھی (جو واجب ہوتا ہے) معاف ہو جاتا ہے۔ اِنشا اللہ، اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ تم تلاوت ذرا آہستہ کرو تا کہ جماعت ''سبحانک اللّٰھ'' پڑھ سکے۔''

وقتاً فوقتاً اُن کی زیارت کو آنے والوں کو اِس بات کی سعادت نصیب ہو جاتی تھی کہ وہ اُستاد کے پیچھے کم از کم ایک نماز پڑھ سکیں۔

''میں نے عِشاء کی نماز اُن کے پیچھے ادا کی۔ صبح کی نماز کے لئے بھی اُنہوں نے مجھے بلایا۔ مَیں اِن نمازوں میں ایک بالکل ہی مختلف قسم کا ہیجان محسوس کرتا تھا۔ نماز شروع ہونے پر

Marfat.com

یوں لگتا تھا جیسے اُن کی ہڈیاں چیخ رہی ہیں۔"

اِستنبول میں قیام کے دِنوں میں ایک روز اُنہیں جامعۂ نورِ عثمانیہ جانے کا اِتفاق ہوا۔ جامعہ کے امام اُستاد کی نماز کے متعلق بیان کرتے ہیں: میں نے اُن کے نماز کے لئے کھڑا ہونے پر غور کیا۔ وہ صوفیوں کی طرح نماز آہستہ آہستہ نہیں پڑھتے تھے۔ بالکل نمایاں حرکات کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ چٹک، بالکل ایک نوجوان کی طرح!"

ایک کمرۂ عدالت: اُستاد نے نماز ادا کرنی تھی۔ وقت تنگ ہو رہا تھا۔ مگر عدالت تھی کہ ساعت ختم ہی نہیں کر رہی تھی۔ اُستاد نے جج سے کہا: 'مَیں نماز ادا کرنا چاہتا ہوں'۔ پہلے تو جج نے یوں ظاہر کیا جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو۔ اُستاد نے پھر کہا: 'مَیں نماز ادا کرنا چاہتا ہُوں'۔ اُن کے اِرادے کی پختگی اُن کے لہجے کی مٹھاس سے ظاہر تھی۔

اِس پر سرکاری وکیل نے فوراً مداخلت کی:

"یہ ممکن نہیں ہے جناب۔ اُصول کے خلاف ہے۔"

اُستاد کا وکیل اپنی جگہ سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا: "کون سا اُصول؟ آپ سے کِسی اُصول کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا گیا۔ ایک شخص جو اس کوشش میں ہے کہ اللہ کی راہ سے نہ بھٹکے وہ اس راہ سے بھٹک جانے کے اندیشے سے پانچ منٹ کے لئے اجازت مانگ رہا ہے!"

اُستادِ نور ایک ہی لمحے میں جلال میں آ گئے۔ ان کی نیلی آنکھوں میں بجلی کوندنے لگی۔ اُن کے ماتھے کی رگیں پھول کر اُنگلیوں جتنی موٹی ہو گئیں۔ اُنہوں نے سرکاری وکیل سے چلّا کر کہا: "ہم یہاں اپنی نماز کے حقوق کا دفاع کرنے کے لیئے آئے ہوئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ہمارا اور کوئی جُرم نہیں ہے۔" اور مڑ کر پیچھے دیکھے بغیر وہاں سے چل دیئے۔

جج اجازت دینے پر مجبور ہو گیا۔ اُستادِ نور نے باہر جا کر نماز ادا کر لی۔

ایک اور موقع پر اُنہیں عدالت میں لے جانے والے پولیس کے اعلٰے افسر نے بتایا:

Marfat.com

"گزشتہ مقدمے کی سماعت کے دوران شام کی نماز کا وقت آ پہنچا۔ بدیع الزّمان اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولے: 'میں نماز ادا کروں گا۔'

جج نے جواب دیا: 'قضا کر لینا'۔

'قضا نہیں ہوسکتی۔ میں نماز ادا کروں گا' یہ کہہ کر استاد نے اِصرار کیا اور باہر چل دیئے۔ اِس پر سرکاری وکیل نے مجھے اِشارہ کیا۔ میں اُستاد کی بغل میں گھس گیا۔ اُنہوں نے سیکرٹری کے دفتر میں جا کر نماز ادا کر لی۔"

گزشتہ دس برس کے ایک اور گواہ کا بیان ہے کہ:

"ہمارے اُستاد نماز کے وقت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ نماز وقت پر پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً اگر ہم لوگ اِسپارٹا سے روانہ ہو کر پانچ منٹ کے اندر اندر امیر داغ پہنچ سکتے تو بھی اُستاد گھڑی پر نظر ڈالتے، اور سردی ہوتی یا آندھی طوفان، انتظار نہ کرتے، فوراً وقت پر نماز ادا کر لیتے۔ خواہ وادی میں ہوں خواہ سفر پر، نماز کا وقت شروع ہوتے ہی نماز ادا کر لیتے تھے۔ اِس موضوع پر وہ فرمایا کرتے تھے:

'وقت پر نماز ادا کرنے کا ایک لازوال اُخروی سرمایہ ہونا اِس بات سے آشکار ہے کہ ہر نماز کا وقت آنے پر اُس عظیم مسجد میں جسے عالمِ اِسلام کہا جاتا ہے، ایک سو ملین سے زیادہ لوگوں پر مشتمل ایک جماعتِ کبریٰ نماز ادا کرتی ہے۔ اس جماعت میں شامل ہر فرد ساری جماعت کے لئے دُعا کرتا ہے۔ "اِہدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیم" (ہمیں سیدھا راستہ دِکھا) کہتا ہے۔ ہر شخص ساری جماعت کے لئے دُعا گو بھی ہوتا ہے اور شِفاعت کنندہ بھی۔'

'اُس گھڑی نماز میں شریک نہ ہونے والا اپنا حصّہ وصول نہیں کر سکتا۔ جس طرح ایک شخص اگر سول یا فوجی لنگر میں پکتی دیگ تک اپنا برتن لے کر نہیں جاتا تو اُسے کھانا نہیں ملتا، اِسی طرح جماعتِ کبریٰ کے معنوی باورچی خانے میں پکتی دیگ سے معنوی رِزق بھی نہیں مل سکتا۔

Marfat.com

نماز میں شریک ہوکر جماعت کی فوج میں شامل ہونے اور جماعت کی دُعاؤں پر آمین کہنے والا شخص وہ ہوتا ہے جو نماز مقررہ وقت پر ادا کرتا ہے۔'

اُن کا یہ بھی کہنا تھا کہ 'جب تسبیحات میں 'سبحان اللہ' 'الحمد للہ' اور 'اللہ اکبر' پڑھا جاتا ہے تو اُس وقت اگر کوئی عقلمند مومن نماز پڑھتا ہے تو وہ ان تسبیحات پڑھنے والے لاکھوں مومنوں کی جماعت میں معنوی طور پر شامل ہو جاتا ہے اور وہ بھی ان تسبیحات کا وِرد ان کے ہمراہ کرتا ہے۔ اور اگر اِس سے بھی آگے بڑھ جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ ہمیشہ اور ہر مقام پر مومنوں کی ہمراہی میں، مرکز میں رسولِ اکرم (ﷺ) اُن کی دائیں طرف انبیائے کرام اور ان کی بائیں طرف اولیائے کرام اور دوسرے تمام مومن مِل کر ان تسبیحات کا وِرد کر سکتے ہیں۔' ایک اور مرتبہ اُنہوں نے فرمایا تھا: 'میں جب نماز ختم کرتے ہوئے السّلامُ علیکُم ورحمتُ اللہ کہتا ہوں تو مَیں اِس نیت سے سلام پھیرتا ہوں کہ دائیں طرف انبیاء اور بائیں طرف اولیاء موجود ہیں۔'

ہمارے اُستاد بڑے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ سورتیں پڑھتے ہُوئے ہر سورت کے الفاظ کا علیحدہ علیحدہ تلفظ کرتے تھے۔ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مکمل سکون قلب کے ساتھ نیّت کرتے ہوئے جب ''اللہ اکبر'' کہتے تو ہم اُن کے پیچھے کھڑے ڈر سے سہم جاتے۔ اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں کہوں گا کہ مسجد کی چوبی عمارت بھی تھرتھرا جاتی تھی۔'' (۱۰۲)

عبادت کی زِندگی

اُستاد نورکی زِندگی دُنیاوی زندگی نہیں تھی۔ اُن کی گزاری ہوئی ہر گھڑی آخرت کے حساب میں گزرتی تھی۔ وہ بذاتِ خود اپنی عبادتوں کے لئے زِندہ رہتے اور اُن کے تمام اثاثوں اور ہستی کا رُخ بھی ہمیشہ عبادت ہی کی طرف رہتا۔ ان کی دُنیا میں الفاظ محض کہے جانے کے لئے نہیں تھے بلکہ یہ کہے ہی اس لئے جاتے تھے کہ اُنہوں نے اِن پر عمل کرتے ہوئے زِندگی گزارنی ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی ساری زندگی کو انتہائی منظّم کر رکھا تھا۔ وہ وقت کے

Marfat.com

گزرنے کے ساتھ ساتھ لگا تار بڑھتی ہوئی کوشش سے اپنی عبادت اور تفکرّ میں زیادہ سے زیادہ دُور کے اُفق کی طرف اپنے پر پھیلا کر معرفت کے افقوں کی بلندیوں پر پہنچتے چلے جاتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے جو رسالہ جاتِ نور ہمارے لئے چھوڑے ہیں وہ خالص تفکّر اور صاف ستھرے ایمان کی روشنی کی ایسی شعاعیں ہیں جو آنکھوں سے دیکھی اور ہاتھوں سے چھوئی جاسکتی ہیں۔کون جانتا ہے اُن کی اِس کتاب میں شامل ہر جملہ ان کے کتنے سجدوں اور آنسوؤں کا نچوڑ ہے۔ اُن کے وہ آفاقی الفاظ جو ہر اُس دِل کو جلا کر رکھ دیتے ہیں جس پر وہ گرتے ہیں، وہ کن رازوں کو افشاء کرتے ہیں۔ان کے چہرے کے تمام سائے، تمام رنگ اور تمام نقوش مِٹ چکے تھے، اور پیچھے صرف نور ہی نور باقی رہ گیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ہر دیکھنے والا کانپ اُٹھتا اور حقیقتاً ایک نور کی رو میں پھنس کر لرزتے لرزتے اُن کے سامنے آنسو بہانے لگ جاتا تھا:

''جی ہاں' ہمارے اُستاد اکثر کہا کرتے تھے کہ میری زندگی منظم طور پر گزری ہے۔جی ہاں، ہمارے اُستاد کی زندگی، یہاں تک کہ ان کی زندگی کا ۲۴ گھنٹوں پر مشتمل ایک ایک دن مُنظم ہوتا تھا۔رات کی عبادت، نمازِ تہجد، اور صبح کے وقت ہر حالت میں بیدار ہو کر تسبیحات اور دعاؤں میں مشغولیت اُن کا ہمیشہ کا دستور تھا۔رات کے وقت تسبیحات کے وِرد کے بعد دعاؤں کے لئے مختص وقت نہایت اہمیت کا حامل تھا۔اس دوران ایک ایسا وقت بھی ہر حالت میں آتا تھا جب ان کے جذبات یوں ابل پڑتے تھے کہ وہ کائنات کے تمام ذرّات کے نام پر تسبیح اور حمد پڑھنے لگ جاتے تھے۔دن کے وقت کھانا کھانے، رسالہ جات کی تصحیح اور زیارت کے لئے آنے والوں سے بات چیت کے لئے وقت مقرر تھا اور یہ سب کام بالکل منظم طریقے سے کئے جاتے تھے۔''

ایک عینی شاہد نے ان کی رات کی نماز کے بارے میں بیان کیا ہے کہ:

''وہاں، یعنی افیون میں ہم پانچوں وقت کی نماز اُستاد کے پیچھے باجماعت ادا کرتے تھے۔رات کے وقت ہمارے اُستاد تہجد کی نماز کے لئے بڑی جلدی جاگ اُٹھتے تھے۔صبح تک

Marfat.com

پڑھتے رہتے تھے۔صبح کی نماز کے لئے ہمیں جگا دیتے تھے اور ہم باجماعت نمازِ فجر ادا کیا کرتے تھے۔ پھر زبیر بھائی جان نے کہا کہ: یہ ضروری ہے کہ ہم سب رات کو سوئے بغیر باری باری ایک پروگرام کے تحت اپنے اُستاد کے وضو اور طہارت کے لئے پانی گرم کیا کریں، چنانچہ ہم یہ بھی کرتے رہے۔ پہلی رات زبیر بھائی جان جاگتے رہے۔ رات کو اُنہوں نے اُستاد کو وضو کروایا۔ دوسری رات میں بیدار رہا۔ اُستاد نے کوئی بات کئے بغیر بڑی سنجیدگی سے وُضو کیا اور پھر اپنے کمرے میں جا کر صبح تک بلند آواز میں تلاوت کرتے رہے۔ وہ فجر کی نماز سے تقریباً چار گھنٹے پیشتر جاگ جاتے۔ ہم دو دو راتیں اِسی ترتیب سے جاگتے رہے۔ ہمارے اُستاد بِالکل کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ بعد میں انہوں نے ہم سے کہا: 'ساری زندگی کسی نے مجھ سے یوں راتوں کو مُلاقات نہیں کی۔ میں پینتیس سال سے متواتر راتوں کو اکیلا ہی رہتا چلا آیا ہوں۔' یہ کہہ کر اُنہوں نے ہمیں راتوں کو یوں بیدار رہنے سے بھی منع کر دیا۔

اُستاد راتوں کو عبادت کے اوقات میں اپنے ہمراہ کسی طالب علم کو نہیں رکھتے تھے خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ کستامونو کی زِندگی کے دوران ان کی خدمت پر مامور امین بے سے ایک روز ایک غلطی سرزد ہو گئی:

''میں صبح سویرے ہی ان کے گھر جا کر ان کا سٹو و جلایا کرتا تھا۔ ایک روز اسی طرح میں اُن کے گھر گیا۔ اُس روز بڑی سردی تھی۔ میں نادانستگی میں فجر کی نماز سے دو گھنٹے قبل وہاں جا پہنچا۔ وہ جائے نماز پر بیٹھے عِبادت میں مصروف تھے۔ موم بتی کی روشنی میں ٹھنڈی یخ صبح کے وقت، بڑی پُر درد آواز میں دُعا کر رہے تھے۔ میں جوش میں پورا ڈیڑھ گھنٹہ پاؤں پر کھڑا اِنتظار کرتا رہا۔ اِس علوی صورتِ حال کا کانپتے ہُوئے، لرزتے ہوئے نظارہ کرتا رہا۔

بِالآخر دور سے اذانوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ یہ اس زمانے کی ترکی زبان میں دی جانے والی اذانیں تھیں...... اُنہوں نے پیچھے مڑ کر مجھ سے کہا:

Marfat.com

'امین، تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا ایک ایسا وقت ہوتا ہے جب اگر فرشتے بھی آ جائیں تو میں اُنہیں کسی حالت میں بھی قبول نہیں کرتا۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اتنی جلدی مت آنا۔ تم اذان سے پہلے مت آیا کرو!'

میں نے کہا: 'جناب مجھے معاف کر دیجئے! غلطی ہوگئی ہے۔ چاند کی روشنی کے باعث میں وقت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکا۔ جلدی آ گیا۔ پھر کبھی اذان سے پہلے نہیں آؤں گا۔'(۱۰۳)

شام اور عشاء کی نمازوں کے درمیان دِن بھر ورد کی ہوئی تسبیحات میں پڑھے ہوئے ذِکر کو دہراتے اور دنیاوی بات چیت سے گریز کرتے۔ عشاء کی نماز کے بعد سنت پر عمل کرنے کی نیت سے جلدی سو جاتے اور پھر رات کے دو بجے کے قریب، یعنی فجر کی نماز سے چار گھنٹے پیشتر بیدار ہو جاتے اور نمازِ فجر تک اپنے وِردوں سے فارغ ہو جاتے۔ اُن کے کمرے میں چار میٹر لمبا اور ایک میٹر چوڑا ایک شجرۂ نسب پڑا رہتا تھا۔ وہ اس شجرۂ نسب میں تحریر تمام اِسمائے مبارکہ میں سے ایک ایک نام الگ الگ لے کر اُن کے لئے پُورا ایک گھنٹہ دُعا کرتے رہتے۔

دُعا کرتے ہوئے متعلقہ ناموں پر رک کر دعا کرنے کو اہمیت دیتے۔ بعض طلبائے نور ان کی زیارت کو آتے تو استادِ محترم ان کے نام لکھوا کر اپنے سرہانے رکھ لیا کرتے اور جب تک وہ نام ازبر نہ کر لیتے اُنہیں حفاظت سے اپنے پاس ہی رکھتے۔ وہ ایک مثال یوں دیا کرتے تھے: ''جس طرح آپ کسی کو خط لِکھ کر اگر لفافے پر پتہ خوبصورتی سے لکھتے ہیں تو وہ خط اسی خوبصورتی سے مکتوب الیہ کو پہنچ جاتا ہے، اِسی طرح اگر دُعا کرتے ہوئے بھی نام لے کر دُعا کریں تو وہ دُعا بہتر طور پر اوپر پہنچ جاتی ہے۔''

دُعا ختم کر کے وہ اپنے طلباء کو نماز کے لئے جگاتے تھے۔ ''دس پندرہ منٹ رسالہ جاتِ نُور کا کوئی موضوع زیرِ بحث رہتا اور پھر ہم فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ 'عربی ۲۹ لما' کے دیباچے میں بعض فِکر انگیز آیات پر بحث کے دوران وہ حصے زیرِ بحث آتے جو اِلہام کے نتیجے میں دیباچے

Marfat.com

میں تحریر کئے گئے تھے۔ اِس ذکر اذکار کے ساتھ ہی وہ فرماتے:

''اگر مَیں اِسے ہزار ہا مرتبہ بھی دُہراؤں تو بھی مجھے کبھی بوریت کا اِحساس نہیں ہوتا۔''

اور پھر یہ بھی بتاتے کہ وہ ہر رات بلا ناغہ صبح ہونے سے کچھ ہی دیر پہلے تک چار پانچ گھنٹے لگا تار موضوعِ گفتگو حزبُ الاکبر نوری پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ پھر وہ یہ بھی کہتے:

'ہر رات پانچ چھ گھنٹے کی مصروفیت کے بعد اگر میں اس حزب کا چھٹا حصّہ بھی ختم کر لوں تو مجھے تھکن نہیں ہوتی۔ میں ہزار بار اِس کا تجربہ کر چکا ہوں'۔

''ایک مرتبہ اُستاد نے زبیر بھائی جان سے کہا 'رات کی عبادت کے لئے میں نے پورے بیس سال اپنے نفس کے ساتھ جنگ لڑی، پھر اس کے بعد اس کی حاجت باقی نہ رہی'۔

موسم گرما ہو یا موسم سرما، وہ اپنا معمول بالکل تبدیل نہیں کرتے تھے۔ تہجد کی نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ مناجات اور وِردوں میں کسی حالت میں ناغہ نہیں کرتے تھے۔ اِسپارٹا ہو بارلا ہو یا امیر داغ، ہر جگہ اُن کے ہمسائے ہمیں یہی بتایا کرتے تھے کہ 'ہم راتوں کو جس وقت بھی استاد کے گھر پر نظر ڈالتے اُن کے کمرے کی روشنی جل رہی ہوتی تھی۔ ہم اُنہیں پُر سوز انداز میں دُعا کرتے ہوئے سنتے تھے'۔(۱۰۴)

خلوصی بے، جو بارلا میں اُن کے اِبتدائی دَور کے طلباء میں سے تھے، وہ اُستاد کی شبانہ زندگی کے معمول کے تسلسل کی طرف یوں اشارہ کرتے تھے:

''بارلا میں مَیں ایک روز رات کو ان کے پاس رُک گیا۔ وہ بالکل سوئے بغیر صبح تک عبادت میں مصروف رہے۔ ذِکرِ الٰہی کرتے رہے، تسبیح رولتے رہے۔ وہ سوتے بہت کم تھے۔ دیکھنے میں یوں لگتا تھا جیسے سو رہے ہیں۔ مغرب اور عشاء کے درمیان اُن کے وِردوں میں مندرجہ ذیل جملے ہوتے تھے:

Marfat.com

لَآاِلٰہ اِلاَّاللّٰہ ، لاَاِلٰہ اِلاَّاللّٰہ

اے لَآ رازِق َاِلاَّاللّٰہ، اے لَآ معبُودَاِ لاَّاللّٰہ

لَآاِلٰہ اِلاَّاللّٰہ ، لَآ اِلٰہ اِلاَّاللّٰہ

اے لَآ رازِقَ اِلاَّ ھُو، اَے لَآ رازِقَ اِلاَّ ھُو.

دِن رات اُن پر نظر رکھنے پر مامور ایک وارڈن بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں اُستاد کی مبارک راتیں دیکھنے کا موقعہ ملتا تھا۔(ان کے مطابق):

''رات کو صبح تک وہ اپنے حال میں مگن، اپنے ضمیر کے روبرُو حاضر رہتے ہوئے عبادت کرتے رہتے۔ ذِکرِ اِلٰہی میں مصروف رہتے۔ راتوں کو ایک گھنٹہ سوتے یا پھر اُتنا بھی نہ سوتے ۔ہم چونکہ ہر حالت میں ان پر ڈیوٹی دینے پر مامور تھے اِس لئے ان کے سارے طرزِ حیات کو غور سے دیکھتے رہتے تھے۔ ہم اُن کی ہر حرکت کے بارے میں رپورٹ دیا کرتے تھے۔''(۱۰۵)۔

اُستادُ تین ماہ(شہُورِ ثلاثہ) خاص کر ماہ رمضان میں بہت زیادہ کام کرتے، ہر آن سے اِستفادہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے:

''ہمارے مبارک اور معلّٰی اُستادُ تین ماہ کے اِبتدا سے ہی اِسپارٹا میں طلبائے نور میں ختم قرآن کریم کی تلاوت کا کام تقسیم کر دیتے۔ ہر طالبِ علم کو ایک ایک سیپارہ پڑھنے پر مامور کر کے ان میں تقسیم کار کرتے۔ ان کی خدماتِ نور سے اِسپارٹا، ساو، قولے انُو' آتا بے، بوزان انُو جیسے شہر مشرف ہوتے۔ مبارک گاؤں میں سیپارے بانٹ کر مبارک شہُورِ ثلاثہ کے دوران ہر روز ختمِ قرآن کرواتے۔ ہمارے اُستادِ محترم اِن مہینوں کے دوران اپنی تمام دُعائیں سارے طلبائے نور کے نام پر کرتے۔ سب سے پہلے پیغمبر علیہ الصّلوٰۃُ والسّلام اور اُن کی آل اور صحابہٴ کرام کو اور ان کے بعد تمام اہل ایمان اور طلبائے نور کو ثواب بخش دیتے۔''(۱۰۶)

Marfat.com

''رمضان آ گیا تو حضرت استاد سارا مہینہ بالکل نہ سوئے۔ وہ کہا کرتے تھے:

'رمضان میں چونکہ اِنسان روزہ رکھ کر عبادت کی حالت میں ہوتا ہے اِس لئے وہ نیند کے دوران بھی گویا ایک فرضی عبادت ادا کر رہا ہوتا ہے۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک ایسے مہینے میں جب ہر منٹ کی عبادت کے لئے انسان ایک ہزار ثواب کما سکتا ہے، کوئی لمحہ بھی عبادت کے بغیر خالی چھوڑا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ افطار کے بعد وِرد میں مصروف رہتے۔ دراصل اُن کا عام حالات میں بھی تو یہی معمول ہوتا تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت وِرد کرنے میں ہی گُزار دیا کرتے تھے۔

وہ سحری کے وقت تک وِردوں میں مصروف رہتے اور جونہی سحری بند ہوتی فوراً فجر کی نماز ادا کرتے اور پھر اپنے مخصوص انداز میں تسبیحات پڑھنے کے بعد آرام کے لئے چلے جاتے۔ ظہر کے وقت تک اِستراحت فرماتے۔ پھر اُٹھ کر ظہر کی نماز ادا کرتے اور پھر تدریسِ نور، وِرد اور ذِکر میں مشغول رہتے۔

''رمضان کی پندرہ تاریخ کے بعد ہمارے استاد ہمیں بھی نہ سونے دیتے۔ یہاں تک کہ اکثر راتوں کو تو وہ خود اِس بات کی جانچ پڑتال کرتے۔ اگر ہم میں سے کسی کو سوتے ہوئے پکڑ لیتے تو اس پر پانی انڈیل کر اُسے جگا دیتے۔ یوں اُنہوں نے ہمیں بھی شب بیداری کی عادت ڈال دی۔ جب ہم مبارک راتوں میں ساری رات عبادت کرتے رہتے تو فجر کی نماز وہیں پڑھ کر سو جایا کرتے تھے۔''

''ہمارے اُستاد رمضان میں ہر روز ایک سیپارے کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور ہمیں بھی اسی کا شوق دِلایا کرتے تھے۔''

۱) اُن کے پسندیدہ وِرد

اُستادِ نور رِسالہ جاتِ نور کی تالیف کا دور شروع ہونے سے پہلے ایک طرف تو بڑی سر

Marfat.com

گرمی سے درس وتدریس کے کاموں میں مصروف رہتے اور دوسری طرف ہر پندرہ دِنوں میں ایک مرتبہ حضرت احمد ضیا الدّین گُمش خانوی کی ترتیب دی ہوئی ۱۲ طریقتوں کے وِردوں پر مشتمل کِتاب مجموعۃُ الاحزاب دُہراتے رہتے۔ اِس کتاب کی تین جلدیں تھیں۔

اِس کام میں ان کی کامیابی کا بِالآخر یہ نتیجہ نکلنا تھا کہ ۱۲ طریقتوں میں اِکٹھی کی گئی حقیقتیں اور فیض رِسالہ جاتِ نور میں بھی رونما ہو گئے۔

اگر یہ دیکھا جائے کہ وان' بارلا' اور امیر داغ میں بھی کتاب مجموعۃُ الاحزاب اُستاد کے ساتھ ساتھ ہی ہوتی تھی تو پتہ چلے گا کہ اُستاد نے اِس مبارک کتاب کو کبھی اپنے آپ سے جُدا نہیں کیا۔

خلوصی بے نے اُستاد کے پہلو میں تین کتابیں دیکھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''جب کبھی میں ان کی زیارت کو جاتا تو ان کے پاس قرآن کریم، حافظ شیرازی کی ایک تصنیف، اور احمد ضیاء الدّین گُمش خانوی صاحب کی مجموعۃُ الاحزاب نامی کِتاب کی تین جلدیں ضرور موجود ہوتیں۔''

اِسی طرح اُستاد کی زیارت کے لئے امیر داغ جانے والے محمت چالشکان بھی بتاتے ہیں کہ اُنہوں نے اُستاد کو مجموعۃُ الاحزاب پڑھتے دیکھا تھا۔

اُستادِ نور جنہوں نے امام حضرت علی سے بہت سے سبق سیکھے تھے، وہ اِمام کے بارے میں قصیدوں میں بھی بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ روائت ہے کہ وہ ہر صُبح حضرت علی کی ایک دُعا جُلجُلوتیے پڑھا کرتے تھے۔

رِسالہءِ نُور کی تالیف کا دَور ختم ہوا تو اُستاد نے مجموعہ جوشن الکبیر ترتیب دیا جس کا ایک بڑا حصہّ اُنہوں نے مجموعۃُ الاحزاب ہی سے لیا تھا۔ یہ مجموعہ جو رِسالہِ نُور کی حقیقتوں کے لُبِّ لُباب تفکّرِ نور کے ٹکڑوں پر اور بعض طبع زاد دُعاؤں اور صلوٰت پر مشتمل ہے اب بھی طلبائے نور کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور ہفتہ وار یا روزمرہ کے پروگرام کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔

Marfat.com

اُستاد نے اِس مجموعہ میں شامل دُعاؤں کے باقاعدگی سے پڑھے جانے کو بڑی اہمیت دی ہے۔

''جب ہم لوگ کسی دیہاتی علاقے میں جاتے تھے تو وہ وہاں فارغ نہیں بیٹھتے تھے۔ ہمیشہ جوشن اَورادِ بہائیہ، دلائل نور، خلاصۃ اُلخلاصہ، حزب النّوری، تحمیدیے، اور خاص طور پر سکینے کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ اسے ہر روز پڑھتے۔ بعض اوقات چائے پیتے ہوئے بھی اُسی کو پڑھتے رہتے تھے۔''

اُن کی تکمیل ایسے ذِکرواذکار سے ہوئی تھی جو اُن کی روح کو غذا اور اُن کے عالمِ حیات کو رنگ مہیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ کھانے میں زہر دیئے جانے کے باعث وہ اکثر تیز بخار میں تڑپتے رہتے تھے۔ کبھی بیہوش ہو کر بستر پر جا گرتے تھے۔ ایسی ہی ایک رات تھی جب امین بے اور محمت فیضی اُن کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ اُس رات کے بارے میں امین بے نے بتایا ہے کہ: ''وہ بخار کی آگ میں تپ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے لئے بستر پر دراز ہو گئے۔ وہاں وہ بے ہوشی کے عالم میں پڑے رہے۔ ہم بھی ذرا لیٹ گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد دعاؤں اور وِردو نیاز کی آوازوں سے مَیں جاگ اُٹھا۔ کمرے کو ایک حزین آواز نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میں نے کہا' اللہ اللہ! اُستاد کو تو نہایت تیز بخار چڑھا ہوا تھا۔ تو پھر نہ جانے یہ پڑھائی کون کر رہا ہے؟'

میں نے فیضی بھائی کو آواز دی۔ 'پتہ نہیں یہ پڑھائی کون کر رہا ہے؟' فیضی آفندی بولے: 'خاموش! بالکل منہ سے آواز نہ نکالنا' مگر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں اُستاد کے قریب گیا۔ وہ اُسی طرح بے ہوشی کے عالم میں سو رہے تھے۔ تب وہ (پڑھائی کرنے والی) آواز بند ہو گئی۔

اُستاد حسبِ معمول فجر سے ایک گھنٹہ قبل اُٹھے۔ کپڑے پہنے، وضو کیا اور جائے نماز پر جا بیٹھے۔ دُعائیں، عبادت، جوشن..... اور قرآن کے بالمشافہہ....

پھر اُنہوں نے ہم سے کہا:

Marfat.com

'میں حق تعالےٰ کا شکرادا کرتا ہوں۔ میں اپنے وِرد اور دُعائیں پوری نہیں کر سکا تھا۔ کسی نے میرے ورد مکمل کر دیئے ہیں'۔

وہ آواز چیل کے درختوں سے لدے پہاڑ نے سُنی، بارلا کے عمر رسیدہ چنار نے سُنی، صنوبر کے درخت کی چوٹی کے اوپر چمکتے سِتاروں نے بھی سُنی۔

اِنسان کہتا کاش اُس حزین دُعا پر آمین کہنے والا مَیں ہوتا۔

بوقتِ سحر اُن کے آنسوؤں کے ساتھ بہنے والی، مَیں اِک دعا ہوتا۔

طاہری مُطلُو، جو ایک بڑے ولی تھے، اُن سے پوچھا گیا کہ اُستاد کی وہ کون سی حالت تھی جس نے آپ کو دِل کی تہہ تک متاثر کیا ہو۔ اُنہوں نے کہا: ''میرے بھائی' میں دینزلی جیل میں اس بات کی اِنتظار کرتا رہتا تھا کہ میرے ساتھی سو جائیں۔ پھر مَیں چوری چوری اُس بیرک کے دروازے تک جاتا تھا جہاں اُستاد نظر بند تھے۔ اُن کی قرآن اور جوشن کی تلاوت! اُن کی وہ حزیں آواز! اِن کا مجھ پر اِتنا اثر ہوتا تھا کہ میں آپ کو کیسے بیان کروں!'' (۱۰۷)

۲) اُن کے درس

آخری دور میں اُن کے ساتھ رہنے والے طلباء کو بدیع الزّمان صبح کے وقت جو درس دیا کرتے تھے اُن کے بارے میں بیرام یُکسیل بیان کرتے ہیں: ''۱۹۵۴ میں حضرتِ اُستاد نے اِسپارٹا میں عربی مثنویِ نوری سے درسوں کی ابتدا کی۔ طاہری بھائی جان، زُبیر بھائی جان، اور جیلان بھائی جان کے ساتھ ہم اِکٹھے آتے تھے۔ مصطفیٰ سُنگر بھائی جان بھی کبھی کبھی چند روز کے لئے آ کر رہ جایا کرتے تھے۔ اُستادِ محترم اکثر اُنہیں مختلف کاموں کے سلسلے میں انقرہ بھیج دیا کرتے تھے۔ اُستاد فجر کی نماز کے فوراً ہی بعد درس شروع کر دیتے تھے۔ جو چھ گھنٹے جاری رہتا تھا۔ دراصل وہ ایک سترہ سالہ نوجوان کی طرح نہائت چُست تھے۔ ہم لوگوں کو عربی زبان نہیں آتی تھی مگر پھر بھی ہمارے اُستاد باقاعدگی سے درس دیتے رہتے تھے۔ جیلان بھائی جان کو بڑی اچھی

Marfat.com

طرح سمجھ آجاتی تھی۔ درس عین ظہر کی اذان ہونے تک جاری رہتا تھا۔ ہمیں تھکن کی وجہ سے نیند آجاتی تھی۔ اِس پر ہم اُستاد کے سر کے بالکل اوپر لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔ ہمارے اُستاد گھڑی کا رُخ دیوار کی طرف اُلٹ دیتے تھے اور یوں یقین کر لیتے تھے کہ ہمارا دماغ، ہمارا دِل، ہماری روح، اور ہماری تمام سمجھ بوجھ بھی درس پر مرکوز ہے''۔

''ایک روز اُستاد نے کہا: 'میرے بچو، یہ درس ایک ایسا درس ہے جس کا تعلق صرف ہم سے ہی نہیں، پوری کائنات سے ہے۔ اِس درس کو عالمِ بالا کے اہالیان بھی سنتے ہیں۔ یہ درس نہائت اہم ہے'۔ سچی بات ہے، یہ سُن کر ہم پر بھی بڑی عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی''۔

''پھر ایک اور مرتبہ درس کے بعد اُنہوں نے کہا: 'میرے بچو، کیا تم سوچ سکتے ہو کہ ہم پانچ چھ شخص مل کر یہ درس دیتے ہیں؟ اپنے اِس درس کے ذریعے ہم معنوی طور پر اناطولیہ میں ہزاروں درس دینے والی جماعتوں میں جا شامل ہوتے ہیں اور وہاں ہم سب مل کر درس دیتے ہیں'۔''

''اگرچہ ہم عربی زبان بالکل نہیں جانتے تھے پھر بھی ہم درس بڑی اچھی طرح سمجھنے لگ گئے تھے۔ یوں ہم نے عربی مثنویٔ نوری دو مرتبہ ختم کی۔ اُس کے بعد ہم نے اِسپارٹا میں ''اِشارات اُلاعجاز'' سو صفحے تک، اور اس کے باقی حصے جیلان بھائی جان، زبیر بھائی جان، ضیاء آرون اور سنگرُ بھائی جان کو چام داغ میں پڑھائے''۔(۱۰۸)

۳) اُن کی روزمرہ کی زِندگی

زبیر گینڈز آلپ جو آخری دم تک بدیع اُلزماں کی خدمت پر مامور رہے، اُستاد کی روزمرہ کی زِندگی کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں:

''فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اُستاد ایک گلاس لیموں والی چائے پیتے تھے۔ وقت خواہ کچھ بھی ہو، حضرتِ اُستاد چائے میں اور ایسے کھانوں میں جن میں لیموں کا رس ملایا جاتا ہے'

Marfat.com

ضرور لیموں نچوڑ لیا کرتے تھے۔ ہمارے اُستاد، حضرتِ بدیع الزّمان اپنا مکمل کھانا گیارہ بجے کے قریب کھایا کرتے تھے۔ دوپہر کو بہت کم، بس چند ہی لقمے کھاتے تھے۔ عصر کی نماز سے پہلے کھانا کھاتے۔ مگر شام کی نماز کے بعد جب اُن کا پڑھنے کا وقت ہوتا تو صرف ایک گلاس لیموں والی چائے پی لیتے۔ عِشاء کی نماز کے بعد رسول اکرم (ﷺ) کی طرح فوراً ہی سو جایا کرتے تھے۔ سونے سے پہلے دو ایک لقمے کھا لیتے، پھر آیت الکرسی پڑھتے اور لیٹ جاتے۔ صبح فجر سے بہت پہلے بیدار ہو جاتے۔ فجر کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد تک وِرد پڑھتے۔ فجر کی نماز ذرا جلدی ادا کر کے اپنے ہمراہ مُقیم کارکنوں سے نئی شائع شدہ کتابوں میں سے درس دلواتے۔ خود پرانے حروف میں تحریر شدہ کِتابوں کے اصلی نسخوں سے درس کا تعاقب کرتے رہتے۔ حضرت اُستاد شوربے کے طور پر چاولوں اور سویّوں کا سُوپ پیتے۔ ان میں انڈا توڑ کر مِلوا لیا کرتے (وہ یہ خوراک ۷۵ سال کی عُمر کے بعد کھایا کرتے تھے) کھانے کے بعد چار پانچ خوشے انگور کھاتے۔ ہر خوشہ کھانے سے پہلے بِسم اللہ پڑھتے۔ ۷۵ سے ۸۵ برس کی عُمر سے لے کر زِندگی کے آخر تک میرے مشاہدے کے مطابق وہ انگور کے چھلکے اور اندر سے بیج نِکال کر گودا اپنے خدمت گزاروں کو پیش کیا کرتے تھے۔ (۱۰۹)

بعض دوسرے طلَباء نے بھی اُستاد کی روزمرہ کی ذاتی زندگی کے بارے میں بعض معلوُمات مہیا کی ہیں جن کے مطابق:

"اُستاد کی زِندگی سنّت عالیہ کا آئینہ تھی۔ اِمیر داغ میں ڈاکٹر کے مشورے سے درد سے آرام دینے والی ادویات اِستعمال کرتے تھے۔

آنکھوں کی مرہم بھی لگاتے تھے۔ عام پہنی جانے والی شلوار پہنتے تھے۔ سفید صابن اِستعمال کرتے تھے۔ ایک وقت کے کھانے میں پانچ چھ چمچے کھانا کھاتے۔ آدھی ڈبل روٹی

Marfat.com

اُنہیں ایک ہفتہ کافی رہتی تھی۔کھانے کے دوران پانی نہیں پیا کرتے تھے۔کھانے سے پورے دو گھنٹے بعد پانی پینے پر سختی سے عمل کرتے تھے۔

''اُن کا لباس اکثر سفید ہوتا تھا۔صفائی کے بارے میں نہایت محتاط رہتے۔اپنا لباس جلدی جلدی بدلتے رہتے تھے۔ہم لوگوں کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ اُن کے کون سے کپڑے صاف ہیں اور کون سے میلے ہو چکے ہیں۔اس سلسلے میں ہم اکثر پریشانی میں پھنسے رہتے تھے۔ان کے کپڑے دھونے کے لئے لے جاتے وقت اگر اُن میں سے اُن کے مبارک پسینے کی گُلاب جیسی خوشبو آ رہی ہوتی تو ہم سمجھ جاتے کہ وہ کپڑے دھونے کے قابل ہیں۔وہ کبھی کبھی اپنی قمیص کے اگلے حصے میں ریحان اور گُلاب کا پھول ٹانک لیا کرتے تھے۔''

''وہ رات کو جلدی سو جاتے اور صبح کی نماز سے چار گھنٹے پہلے یعنی رات کے دو بجے بیدار ہو جاتے تھے۔وہ فرماتے تھے کہ فطری نیند پانچ گھنٹے ہوتی ہے۔اپنے معمول کے وِرد ختم کرتے۔ایک گھنٹہ مبارک ہستیوں کے لئے وقف ہوتا تھا۔اُستاد کے کمرے میں ایک ۴ میٹر لمبا اور ایک میٹر چوڑا شجرۂ نسب رکھا تھا۔اس میں لکھے تمام حضرات کا ایک ایک کر کے نام لیتے اور ان کے لیئے دُعا کیا کرتے تھے۔ہم عموماً فجر کی نماز با جماعت ادا کرتے تھے۔اُستاد نمازوں کے اوقات کی پابندی پر بڑا زور دیتے تھے۔سفر کے دوران اگر امیر داغ پہنچنے میں ابھی ۳ کلو میٹر باقی ہوتے تو فوراً گاڑی رکوا کر نماز کے وقت سے کچھ دیر پہلے ہی نماز ادا کر دیتے۔دو رکعت تہجد اور صُبح کی نمازوں کو خواہ کتنی ہی سردی ہو یا برف پڑ رہی ہو کبھی قضا نہیں کرتے تھے۔قرآن کریم کی تلاوت ایک بالکل ہی الگ انداز میں کرتے تھے،یوُں جیسے قرآن کریم کی حقیقتوں کو اپنے کانوں سے سن رہے ہوں اور انہی کے مطابق زندگی گزار رہے ہوں۔

قرآن کی صدائے اِلٰہی اُن کی ساری روح پر چھا جاتی تھی۔اس خیال سے کہ قرآن کی تلاوت سے اس کے معنی بھی واضح ہو جائیں وہ قرآن کے معنوں کے مطابق

Marfat.com

تلاوت کرتے تھے۔"

"رمضان کی راتوں میں بالکل نہیں سوتے تھے۔ان کی روزمرہ کی نیند زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے ہوتی تھی۔کسی کی پیٹھ پیچھے بات نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہین کرتے تھے۔فالتو باتیں نہیں کرتے تھے۔تھکے بغیر لگاتار کئی گھنٹوں تک قُرآنی رسم الخط میں تحریر کردہ رسالہ جات کی تصحیح کرتے اور انہی کو پڑھتے رہتے تھے۔درس دیتے ہوئے ایسے لطیفے سناتے تھے جن کا مقصد طلباء کو کسی بات کے بارے میں کوئی سبق سکھانا یا ویسے ہی ان پر مہربانی کرنا ہوتا۔نماز پڑھنے کے لیئے جرابیں اتار دیتے تھے،وضو کے بعد گیلے پاؤں زمین پر نہیں رکھتے تھے۔تولیئے سے پاؤں سُکھا کر پھر جرابیں پہن لیتے تھے۔جب منہ میں دانت نہ رہے تو تالو پر مسواک پھیر کر منہ اندر سے صاف کرلیا کرتے تھے۔"

۴) بدیع الزمان کی نگاہیں ہمیشہ رِسالہ نُور پر مرکوز رہتی تھیں

"میرے بھائی! جب تک رِسالہ نُور کے مقدس معنی اور حقیقتیں میرے اندر تھیں تو میں بدیع الزمان کہلاتا تھا،اب وہ مقدس معنی مجھ سے جدا ہو چکے ہیں۔اب بدیع الزمان خود رسالۂ نُور ہے۔اب میری ذات میں کچھ باقی نہیں رہا۔اب آپ رسالۂ نُور سے ہی چپکے رہیں' رسالۂ نُور ہی خلاصہ ہے۔"(۱۱۰)

وہ لوگ جنہیں یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اُستاد کو تھوڑا بہت سمجھ سکتے ہیں،ان کے لیئے اُستاد کی زندگی کے مناظر میں سے ہر منظر عبرت اور سوچ کا آئینہ دار ہے۔

اُنہوں نے اپنی زندگی میں تین دور دیکھے ہیں۔ہر قسم کے جہاد کا باعث بنے ہیں۔ دُنیائے اِسلام میں ظہور پذیر ہونے والی سب سے بڑی تبدیلی کے ہر مرحلے کے بذات خُود شاہد رہے ہیں۔مثلاً تہذیب وتمدن کی نمائندگی کا مغربی طاقتوں کے ہاتھوں چھن جانا،اور اسلام کے

Marfat.com

احیائے نو کے لئے کی جانے والی جدوجہد۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کی شکل میں ایک ایسا مثالی راستہ پیچھے چھوڑا ہے جس پر مستقبل میں چلنا ہوگا۔ اور بالآخر اِنسانیت کے نام پر اُنہوں نے نجات کی وہ راہیں مقرر کر دی ہیں جن پر چلنے سے مغربی دُنیا اُس بُحران سے نکل سکتی ہے جو اُس کی راہ دیکھ رہا ہے۔ ایسے اِنسان کی زِندگی کے خاکے کی لکیریں اس قابلِ ہیں کہ اِنسان ہمیشہ انہی کو اپنائے رکھنے پر مصر رہے۔ اِس کے باوجود کلیّاتِ رِسالۂ نُور ایسی کلیّات ہے جو اپنے مؤلفِ کی زِندگی سے تکمیل حاصل کرتی ہے۔

آج تک اِسلام کو سمجھنے کے لئے کرامات پر، مددِ الٰہی کے حُصول پر اور بعض افراد کی ذاتی شخصیت پر انحصار کیا جاتا رہا ہے۔ اور اس کی تشریح افراد سے منسلک کر کے ہی کی جاتی رہی ہے۔ مجھے اِس بات کا عِلم نہیں کہ آیا عالمِ اِسلام میں ایسی کوئی دوسری مِثال بھی موجود ہے یا نہیں، مگر رسالۂ نُور اور بدیع الزّمان کی تصنیفات و تالیفات کو بھی اِسی نوعیت کی عزّت دی جاتی ہے۔ اِن تصنیفات و تالیفات کی کرامتوں کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ مولف خود اِن تصانیف میں فانی ہو چکا ہے۔ جن عنایات اور اِنعامات کی اُمید کسی ولی سے کی جاتی ہے اب اُن کی اُمید رسالۂ نور سے کی جایا کرے گی۔

یہ بھی ایک حقیت ہے کہ اگرچہ مولف کی وفات کو چالیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے پھر بھی ہر روز کتب نور میں لوگوں کی دِلچسپی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ہر قاری کو کلیّاتِ نور میں کوئی ایسا اُستاد مِل جاتا ہے جو اُسی سے مخاطب ہو رہا ہوتا ہے۔ جو شخص تھوڑی سی مدت بھی جماعت میں شامل رہتا ہے وہ ایسے پختہ اخلاق کا مالک بن جاتا ہے جیسے اُس نے کئی سال کِسی اُستادِ رہبر کے گھٹنوں میں بیٹھ کر ادب و کمالات کی تعلیم حاصل کی ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ایسے ثبوت ہیں جو آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں، جن سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ اِن تصانیف سے مُنسلک کی جانے والی خصُوصیات کوئی معمُولی سا دعویٰ نہیں ہیں۔

Marfat.com

اُستاد اپنی ساری زِندگی اپنے نام سے کرامات کے منسلک کیے جانے کی مخالفت کرتے رہے۔ وہ اسی بات کا اِعلان کرتے رہے کہ اُن کی تصانیف و تالیفات میں نظر آنے والی تمام خُوبیاں دراصل قرآن کی خُوبیاں ہیں۔ اپنی زِندگی کے بارے میں انکسار سے کام لیتے ہوئے اُن کی کِتابوں کی خُوبیوں کے بارے میں کی جانے والی تعریفوں کو وہ قرآن کی تعریفوں کے طور پر قبول کر لیا کرتے تھے۔

اُستاد کا اپنی زِندگی میں ہی ایک جماعت کی تشکیل میں کامیاب ہونا، اُن کا بذاتِ خُود اُس جماعت کی خدمت کے طریقوں کا نمونہ مہیّا کرنا، اُن کی کتابوں اور زندگی کے درمیان کسی قسم کے تضاد کا مفقود ہونا، اُن کی کِتابوں کا اُن کی زِندگی میں ہی شائع ہو جانا، اور اِسی طرح کی اور بہت سی خصوصیات کی بِنا پر تحریکِ نُور نے ایک کتاب پر مبنی جماعت کی حیثیت اِختیار کی اور ایک ایسا صحتمند اِدارہ بننے میں کامیاب ہوگئی جس سے مستقبل پُر اُمید ہو سکتا ہے۔ بے شک اِس قدر صحتمند زمین پر ایسے اِدارے کی تعمیر میں اوّل درجے کا کردار اُستاد کی تصانیف کا تھا جن پر اُنہوں نے ہمیشہ اپنی تمام تر توجہ مبذول کیے رکھی۔

اُستادِ نور نے فرمایا ہے: ”میں آپ لوگوں کے لئے ایک لافانی اُستاد چھوڑے جا رہا ہوں۔ آپ جس رِسالے کو بھی ہاتھ میں لیں گے اُس سے اِتنا اِستفادہ کر سکیں گے جو میرے بالمشافہہ ہونے سے بھی دس گنا زیادہ ہوگا۔ اور اِس وسیلے سے آپ یہ بھی محسوس کریں گے جیسے خود میرے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں“۔ (۱۱۱) ان الفاظ کے ساتھ اُستاد نے اپنے بدلے میں اپنی تصانیف کو عزّت کے بلند مقام پر لا کھڑا کیا۔

اُن کے ایک طالب علم نے سوال کیا: ”اُستاد، اب میں آپ کو پھر کب دیکھ سکوں گا؟“ اُستاد نے کہا:

”جب بھی رسالہ جاتِ نُور پڑھو گے مجھے دیکھ لو گے۔ تمہیں یہاں تک آنے کی تکلیف

Marfat.com

نہیں کرنی پڑے گی۔''

اُستاد کئی مرتبہ اپنے پاس زیارت کے لئے آنے والوں سے ناراضگی کا اظہار کرتے تھے:

''جب ہم استاد کے پاس پہنچے تو وہ بڑے غصّے میں تھے۔ اُنہوں نے ہم سے مُخاطب ہو کر کہا: 'تم لوگ میری ذاتی زیارت کے لئے کیوں آتے ہو؟ میری بجائے تم رِسالۂ نُور پڑھ لیا کرو۔ اگر شخصاً مجھ سے ملاقات کر کے تمہیں کچھ فائدہ پہنچتا ہے تو رِسالۂ نُور پڑھنے سے تمہیں سوگُنا زیادہ فائدہ ہوگا'۔''

اُستاد اور اُن کی تصانیف کو ایک دوسرے سے جدا کرنا خاصہ مشکل کام ہوگا، خاص کر اُس زمانے میں جب وہ زِندہ تھے۔ اُن کی وفات پر منتج ہونے والی آخری بیماری کے دوران اُن کا ایک طالب علم جو اِس مشکل کام سے دوچار ہو چکا تھا، بیان کرتا ہے کہ:

''ہماری اِس سے پہلے کی ملاقاتوں کے دوران وہ ہم سے کہتے تھے: 'اپنے آپ کو میرے ساتھ مت مُنسلک کرو۔ رسالۂ نُور کے ساتھ مُنسلک رہو۔ میں تو ایک عاجز انسان ہوں ۔ بہت قصوروار ہُوں۔ رِسالۂ نُور قرآن کی ملکیت ہے، اُسی سے مُنسلک ہے، تمھارے لیئے وہی کافی ہے۔ میں بھی آپ لوگوں ہی کی طرح ایک فرد ہُوں۔ میری شناخت یُوں نہ کرو جیسے میں کوئی بہت ہی بڑی شخصیت ہوُں۔ رسالۂ نُور میں تحریر کردہ منہ بولتے دلائل اور شہادات حقیقت ہیں، جب میں نے اُستاد کے ان الفاظ کے معنوں پر غور کیا تو بڑی حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ ایک تو میں اس وجہ سے مغموم تھا کہ اُستاد سے ہماری گفتگو نہیں ہو سکی تھی اور دوسرے اُستاد کی بیماری کی شدت دیکھ کر بھی بڑا پریشان ہو رہا تھا۔ میں اُن کے اِن الفاظ پر غور کر رہا تھا: 'اپنے آپ کو میرے

Marfat.com

ساتھ مُنسلک مت کرو'۔ میں اس بات پر خُوش تھا کہ ہمارے اُستاد آ گئے ہیں مگر غمگین بھی ہو رہا تھا کہ ان کی علالت بڑی شدید تھی"۔(۱۱۲)

اُستاد کا اپنی جگہ اپنی کتابوں سے پُر کرنے کی خواہش کا بھید اُن کی وفات کے بعد زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا۔ اُن کا ہر طالب علم ایک سعِید کی جگہ پر متواتر خدمات سرانجام دیتا رہتا ہے۔

اُن کی وفات سے پہلے اُن کی زیارت کے لیئے آنے والوں کی خِدمت پر مامُور طلباء میں سے بیرام یکسیل ہر آنے والے کو اُن کا یہ خط پڑھ کر سناتا تھا۔"اُنہیں چاہئے کہ میری زیارت کو آنے کی بجائے رسالہ نُور پڑھا کریں۔ میرے ساتھ تو وہ صرف دس یا زیادہ سے زیادہ بارہ منٹ تک بات چیت کر سکتے ہیں۔ مگر رِسالہ نُور کے قاری تو ہر لمحہ میری ہی صحبت میں رہتے ہیں۔"(۱۱۳)

اُستاد کی زیارت کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے:"میں نے اُستاد کو ان کے بستر پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اُنہوں نے پگڑی لپیٹ رکھی تھی۔ ایک سفید چُغہ پہنا ہوا تھا۔ اور چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ ہم نے اُن کا ہاتھ چُوما اور اُن کی بتائی ہوئی جگہ پر بیٹھ گئے۔ ابھی ہم یہی سوچ رہے تھے کہ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر فرمایا:"میرے بھائیو! مجھے دیکھنے کے خواہشمند لوگوں کو چاہیئے کہ وہ میری تصانیف اور رسالہ نور کثرت سے پڑھا کریں۔ میں اپنے تمام افکار سمیت اپنی تصانیف میں موجود ہوں۔"

اُستاد اپنے طلباء میں رِسالہ نُور پڑھنے کا شوق پیدا کرتے ہوئے اپنے آپ کو اپنی تصانیف سے الگ نہیں سمجھتے تھے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قافلہ نُور میں رسالہ جاتِ نُور کا سب سے کثرت سے مطالعہ کرنے والے وہ خوُد تھے۔ رِسالہ نُور کی معنوی شخصیت کی اہمیت پر زور دیتے

Marfat.com

ہوئے کہتے تھے: ''دن میں کم از کم ایک صحیفۂ رسالہ نُور کے مطالعے سے عالمِ اِسلام میں ظہور پذیر ہونے والے معنوی اِتحاد کا ثواب کما لینا چاہئے''۔ (۱۱۴)

وہ اپنی بعض تصانیف کا ہر روز بار بار یوں مطالعہ کیا کرتے تھے جیسے اس کا ذکر و وِرد کر رہے ہوں۔ صدیق سلیمان، جو بارلا میں مستقل طور پر اُن کی خدمت میں موجود رہتے تھے' اُنہوں دل ہی دل میں کہا: ''اُستاد ہمیشہ 'دسواں قول' پڑھاتے ہیں، خُود بھی پڑھتے ہیں اور اسے کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ بھلا اس سے اُنہیں کیا سمجھ آتی ہے؟' جب وہ اندر داخل ہوئے تو اُستاد نے کہا ''میں اِسے آگے پیچھے سے پڑھ کر اپنے سارے درس اور ان کی تمام تشریح اسی سے اخذ کرتا ہوں۔'' (۱۱۵)

کستامونو میں اُستاد اپنے جن مبارک طلباء کو اپنے رازوں میں شریک کیا کرتے تھے اُن میں سے فوضی آفندی کا کہنا تھا: ''میں نے تمام رِسالہ جاتِ نُور عربی زبان میں بھی اور ترکی زبان میں بھی پڑھ کر اُنہیں سُنائے۔ میرے لئے بس یہی بات باعثِ اِفتخار ہے۔'' (۱۱۶)

ت) بدیع الزّمان کی انتظامیہ کو تنبیہہ

اگرچہ بدیع الزّمان اپنے زمانے کی سیاست سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے مگر پھر بھی جب کبھی ضرورت پڑتی ایک خادِمِ قُرآن کی حیثیت سے وہ سیاستدانوں کو خبردار کرنے سے کبھی نہ چُوکتے۔ خاص طور پر جمہوری پارٹی کے برسرِاقتدار آنے کے بعد اُنہوں نے جب بھی جن نکات کو نہایت اہم سمجھا اُن کے بارے میں متعلقہ حُکام کو ضرور خبردار کیا۔ وہ مذہبی رُسوم سے متعلقہ نکات کو اہمیت دیتے تھے۔ وہ عوامی پارٹی (جن کے اراکین کی سیاست دین کی دُشمنی پر مبنی تھی) کے مقابلے میں جمہوری پارٹی والوں کو مُقابلتاً چھوٹی بدی کے نُقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔ مذہبی رُسوم کے احیائے نو کے لئے مساعِد شرائط کی تلاش کے اِرادے سے عوامی پارٹی والوں کو دین سے دوستی کے موضوع پر متنبہ کرتے رہتے تھے۔

Marfat.com

بدیع الزّمان نے جمہوری پارٹی کے سیکرٹری جنرل کو ایک خط لکھا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا: ''مجھے آزاد چھوڑ دیجئے تاکہ میں باہمی مدد سے اُن نوجوانوں کی اِصلاح کرتا رہوں جنہیں اِشتراکیت کا زہر پلایا جارہا ہے۔ یوں اپنے وطن' اپنے اِیمان اور وحدتِ خداوندی کی خدمت کرتا رہُوں۔''

بدیع الزّمان نے اپنی ۱۹۵۰ کے بعد کی زندگی کو سعید سویم کا نام دیا ہے۔ اِس دور میں اُن کی خِدمت پر مامور بیرام یکسیل کے بیان کے مطابق: اپنے آخری دور میں بدیع الزّمان اِجتماعی زِندگی کے معاملات میں مصروف رہتے۔ اکثر وہ صبح کی نماز کے بعد کہا کرتے تھے: ''مجھے اِنتباہ کیا گیا ہے۔ ذرا کاغذ قلم لاؤ''۔ اور پھر وہ اِجتماعی زندگی کے بارے میں لاحقے نشر کیا کرتے تھے۔ معاہدہ بغداد کے مسئلے پر وہ بڑے خوش ہوئے۔ اُنہوں نے (اِس موضوع پر) وزیراعظم اور صدر مملکت کو خطوط تحریر کیئے۔ اِن خطوط کو اُسی وَقت ضمیمے کے طور پر نشر بھی کر دیا۔ اب جو لوگ اُن کی زیارت کو آتے انہیں معاہدۂ بغداد کے بارے میں تفصیلات بتاتے۔

'ہمارے اُستاد نے ارضِ روم یونیورسٹی کے اِفتتاح میں خاصی دِلچسپی لی۔ اُن کا کہنا تھا: ''اُنہیں چاہئے تھا کہ اس یونیورسٹی کو میرے نام سے منسوب کرتے، مگر مصطفیٰ کمال اور میرے درمیان مفاہمت کی خاطر اُنہوں نے اِسے اُس کے نام سے منسوب کر دیا ہے''۔ اُنہوں نے صدر مملکت کو ایک خط لکھ کر بتایا کہ وہ پچاس سال سے اِس موضوع کا پیچھا کر رہے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ یہاں بنائی جانے والی یونیورسٹی میں دینی علوم کی تعلیم پر زیادہ زور دیا جائے۔

وہ درس یوں دیا کرتے تھے: ''میں آپ لوگوں کو نہایت وثوق اور بے شمار دلائل سے بتاتا ہوں کہ مستقبل قریب میں یہ وطن، یہ قوم، اور اِس وطن کی حکومت عالم اِسلام اور ساری دنیا کے مقابلے میں رِسالۂ نُور جیسی تصانیف کی ضرورت شدّت سے محسُوس کرے گی۔ اُنہی تصانیف کے بل بوتے پر وہ اپنی ہستی پر، اپنی حیثیت' اپنے عزت و وقار اور اپنے تاریخی

Marfat.com

اثاثوں پر فخر کیا کرے گی''۔(۱۱۷)

۵) بدیع الزّمان کے سفر

ا) قونیہ کا سفر

حضرتِ اُستاد کی اگست ۱۹۵۳ کے بعد کی زندگی اُن کے مرکزِ قیام اِسپارٹا میں ہی گزری۔ اگر چہ قیام کے لئے اِسپارٹا ہی ان کا مرکز تھا پھر بھی وہ اُس تاریخ کے بعد تقریباً ہر ہفتے اِسپارٹا سے بارلا جایا کرتے تھے۔ وہاں ایک دو روز قیام کے بعد واپس لوٹ آتے تھے۔ اور پھر آرام کی غرض سے ہر ماہ اِسپارٹا سے امیر داغ اور ایسکی شہر کے درمیان کچھ عرصے کے لئے سیاحت کو جاتے تھے۔

وہ پہلی مرتبہ ۱۲اکتوبر ۱۹۵۳ کو امیر داغ اور ایسکی شہر کی سیاحت کے لئے گئے تھے۔ پھر یہ سیاحتیں اُن کی عادت کا حصہ بن گئیں اور ۱۹۵۷ تک جاری رہیں۔ طلبائے نور اور اُستاد بدیع الزّمان پر نقل و حرکت کی پابندی مستقل طور پر عائد رہتی تھی۔ جمہوری پارٹی والوں کے برسرِاقتدار آنے کے بعد بھی وطن کے مختلف مقامات پر طلبائے نور کے خلاف دو سو کے لگ بھگ مقدمات دائر تھے۔ برسرِاقتدار جمہوری پارٹی اِس بات پر بوکھلائی ہوئی تھی کہ عوامی پارٹی کی قائم کردہ سیاسی شِدّت کی فضا کے مقابلے میں کیا طرزِ عمل اِختیار کرے۔ اس پارٹی کی حکومت نے ۱۹۵۷ کے اوائل سے ہی اُستاد کے دروازے پر پولیس کی گشتی پارٹی بٹھا دی اور یوں قدم قدم پر اُن کا تعاقب کیا جانے لگا۔

جب بدیع الزّمان نے اِرد گرد کے صوبوں کی سیاحت کا بندوبست کیا تو ترکی کی مُختلف جگہوں پر مقیم طلبائے نور نے اُستاد کی مہمان نوازی کے لئے دعوت نامے بھیجنے شروع کر دیئے۔ بدیع الزّمان نے قونیہ کے طلبائے نور کی ۱۹ دسمبر ۱۹۵۹ کی دعوت قبول کر لی۔ قونیہ کے عوام اور طلبائے نور پر مشتمل ایک بہت بڑا مجمع اُنہیں خوش آمدید کہنے کے لئے شہر کے داخلے کے مقام پر

Marfat.com

جمع ہو گیا۔ اُستاد نے حضرت مولینا کے روضے پر حاضری دی۔ یہاں اُنھوں نے بیرونی دروازے سے ہی تعظیم اور حرمت کے طور پر اپنے جوتے اُتار دیئے اور ننگے پاؤں اندر داخل ہوئے۔ فاتحہ پڑھی اور گھوم پھر کر عجائب گھر دیکھا۔ مگر اُستاد کو روضے کے عجائب گھر بنا دینے والی بات پسند نہ آئی۔ اُنھوں نے اِس بات پر اپنے دُکھ کا اظہار یہ کہہ کر کیا کہ اِن لوگوں نے اِس جگہ کو ایک طرح کے بُت خانے میں تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اُستاد کو آرام سے نہیں رہنے دیا جاتا تھا۔ وہ ایک عام شہری کی طرح اپنی شخصی آزادی سے اِستفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ گویا جمہوریت کے دور میں جب کہ اُن کے خلاف کسی قسم کے الزام کی شہادت یا ثبوت موجود نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی قسم کی سزا کاٹ رہے تھے' اِنتظامیہ کی خواہش تھی کہ وہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں اور ایک طرح کی نظر بندی میں رہتے ہوئے اپنی موت کا اِنتظار کرتے رہیں۔

اگر وہ کہیں جانا چاہتے تو اُن کے اِرد گرد پولیس حلقہ بنا لیتی۔ اِطراف میں خاصی کھلبلی اور گھبراہٹ پیدا کر دی جاتی اور حفاظتی ایجنسیوں کے اراکین اُن کے اِرد گرد دہشت پھیلا دیتے۔ ایسے طرزِ عمل سے تنگ آ کر بدیع الزّمان اکثر اوقات اپنے دورے کا پروگرام پورا کرنے سے پہلے ہی اسے ختم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

ب) اِستنبول اور انقرہ کے سفر

اپنی سیاحتوں کے سلسلے میں جو کہ درحقیقت ان کی الوداعی مُلاقاتوں کے طور پر شروع کی گئی تھیں' بدیع الزّمان ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ کے روز انقرہ آئے۔ رات بیروت پیلس ہوٹل میں گزار کر وہ علی الصبح اِستنبول روانہ ہو گئے۔ اب تو حِفاظتی دستوں کے ساتھ ہی اخبارات کے نمائندے بھی اُن کا تعاقب کرتے تھے۔

اخبارات کے ذریعے بدیع الزّمان کے اِستنبول آنے کی اِطلاع ملنے پر ایک جمِّ غفیر نے ان کا اِستقبال کیا۔ اُستاد پیئر لوٹی ہوٹل میں قیام کے لئے کرائے پر لئے گئے کمرے کے

Marfat.com

سامنے جمع شدہ ایک بڑے اِژدھام میں سے بڑی مشکل سے نکل سکے۔ ہوٹل کے اِردگرد گھیرا ڈالے اخبارات کے نمائندوں اور حفاظتی ایجنسیوں کے اراکین کے باعث بدیع الزّمان خاصے بے چین ہوئے۔ چنانچہ اِستنبول میں ان کا قیام صرف دو ہی روز کے لئے ممکن ہوا اور وہ ۳ جنوری ۱۹۶۰ کی شام اِستنبول سے رُخصت ہو گئے۔

اِستنبول جاتے ہوئے اُنہوں نے راستے میں سر پر ہیٹ نہیں پہنا ہوا تھا جس کے باعث حفاظتی دستے کے بعض اراکین نے انہیں تنگ کیا۔ اِستنبول کے سرکاری وکیل نے اُن کا بیان قلم بند کرنا چاہا جس پر طلبائے نور نے وضاحت کرتے ہوئے اس غیر قانونی خواہش پر عملدرآمد کو رد کر دیا۔

بائیں بازو کے اخبارات اور جمہوریت پسند پارٹی کے لیڈر عصمت اِنونؤ نے اُستاد کے اِستنبول کے سفر کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی۔ اخبارات نے بڑی بڑی سُرخیاں لگائیں: ''نور کے حامیوں نے اپنا دائرہ کار وسیع کر دیا۔ سعید نورسی اِستنبول پہنچ گیا!'' اُدھر عصمت انونؤ نے انکشاف کیا:

''جمہوری پارٹی نے سعید نورسی کو اپنی الیکشن کی مہم کے لئے مامور کر دیا''۔

اِستنبول سے رخصت ہو کر بدیع الزّمان پھر انقرہ لوٹ آئے۔

اخبارات اور عوامی پارٹی نے اُن کے خلاف نشریات کا سلسلہ جاری رکھا۔ بدیع الزّمان کی خواہش تھی کہ وہ یہاں اپنے طلباء کو اپنی وفات سے پہلے آخری درس دیتے جائیں جو عمومی نوعیت کا ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ ان دنوں دیار باقر میں قیام پذیر طالب علم نور محمت کایالار بھی اِس آخری درس میں شامل ہوں۔ جب محمت کایالار کو استاد کی اِس خواہش کا پتہ چلا تو وہ اُسی روز ہوائی جہاز سے انقرہ پہنچ گئے۔

Marfat.com

اُستاد نے ہمیشہ کی طرح اپنے اس آخری درس میں بھی ''مثبت حرکت'' کے موضوع پر ہی گفتگو کی۔

''میرے عزیز بھائیو!

ہمارا فرض مثبت حرکت کرنا ہے، منفی حرکت کرنا نہیں۔ رضائے الٰہی کے مطابق صرف ایمان کی خدمت کرنا ہے۔ اس فرضِ الٰہی کو اور کسی چیز سے خلط ملط کرنا نہیں ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم صبر و شکر کے ساتھ ہر وہ مشکل برداشت کرتے رہیں جو ایمان کی مثبت خدمات انجام دیتے ہوئے، تحفظِ امن پر مُنتج ہونے والی کارروائیوں میں ہمیں پیش آتی ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے مسلک میں طاقت ہے۔ مگر یہ طاقت حِفظ امن کے لئے ہے۔ یہ قرآن کے اِس اُصول کے مطابق ہے کہ: 'ایک قاتل کی وجہ سے اُس کے بھائی بہن، خاندان اور بال بچے موردِ الزام نہیں ٹھہرائے جاسکتے'۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ امن کی حفاظت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہماری یہ طاقت اندرونی مقاصد کے لئے نہیں، بیرونی حملوں کے خِلاف اِستعمال کی جاسکتی ہے۔ آیتِ مذکورہ بالا کے قانون کے مطابق ہمارا فرض ہے کہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اندرونی امن وامان کی حفاظت میں مدد کریں۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں امن میں مُخل ہونے والی اندرونی جنگوں کی تعداد ہزار میں ایک سے زیادہ نہیں بڑھی۔ اور وہ بھی آپس میں اِجتہاد کے موضوع پر اِختلافات کے باعث ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں۔ جہادِ معنوی کی سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ فرائض الٰہیہ میں دخل اندازی نہ ہو، کیونکہ ہمارا فرض خدمتِ ہے۔ اس کا نتیجہ حق تعالٰے کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا کام اور ذِمّہ داری اپنا فرض ادا کرنا ہے۔

''میں نے بھی جلال الدین خوارزم شاہ کی طرح مخلصانہ طور پر حرکت کرنے کا درس قرآن سے حاصل کیا ہے جو کہتا ہے: 'میرا فرض خِدمتِ ایمان ہے۔ اِس میں مجھے کامیابی دینا یا نہ

Marfat.com

دینا جنابِ حق تعالےٰ کا کام ہے'۔

''اور پھر اندرونی جہادِ معنوی کا کام معنوی تخریب کاری کے خِلاف حرکت میں آنا ہے۔ اِس کے لئے مادّی نہیں بلکہ معنوی خِدمات ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِسی لئے جس طرح ہم اہلِ سیاست کے کاموں میں ٹانگ نہیں اڑاتے اِسی طرح اہلِ سیاست کو بھی کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہمارے کاموں میں مداخلت کریں''۔

ایک موقعے پر جب بدیع الزّمان بیروت پیلس ہوٹل میں مقیم تھے' عصمت پاشا نے یہ کہتے ہوئے معاملہ اسمبلی میں جا پہنچایا کہ: ''تم شریعت پر بھی ناک منہ چڑھاتے ہو اور رجعت پسندی پر بھی۔ یہی وجہ ہے کہ بدیع الزّمان کو آگے پیچھے سیر کراتے رہتے ہو!''

عدنان میندرسِ عصمت انونو کو اِن الفاظ میں جواب دینے پر مجبور ہو گئے: ''خدا کا واسطہ ہے پاشا! آپ کیوں دین سے اور دیندار لوگوں سے اِس قدر گھبراتے ہیں؟ کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ آپ نے مرنا بھی ہے؟ اب تک اُسے کس قدر نقصان پہنچایا جا چکا ہے؟ آپ ایک ایسے پیرِ فانی سے کیا چاہتے ہیں جس نے اپنی ساری زندگی دین کے لئے وقف کر دی ہے؟ آپ کو اُسے اذیت پہنچانے سے کیوں پیار ہے؟ کیوں اُسے مشقتوں میں مبتلا کر کے خُوشی محسوس کرتے ہیں؟ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کیوں دِین اور دیندار لوگوں کے اِس قدر مخالف ہیں؟''

بدیع الزّمان کی انقرہ میں موجودگی عوامی پارٹی کے لئے خاصی باعثِ تکلیف تھی۔ ترکی کے سیاسی ماحول میں خاصا تناؤ پیدا ہو چکا تھا۔ جمہوری پارٹی کی حکومت اپنی قوتِ فیصلہ اور اپنے اِختیارات سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ اِس صورت حال میں عدنان میندرس نے اپنے اسمبلی کے ایک رکن کو جو طالب علمِ نور رہ چکا تھا' بدیع الزّمان کے پاس ایک ثالث کے طور پر بھیجا۔ اِس ثالث نے بدیع الزّمان سے کہا: ''قربان جاؤں! عدنان بے نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ وہ آپ کے ہاتھوں

Marfat.com

پر بوسہ دیتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ آپ (یعنی اُستاد) ہم سے زیادہ عوامی پارٹی والوں سے واقف ہیں..... اِنہوں نے بے اِنتہا شوشے چھوڑے ہیں۔ حضرتِ اُستاد کو تکلیفیں پہنچاتے رہے ہیں۔ آپ تشریف لائیں، اِستراحت فرمائیں، ماحول میں سکوت پیدا ہوتے ہی میں خود آپ کو اِطلاع دوں گا کہ آپ دوبارہ اپنے دورے جاری رکھ سکتے ہیں۔"

بدیع الزّمان نے عدنان میندرس کو یہ اِطلاع بھیجی:

"آپ آیا صوفیہ کو دوبارہ مسجد میں تبدیل کر دیں!..... سرکاری طور پر رسالۂ نور کی آزادی کا اِعلان کر دیں!..... اگر آپ یہ کام کر دیتے ہیں تو پھر ہم بھی آپ کا نام لے کر آپ کے لئے دُعا کرنے کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔"

انقرہ سے رُخصت ہو کر بدیع الزّمان قونیہ پہنچے۔ اُن کی قونیہ میں آمد کو پھر ایک بہت بڑا مسئلہ بنا کر کھڑا کر دیا گیا۔ اس پر وہ اُسی روز قونیہ سے رُخصت ہو کر امیر داغ واپس چلے گئے۔

بدیع الزّمان کچھ عرصہ امیر داغ میں قیام کرنے کے بعد ۱۱ جنوری ۱۹۶۰ کو پھر انقرہ جانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

جب اُستاد کی گاڑی انقرہ کے نزدیک پہنچی تو دوپہر ایک بجے کی خبروں میں ریڈیو پر کابینہ کا ایک فیصلہ نشر کیا گیا جس کے مطابق سعید نورسی پر امیر داغ میں مقیم رہنے کی پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ بدیع الزّمان نے خود اپنے کانوں سے یہ خبر سنی۔ اِس پر اُستاد اور ان کے ہمراہیوں نے جو انقرہ جانے کا مصمم ارداہ کر چکے تھے، بڑی سڑک چھوڑ کر ہائمانہ روڈ کے راستے گھوم کر زراعتی فارم کے قریب سے انقرہ میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مگر حفاظتی اِداروں کے اراکین داخلے کے تمام راستوں پر کھڑے اُن کے مُنتظر تھے۔ انقرہ سے چند کلومیٹر باہر ہی پولیس کی ایک پارٹی نے بدیع الزّمان کی گاڑی روک لی۔ سرکاری فیصلہ رسمی طور پر بدیع الزّمان کو پڑھ کر سنا دیا گیا۔

بدیع الزّمان، جنہیں اِس فیصلے پر سخت غصّہ آ رہا تھا، بولے: "میں اِس حکومت کو مانتا

Marfat.com

ہی نہیں ہُوں۔'' مگر پولیس پارٹی کے اِنچارج نے کہا: ''آپ حکومت کو بے شک نہ مانیں جناب! مگر آپ میری پوزیشن کا خیال کریں اور مجھ پر رحم فرمائیں۔''

اِس پر حضرتِ استاد نے فرمایا: ''اچھا تو پھر میں تمہاری خاطر واپس لوٹ جاتا ہوں۔''
اور یوں وہ واپس امیر داغ چلے گئے۔

خوف اور اوہام کے باعث حکومت کی غیر قانونی قرارداد کے نتیجے میں حضرت اُستاد امیر داغ واپس لوٹے اور ۱۲ جنوری ۱۹۶۰ کو اُنہوں نے یہ بیان جاری کیا: ''اب اندرون ملک اور بیرونِ ملک رسالۂ نور کی بڑھتی ہوئی اشاعت اور عظیم فتوحات کے باعث دشمن بھی دوست بن گئے ہیں۔ ہر شخص کی بولنے کی خواہش کے مقابلے میں میری اپنی آواز عنائتِ الٰہی سے ایسی کٹ چکی ہے کہ جب تک رِسالۂ نور میرے بولنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا، میں بات کر ہی نہیں سکتا۔ مجھے چھ صوبوں سے دعوت نامے آئے ہوئے تھے چنانچہ میں ان کی خاطر انقرہ گیا۔ انقرہ کے نزدیک ہمارے سامنے آنے والے ایسے دوستانہ اراکینِ حکومت نے جو رسالۂ نور کی اور میرے ملک کی حقیقتوں سے واقف تھے ہمیں اِطلاع دی کہ: 'حکومت کی اِستدعا ہے کہ میں امیر داغ میں اِستراحت کروں اور فی الحال امیر داغ میں ہی ٹھہرا رہوں'۔

''دراصل مجھ میں اب ملاقاتیں کرنے اور بولنے کی سکت بھی نہیں رہی۔ اِس لئے میرے بارے میں یہ دوستانہ مشورہ اور صورت حال ایک ایسی عنائت ثابت ہوئی جس نے بہت سے صوبوں سے دعوت نامے بھیجنے والے میرے حقیقی بھائیوں کے دل توڑنے سے مُجھے بچالیا ہے۔ بعض صوبوں میں میرے جانے اور دوسروں میں نہ جاسکنے کے باعث جس صورتِ حال سے میں دوچار ہوسکتا تھا اُس سے میرے لاکھوں حقیقی فدائی طلباء کے دِلوں کو جو چوٹ لگنی تھی میں اُس سے بھی بچ گیا۔'' (۱۱۸)

اگرچہ سرکاری طور پر بدیع الزّمان کے امیر داغ میں رہائش پذیر ہونے کا اِعلان کر دیا

Marfat.com

گیا مگر وہ اِس تاریخ کے بعد بھی امیر داغ اور اِسپارٹا کے درمیان آتے جاتے رہے۔ حفاظتی عملے نے اِن مختصر سیاحتوں میں دخل نہ دیا۔

ت) بدیع الزّمان کا آخری سفر

بیرام یکسیل اُن طلباء میں شامل تھے جنہوں نے بدیع الزّمان کی آخری سیاحت میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ وہ اس سیاحت کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''ہمارے اُستاد نے ۱۹۵۱ میں اپنی تمام ذاتی کتب مع اُس جبّے کے جو انہیں حضرت مولینا خالد نے عطا کیا تھا، عرفہ روانہ کردی تھیں۔

عرفہ کے جو لوگ اُن کی زیارت کو آتے تھے ان سے کہا کرتے تھے: 'مَیں اپنی عمر کے اواخر میں عرفہ جاؤں گا۔ مَیں عرفہ کے لئے دُعائیں کرتا ہوں۔ عرفہ کے پتھر اور وہاں کی مٹی مبارک ہیں'۔ ڈھائی بجے کے قریب اُنہوں نے یہی الفاظ بار بار دہرانا شروع کر دیئے: 'صبح ہوتے ہی فوراً عرفہ چلے جائیں گے'۔ ہم نے گاڑی تیار کی۔ ہمارے استاد بھی تیار ہو گئے۔ ہم نے گاڑی کی پچھلی نشست پر بستر لگا کر اُستاد کو وہاں لٹا دیا۔ زُبیر بھائی جان اور میں ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ جب ہم گیراج سے نکلے تو بارش ہو رہی تھی۔ ہمیں سب سے زیادہ قونیہ کے گورنر سے ڈر لگتا تھا کیونکہ اُن دِنوں روزانہ اخبارات کی شہ سرخیاں یہ ہوتی تھیں: 'مَیں نُور کے پیروکاروں کی جڑیں اُکھاڑ پھینکوں گا' اور اِسی قسم کے دیگر مخالفانہ بیانات بھی شائع ہوتے تھے۔ جب ہم اِیغرِ یدر پہنچے تو بارش بہت تیز ہو گئی۔ پولیس چوکی کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ بارش کی شدت کے باعث پولیس کے سنتری اندر جا چکے ہیں۔ چنانچہ اُن کی نظر ہم پر نہ پڑی۔

ایغرِ یلی پہنچنے سے پہلے ہمارے اُستاد نے آگے کی طرف بڑھ کر میرے اور زبیر بھائی جان کے کانوں میں کہا: 'میرے بچو' تم لوگ بالکل فکر مت کرو۔ رِسالۂ نور نے بے دینوں اور میسن

Marfat.com

لوگوں کی کمر توڑ ڈالی ہے۔ رسالۂ نور ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ تم بالکل بے فکر رہو۔' اُنہوں نے بعض اور باتیں بھی کیں مگر اُستاد کی بات بڑی مشکل سے سمجھ آتی تھی۔ وہ کہتے تھے: 'یہ لوگ مجھے سمجھ نہیں سکے۔ یہ لوگ مجھے سمجھ نہیں سکے۔ یہ لوگ مجھے سمجھ نہیں سکے۔ یہ مجھے سیاست میں ملوث کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ کہ اگر میں یہاں سے رخصت ہو گیا تو یہ لوگ مار کھائیں گے اور ابتری کا شکار ہو جائیں گے!'

''ہم عرفہ میں داخل ہوئے تو گھڑی پورے گیارہ بجا رہی تھی۔ ہم سیدھے قاضی اوغلو مسجد پہنچے کیونکہ بھائی عبداللہ ییگن وہاں تھے۔ پھر ہم سب اکٹھے ایپک پیلس ہوٹل گئے۔ اُستاد کو گاڑی سے اتارتے اتارتے ایک خاصہ ہجوم جمع ہو گیا۔ بہت سوں کو تو اُستاد کی شناخت ہی نہیں تھی۔ ہم نے اُستاد کو ہوٹل کی تیسری منزل پر پہنچا دیا۔ اُستاد نے اپنے آپ کو ہمارے بازوؤں سے چھڑا کر زمین پر بیٹھ دیا۔ ہم نے اُستاد کو اپنے بازوؤں کا سہارا دے کر اُن کے کمرے تک پہنچا دیا۔

''اہالیانِ عرفہ گروہ در گروہ اُستاد کی زیارت کو آنا شروع ہو گئے۔ مگر حفاظتی قوتیں ہمیں فی الفور واپس بھیج دینا چاہتی تھیں۔

''بدیع الزّمان کے عرفہ سے واپس بھیج دیئے جانے کی خبر پا کر پانچ چھ ہزار افراد ہوٹل کے سامنے جمع ہو گئے۔ اِس صورتِ حال کو دیکھ کر ہم بھاگے بھاگے ہسپتال پہنچے۔ بڑے ڈاکٹر کو درخواست دی کہ اُستاد مزید سفر کرنے کے قابل نہیں ہیں اُن کا ڈاکٹری معائنہ کرایا جائے۔ بدیع الزّمان کا معائنہ کرنے والے ڈاکٹر نے کہا: 'آپ کیسے اِتنی ہمت کر کے یہاں تک آئے ہیں۔ ان کو تو چالیس درجے بخار ہے۔ اِس حالت میں یہ کہیں بھی نہیں جا سکتے۔ آپ کل نو بجے آئیں تو ان صاحب کو میڈیکل کمیٹی کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے گا۔ اِس حالت میں یہ کسی جگہ جانے کے قابل نہیں ہیں۔' یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر نے ہمیں تسلی دی۔

Marfat.com

اُستاد لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے بلب پر اس خیال سے رومال لپیٹ کر روشنی کم کر دی کہ اُستاد روشنی کے باعث بے آرام نہ ہوں۔ ایک مرتبہ استاد نے اچانک میری گردن پکڑ لی۔ میں استاد کے بازو دبا رہا تھا۔ اُستاد اپنے بازو میری گردن کے گرد لپیٹ کر نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ میں نے اس خیال سے اسٹوو جلا دیا کہ استاد سو رہے ہیں۔ میں استاد کی پائینتی کی طرف جا کر ان کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ بھائی جان بھی آ جائیں گے تو سحری اکٹھے کھائیں گے۔

آہ، مجھے کیا خبر تھی کہ استاد عالمِ ابدی کو انتقال کر چکے ہیں۔ انہوں نے اس فانی دنیا سے اپنی آنکھیں موند لی تھیں۔ میرے ذہن میں تو خیال بھی نہیں آیا تھا، کیا جانوں۔ استاد کے فوت ہونے کا خیال ذہن میں نہ آنے کے باعث میں یہی سمجھتا رہا کہ وہ سو رہے ہیں.......

ہم میں سے کسی کو بھی کبھی اس قسم کے حادثے کا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ زبیر بھائی جان نے کہا: 'عرفہ میں ایلازغ والے عمر آفندی رہتے ہیں، چلو انہیں اطلاع دیں۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں'۔ چنانچہ ہم نے اُنہیں خبر بھیجی اور وہ آ گئے۔ استاد کو دیکھتے ہی انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیہِ رَاجِعُوْن پڑھی اور بولے: 'میرے بھائیو! استاد فوت ہو گئے ہیں'۔

حفاظتی محکمے کے ڈائریکٹر نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا استاد وفات پا گئے ہیں یا نہیں ایک ڈاکٹر بھیجا۔ ڈاکٹر آیا اور اس نے استاد کا معائنہ کیا اور بولا: 'اللہ اللہ! انہیں تو بہت تیز بخار تھا'۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: 'کیا کوئی آئینہ ہے یہاں؟' میں آئینہ لایا تو ڈاکٹر نے اسے استاد کے منہ کے قریب رکھا۔ مگر جب دیکھا کہ سانس نہیں آ رہا تو بولا: ہاں! استاد وفات پا چکے ہیں۔ مگر بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ ان کا جنازہ جلدی اٹھا لیا جائے۔ اسے تھوڑی دیر پڑا رہنے دیں۔ مجھے کچھ شک پڑ رہا ہے۔' بعد میں ڈاکٹر نے اپنی رپورٹ

Marfat.com

لکھ کر امن و امان کے محکمے کے سپرد کر دی۔ دراصل ہم بھی نہیں چاہتے تھے کہ ان کا جنازہ جلدی اٹھالیا جائے۔ اسی عرصے میں میراث سے متعلقہ جج آ گیا۔ اس نے استاد کی گھڑی، جُبے، جائے نماز اور پگڑی جیسی اشیاء کی فہرست تیار کی اور فیصلہ کیا کہ یہ سب اشیاء استاد کے بھائی کے حوالے کر دی جائیں۔

استاد کے جسدِ خاکی کو درگاہ میں ہی غسل دینا ممکن تھا۔ اُنہیں مُلا عبدالحفیظ آفندی نے غسل دیا (جو عرفہ کے بڑے مشہور اور محبوب علماء میں شمار ہوتے تھے۔) مُلّا عبدالحفیظ آفندی کا تعلق شافعی فرقہ سے تھا۔ غسل دینے میں اُستاد کے خِدمت گزار زبیر بھائی جان، حُسنوُ بھائی، عبداللہ بھائی جان، خلوصی بھائی جان اور ہم سب نے مل کر اُن کی مدد کی۔ وہاں سے ہم لوگ اُستاد کے لئے ختم قرآن کے لئے علوُ جامع مسجد گئے۔ جنازہ بھی ساتھ لیتے گئے۔ اُس رات اُستاد کا جنازہ مسجد میں ہی رہا۔ دیار باقر، ایلا زِغ، ماراش، غازی آنتپ، ادانہ، اور عرفہ کے گرد و نواح کے صُوبوں، ضلعوں، تحصیلوں اور دیہات سے آنے والے پُر ہجوم مجمعے نے وہاں صبح تک قرآن خوانی کی۔ جنازہ جمعے کے روز اُٹھایا جانا تھا مگر پھر اِس خیال سے کہ عرفہ میں لوگوں کا بہت بڑا اژدھام ہو جائے گا، یہ پروگرام بدل دیا گیا۔

پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ نمازِ جنازہ جمعرات کے روز نمازِ عصر کے بعد ادا کی جائے گی' اور جمعرات کو ہی عصر کی نماز کے فوراً بعد نمازِ جنازہ ادا کر دی گئی جس میں عرفہ کے گورنر اور بلدیہ کے میئر نے بھی شرکت کی۔

''ایک روز اُستاد نے مجھ سے کہا تھا کہ تم میری قبر پر پہرہ دیا کرو گے۔ اُستاد کی وفات کے بعد میں عرفہ میں قیام پذیر ہونا چاہتا تھا مگر میرے بڑے بھائیوں نے اسرار کیا کہ کم از کم ہم میں سے ایک تو اِسپارٹا میں رہے۔ میں واقعی عرفہ میں رہنا چاہتا تھا مگر زبیر بھائی جان نے مجھے کہا: 'میرے بھائی' اُستاد نے مجھے بھی اپنی قبر پر پہرہ دینے کو کہا تھا۔ فی الحال میں یہاں رہ جاتا ہوں

Marfat.com

کیونکہ میں بیمار بھی ہوں ۔تم اِسپارٹا چلے جاؤ۔' چنانچہ چند روز بعد جیلان بھائی جان، سنگرُ بھائی، حُسنؤ بھائی اور طاہری بھائی جان کے ساتھ ہم اُسی گاڑی سے جس میں اُستاد کو عرفہ لے کر آئے تھے اِسپارٹا چلے گئے۔"(۱۱۹)

٦۔ بدیع الزّمان کی وفات کے بعد

وہ میرا بوسیدہ مزار

بدیع الزّمان نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد لوگ اُن کی قبر کو پہچان سکیں۔ اپنی اِس خواہش کا ذکر اُنہوں نے بار ہا اپنے کئی شاگردوں سے کیا تھا: "یہ ضروری ہے کہ میری قبر کسی نہائت خفیہ جگہ پر ہو اور میرے ایک دو طلباء کے سوا کسی دوسرے شخص کو اُس کا پتہ نہ چلے۔ یہ میری وصیت ہے۔ کیونکہ جو حقیقت مجھے دنیا میں صحبت میں رہنے سے منع کرتی ہے وہی حقیقت مجھے مرنے کے بعد اِس کام سے بھی منع کرتی ہے۔"

اس پر زبیر بھائی جان اور جیلان بھائی جان نے اُن سے دریافت کیا:

"قبر پر زیارت کے لئے آنے والے وہاں فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور یوں نیکی کماتے ہیں۔ معلوم نہیں آپ کی قبر کی زیارت کرنے سے منع کرنے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟"

اُستاد نے اِس کا جواب یوں دیا:

"جس طرح پرانے زمانے کے فرعون دُنیاوی شان وشوکت اور عزت کی خاطر بت، تصاویر اور مَمیوں کے ذریعے اِنسانوں کی آنکھوں کو اپنی طرف مبذول کراتے تھے، آجکل کے دہشتناک زمانے میں بھی خودغرضی اور خود پسندی کے عطا کردہ نشے میں مجسّمے، تصاویر اور اخبارات کے ذریعے دنیا کی نظروں کو مکمل طور پر اپنی طرف مبذول کرانے اور اُخروی مستقبل سے زیادہ دُنیاوی مستقبل کے متعلق سوچتے رہنے کے ساتھ پرانے زمانے میں بتوں کی زیارت کرنے کے مقابلے میں اہل جہان کا کچھ حصہ اِس حقیقت کی مخالفت کرتے ہوئے مُردوں کی دنیاوی شان و

Marfat.com

شوکت اور عزت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور ان کی قبروں کی زیارت کرتا ہے' میں رسالہءِ نُور کے لئے اپنے زیادہ سے زیادہ اخلاص کو شکستگی سے بچانے کی خاطر اُس اخلاص کے بھید کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ میری قبر کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتایا جائے۔ جہاں تک فاتحہ خوانی کا تعلق ہے تو وہ آپ خواہ مشرق میں جا کر کریں یا مغرب میں، آپ کے پڑھے ہوئے فاتحہ کا ثواب متعلقہ رُوح تک پہنچ جاتا ہے'۔

'وہ حقیقت جو مجھے دُنیا میں صحبت سے منع کرتی ہے میری وفات کے بعد بھی اس شکل میں مجھے (ثواب کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ دنیاوی نقطۂ نظر سے) منع کرنے پر مجبور کرے گی۔'' اس مسئلے پر جیلان بھائی جان اور ہم نے (یعنی بیرام یکسیل نے) قلم اُٹھایا تھا جس پر اُستاد نے فرمایا تھا کہ جس طرح حضرت علی کی قبر مخفی ہے اِسی طرح میری قبر بھی مخفی ہی رہے۔''

حالانکہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ وہ بدیع الزّمان جن کا ہزار ہا اِنسانوں کی نظروں میں ایک مقام بن چکا تھا ان کی قبر مخفی رہ جاتی؟ مگر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اِنقلاب پسندوں نے نادانستگی میں بدیع الزّمان کی وصیّت پر عملدرآمد کر دیا۔ وہ اپنا ظلم ان لوگوں پر بھی ڈھاتے پھر رہے تھے جو زیرِ زمین دفن تھے۔ اس سلسلے میں تقدیر کے حکم سے وہ اُستادِ عظیم کے حکم پر نادانستگی میں ہی عمل کر گئے۔ ۲۷ مئی ۱۹۶۰ کے اِنقلاب میں جمہوری پارٹی کی حکومت کے اراکین یاسی آدا جزیرے پر قید کر دیئے گئے تھے۔ ترکی کی حکومت پر قومی اِتحاد کمیٹی نے قبضہ کر لیا تھا۔

اس کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ بدیع الزّمان کی قبر اس کے موجودہ مقام سے منتقل کر دی جائے۔ ایک روز آدھی رات کے وقت آہنی ہتھیاروں اور بڑے بڑے ہتھوڑوں سے اُنہوں نے مرمر کا مزار توڑ پھوڑ دیا۔ اس شکستہ مزار کے اندر بدیع الزّمان کی نعش تروتازہ حالت میں برآمد ہوئی۔ اُن کا تابوت ایک فوجی طیارے میں رکھ کر ان کے بھائی عبدالمجید کے ہمراہ افیون میں اتارا گیا۔ وہاں سے رات کے اندھیرے میں یہ تابُوت کسی فوجی گاڑی پر لاد کر اِسپارٹا کی طرف کسی

Marfat.com

نامعلوم مقام پر لے جایا گیا اور وہاں اِسے دوبارہ سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اسی رات عبدالمجید اُنلُو گل کوان کی قونیہ کی رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا۔' (۱۲۰)

بدیع الزّمان کی قبر تا حال مخفی ہے۔ اُن کی تصانیف کے آخر میں دستخطوں کی بجائے'' الدّاعی'' کے عنوان سے تحریر شدہ الفاظ میں اُنہوں نے بہت عرصہ پہلے ہی یہ خبر لکھ دی تھی کہ اُن کا مزار گرا دیا جائے گا۔

الدّاعی (۱۲۱)

۱۹۲۱ میں پہلی بار شائع ہونے والی کتاب ''لمحات'' میں اُستاد کے چند شعر درج ہیں جن سے یوں لگتا ہے جیسے اُنہوں نے اپنے کان کسی غیب کی آواز پر دھرتے ہوئے یہ شعر لکھے ہیں۔ مختصراً اِن پُر اسرار سطور کے معنی یہ ہیں:

''اُس کا ایک ویران مزار ہے جس میں اسّی سال کے اختتام پر وہ اپنے گناہوں سمیت ڈھیر ہو جائے گا۔ وہ ۱۳۷۹ ہجری میں وفات پا کر ۱۳۸۰ میں اپنے سنگِ مزار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی حالتِ زار پر آنسو بہائیں گے۔ (ان سُطور میں اُن مظالم کی طرف بھی اِشارہ ہے جو اِنقلاب لانے والے لیڈر عوام پر ڈھائیں گے۔) مُردوں کی پُر اَلم صداؤں میں گھِرے یہ مزار اور ان مزاروں کے ٹوٹے پھوٹے پتھر اپنے آخرت کے سفر پر رواں دواں ہیں۔ مگر انہیں اِس بات پر پورا یقین ہے کہ مستقبل قریب میں براعظم ایشیا کے زمین و آسمان اپنے آپ کو اسلام کے حوالے کر دیں گے، اسلام کہ جو اِنسانیت کو حفاظت اور اعتماد بخشے گا۔''

وصیت اور میراث

میں اِس وصیت کا اعلان اپنے عام دوستوں اور نور بھائیوں کی خاطر کر رہا ہوں:

مَیں بذاتِ خُود اپنے فرائضِ نوری ادا کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اور شاید اب اِس

Marfat.com

کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ اور پھر کئی بار زہر دیئے جانے کے باعث بہت زیادہ بڑھاپے کے اِس عالم میں، بیماریوں سے بھری اِس زندگی میں مزید زندہ رہنے کی اب مجھ میں سکت بھی باقی نہیں رہی۔ اور جس موت کا میں خواہش مند ہوں اگر وہ میرے ہاتھ نہیں آتی تو پھر بھی میں اپنی ظاہری زندگی میں اب مُردوں سے کچھ کم تو نہیں ہوں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میں یہ وصیت سُپردِ قلم کر رہا ہوں۔

مَیں خالق رحمٰن ورحیم کا بے حد شُکر گزار ہوں کہ آج سے ساٹھ ستّر سال پیشتر خلاف معمول، علم (خاص کر علمُ الایمان) حاصل کرنے کے لئے دوسروں کے سامنے مدد کے لئے ہاتھ پھیلائے بغیر، اور نہائت غُربت کے باوجود پرانا سعید یہ کوشش کرتا رہا کہ اپنے طلباء کو بچپن اور جوانی کے زمانے میں اپنے پلّے سے وظائف ادا کرتا رہے۔ اُس نے ایک مختصر سے عرصے کے لئے ہی سہی، صرف پانچ طلباء کو یہ وظائف دینے کی حامی بھری۔ پھر باقی طلباء میں سے بھی کبھی بیس کبھی تیس طالب علموں کو بھی وظیفے دیئے۔ مگر اُن طلباء کو ایسی کوئی مجبوری نہ تھی کہ وہ تعلیم کو اپنا ذریعۂ معاش بنا لیتے۔ وہ لوگ قناعت اور کفائت شعاری کی مدد سے کامیابی سے گزر اوقات کرتے رہے۔ اُسی طرح اب بھی پُرانے سعید نورسی کی طرح خود رسالۂ نُور نے اپنی نشریات کی آمدن سے اپنے حقیقی طلباء کے تمام وظائف ادا کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ خیال رکھتے ہوئے کہ اُن کے انتہائی خلوص کو چوٹ نہ پہنچے، رسالۂ نُور کے طلبائے خاص، خصوصاً وہ جن کے پاس اپنا نان نفقہ کمانے کا کوئی اور وسیلہ نہیں ہوتا اُن کے تمام اخراجات رسالۂ نُور کی طرف سے برداشت کیے جاتے ہیں۔ رسالے کی فروخت ہونے والی پانچ جلدوں میں سے ایک جلد سے حاصل ہونے والی آمدنی رسالۂ نُور کے اپنے حق کے طور پر الگ کر دی جاتی ہے اور اِس سے اتنا سرمایہ حاصل ہو جاتا ہے جو پچاس ساٹھ طلباء کو ہر ماہ ادائیگی کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ اس سرمائے میں میرا (یعنی مجھ سعید بیچارے کا) کوئی حصہ نہیں ہے۔ رِسالۂ نُور کے اس معنوی جشن کا وسیلہ صرف رسالے کی

Marfat.com

اپنی گرانقدر حیثیت ہے اور اس کے شاگردوں کی ذاتِ معنوی کی کمال وفاداری ہے۔

اب میں اپنے تمام طلباء میں سے اُن چار پانچ طلباء کو اپنا وکیل مطلق مقرر کر رہا ہُوں جنہیں نہائت عمدہ تو نہیں کہا جا سکتا مگر جو میرے بہت قریب ہیں اور نور کی خدمت کر رہے ہیں، جو میرے طرزِ عمل سے پوری طرح واقف ہیں اور جو میرا بڑے قریب سے مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ اگر میں فوت ہو جاتا ہوں، یا زندہ ہوتے ہوئے لاشعوری کے عالم میں چلا جاتا ہوں، تو یہ طلباء رسالہ جاتِ نور کے لئے میری خدمات کے طرزِ عمل کو جانتے ہوئے بالکل میری طرح ان خدمات کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ فی الحال اِن طلباء میں سے طاہری، سنگر، جیلان، خسرؔو اور ایک دو اور آدمیوں کو میں وکیل مُطلق مقرر کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اب رِسالۂ نُور کی فروخت سے جو آمدن ہوتی ہے وہ رِسالۂ نُور ہی کی ملکیت رہتی ہے۔ سعید بھی ایک خدمتگار ہے۔ جب تک زندہ ہے وہ بھی اپنا وظیفہ لینے کا حقدار ہے۔ مگر اِن دنوں مجھے اپنی مَوت بہت ہی نزدیک نظر آنے لگی ہے۔ میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ چھ ریاستوں میں موجود پچاس ساٹھ طلباء کا دو تین سال کے لیے نُور کے بجٹ سے وظیفہ مقرر کرتا جاؤں۔ مگر پھر میں نے اس خیال سے اپنا ارادہ ترک کر دیا کہ کہیں اُن طلباء میں سے بعض اپنی ذاتی مجبوریوں کے باعث اپنی طالب علمانہ خدمات کو ہی خیر باد نہ کہہ دیں۔ اب میں نے اپنی وصیت لکھ دی ہے۔ (۱۲۲)

بدیع الزمان کی وفات کے بعد عدالتِ وراثت کی جانب سے کی جانے والی کاروائی درج ذیل ہے:

وارثت کی کاروائی

تُرکیہ جمہُوریت

عرُفہ

Marfat.com

عدالتِ وراثت نمبر۱/۱۹۶۰

ورثے کی تصدیق کا ریکارڈ

جج: ائزدیمر ترکیر ۱۲۰۹۶

محرر: ابراھیم دیدے شاہ

C.M.U کی ۲۳ مارچ ۱۹۶۰ کی تحریروں میں اِیپک پیلس ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۰ میں مقیم سعید نُورسی کے ۲۳ مارچ ۱۹۶۰ کو قدرتی مَوت سے ہمکنار ہونے کی اِطلاع ملنے کے بعد مسمّی کے لاوارث ہونے کے باعث اُن کی ملکیت میں پائی جانے والی اشیاء کی تفصیل معلوم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ عدالت محرر ابراہیم دیدے شاہ اور نقیب سمی دُر کے ہمراہ متوفی کی قیام گاہ اِیپک پیلس ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۰ میں آئی ہے۔

متوفی کے ہمراہ رہائش پذیر زبیر گیُن دز آلپ، حسُو بائرام، اور بائرام یکسیل نے سعید نورسی کی ملکیت کی اشیاء دکھائیں۔

اشیاء کی قیمت لگانے کے لیے ماہرِ موضوع کے طور پر جمال چاپرُ کا انتخاب کیا گیا۔

ماہرِ مَوضوع جمال چاپرُ ولد داؤد، سنِ پیدائش ۱۹۲۸، عرفہ میں برے جک کے مرکزی محلے کی ۴۸ نمبر دکان میں تجارت کے پیشے سے منسوب ہے۔

ماہر موضوع: (کے مطابق) متعلقہ اشیاء کی جنس اور قیمت مندرجہ ذیل ہے۔

لاجوردی رنگ کے گبرڈین کپڑے سے بنا ہوا جبہ:

	ایک عدد	۴۰۰۰	قروش

کاٹن کے استر والی شلوار:

	ایک عدد	۲۵۰۰	قروش
جائے نماز	ایک عدد	۱۵۰۰	قروش

Marfat.com

اومیگا مارکہ جیبی گھڑی جس کے ہندسے رومن الفاظ میں لکھے ہوئے ہیں اور جس کے پیچھے ریل گاڑی کی تصویر بنی ہوئی ہے اور جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہے، چالو حالت میں: ۲۵۰ سے ۳۰۰ قروش

قطب نما، چالو حالت میں		۱۰ لیرے
کاٹن کا چوغہ		۱۵ لیرے
ایک جوڑا سفید اونی جرابیں		۲ لیرے
مختلف رنگوں کے رومال	۳ عدد	۱۰۰ قروش
سبز رنگ کی پگڑی والا گلاہ		۳۰۰ قروش
سوتی جائے نماز		۱۰ لیرے
اونی تکیہ		۵ لیرے
سوتی تکیہ		۵ لیرے
چھوٹا لحاف		۳۵ لیرے
تھرماس اوریجنل مارکہ		۵ لیرے
جستی لوٹا		۵ لیرے
چھتری		۷۵۰ قروش
ٹین کی چلمچی (چھوٹی)		۷۵۰ قروش

گلاہ، ۲ عدد کیمبرک کی قمیصیں، جانگیہ، رومال، کمر کی پرانی سوتی پٹی

۵۰۰ قروش

سو سالہ زندگی کے بعد پیچھے چھوڑی جانے والی ایک دنیا جس سے صرف ایک ٹوکری ہی بھری جا سکے، مگر ایک دعویٰ جس کے بازوؤں میں پوری کائنات سما جائے۔ یہ تھی وہ جمع شدہ پونجی

Marfat.com

جو اُنہوں نے پیچھے چھوڑی۔

''میں حکومت جمہوریہ کے تمام اراکین، بلکہ ساری دنیا کی اطلاع کے لئے اِعلان کرتا ہوں کہ:

قرآن حکیم کی حقیقت کے بھید اور اس کے اعجاز کے طلسم سے، میرا اور رسالہِ نور کا پروگرام اور مسلک، اور ہماری تحریک کا مقصد جس کے لئے ہم عملاً کام کرتے رہے ہیں، اور جس کا پھل ہم پا چکے ہیں، یہ تھا کہ ایمانِ تحقیقی کے ذریعے بیچارے لوگوں کو موت کی ابدی پھانسی سے بچایا جائے، اور اس مبارک قوم کو بھی ہر طرح کی طوائف الملوکی سے محفوظ رکھا جائے۔'' اللہ (عزّ وجل) ہم پر اپنی رحمت برسائے اور ہمیں اس عظیم اُستاد کو صحیح معنوں میں سمجھنا نصیب کرے۔ آمین!

☆ .... ☆ .... ☆

Marfat.com

''دعا''

''اے میرے رب، اور اے رَبُّ السّمٰوات وَالارض'(آسمانوں اور زمینوں کے ربّ)' اے میرے خالق اور خالقِ کُل شئے (ہر چیز کے خالق)، آسمانوں کو ستاروں سمیت اور زمین کو جو کچھ اُس کے اندر ہے اُس سمیت، اور ساری مخلوقات کو اُن کی تمام خصوصیات سمیت مُسخّر کرنے والی اپنی طاقت، اپنے اِرادوں، اپنی حِکمت اور حاکمیّت اور رحمت کے حق کی خاطر میرے نفس کو بھی میرے لیئے مُسخّر کر دے! میرے مطلوب کو بھی میرے لئے مُسخّر کر دے! انسانوں کے دلوں کو رِسالۂ نور کے لئے مُسخّر کر دے تا کہ وہ قرآن اور ایمان کی خدمت کر سکیں! اور مجھے اور میرے بھائیوں کو ایمان کاملِ عطا کر اور ہماری عاقبت کو سنوار دے۔ اور جس طرح تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیئے سمندر کو، حضرت ابراھیمؑ کے لئے آگ کو' حضرت داوٗد کے لیئے پہاڑ اور لوہے کو' حضرت سُلیمان کے لیئے جِنّوں اور انسانوں کو، حضرت محمد ﷺ کے لئے چاند اور سورج کو مُسخّر کیا تھا، اِسی طرح رِسالۂ نُور کے لئے دِلوں اور دماغوں کو مُسخّر کر دے!...... اور مجھے اور رِسالۂ نُور کے طلباء کو نفس اور شیطان کے شرّ سے، قبر کے عذاب سے اور جہنم کی آگ سے محفوظ رکھنا اور ہمیں جنتُ الفردوس میں خوش وخرّم رکھنا! آمین، آمین، آمین!........''۔۔۔ سعید نُورسی

☆:::::::::::::::::☆:::::::::::::::::☆

Marfat.com

اختتام

بدیع الزمان سعید نورسی گزشتہ صدی کی ان شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ موضوعِ تذکرہ رہتے ہیں۔ یوں نظر آتا ہے جیسے یہ عظیم اِنسان جس نے اپنی تقریباً صد سالہ زِندگی ساری کی ساری تفکر اور آئیڈیل پر قربان کردی، وہ آئندہ ایک سو سال کے لیئے بھی موضوعِ بحث بنا رہے گا۔

بدیع الزمان اپنی زندگی کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اُن کے اپنے بیان کے مطابق ''سعیدِ ماضی'' سلطنتِ عثمانیہ کے آخری دور کا سعید تھا۔ اِس دور میں وہ عوام کی معاشرتی سطح کو بلند کرنے میں اور مدارس کی اصلاح کے معاملے میں گہری دلچسپی لیتا رہا۔ بدیع الزمان کی یہی خواہش رہی ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں، سائنسی اور دینی تعلیم ایک ساتھ دی جانی چاہیئے کیونکہ یہ قوم کی ماڈی اور معنوی ترقی کی پہلی شرط ہے۔

ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ لوگوں کی ایسے طریقے سے پرورش کی جائے کہ وہ پختہ کار بن جائیں' اُن میں ذاتی کاموں کا بیڑہ اُٹھانے کی جُرأت اور آزادی کی خواہش پیدا ہو، اور وہ مشاورت کو اہمیت دیں۔ وہ اِس عادت پر سختی سے تنقید کرتے ہیں کہ کوئی یہ کہتا پھرے ''مُجھے کیا، جو ہوتا ہے ہوتا رہے'' یا یہ کہ ''مجھے نہیں معلوم، میرے مالک سے پوچھو۔''

اِن سب باتوں کے علاوہ وہ بذاتِ خود عثمانی دارالسلطنت میں آکر آزادی کی تحریک کو مثبت طریقے سے صحیح راہ پر ڈالنے کے لیئے جدوجہد کرتے رہے۔

یورپ سے سائنس اور ٹیکنالوجی درآمد کرنے کی حوصلہ افزائی کرنے کے ساتھ ساتھ وہ

Marfat.com

سماجی زندگی اور نظامِ نظم ونسق میں کی جانے والی اِختراعات کے لیئے قرآن کو بنیاد بنانے کا دفاع کرتے رہے۔ وہ معاشرے میں خواہ مخواہ کی فضول خرچی اور اسراف کے خلاف متعلقہ حلقوں کو سختی سے آگاہ کرتے رہے۔

(پہلی) جنگِ عظیم شروع ہوتے ہی وہ بھاگم بھاگ محاذ پر جا پہنچے۔ افسوس کہ سلطنتِ عُثمانیہ کے ساتھ ساتھ سعید ماضی کو بھی مجبوراً تاریخ کے اِس منظر سے پیچھے ہٹنا پڑا۔

اُستاد، جو کہا کرتے تھے: ''پرانی حالت محال، یا نئی حالت اور یا پھر اضمحلال (بربادی)'' وہ ایک ہی لمحے میں اپنے آپ کو ایسے عوام کے رُوبرُو پانے لگے جو اپنے سارے ماضی سے، اپنے طور طریقوں کے سارے ڈھانچے سے، ذوق وشوق سے، اعتقادات، علوم اور ترجیحات سے ہاتھ دھو چکے تھے۔ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے معاشرے کے روبرُو دیکھنے لگ گئے تھے جس کا ماضی کا پہلو نہ ہونے کے برابر تھا۔ اب انہوں نے ہر شے کو نئے سرے سے تعمیر کرنا تھا۔ ان کا ہدف اب بھی انسان ہی تھا۔ وہ اکیلے تھے۔ اس پر طرّہ یہ کہ اب اُنہیں جلا وطنی میں یا پھر قید میں زندگی گزارنی تھی۔ اِن حالات میں انہوں نے انسان کو اپنی تاریخ اور اپنے انسانی فرائض پر یقین رکھنے کا درس ایک بار پھر نئے سرے سے دینا تھا۔ اسے اس بات کی تلقین کرنی تھی کہ اُسی نے دنیا کو ایک نئے سانچے میں ڈھالنا ہوگا جس کے لئے اسے اپنے اندر ایک نئی روح اور طاقت پیدا کرنی ہوگی۔ یورپی تہذیب وتمدن کے مقابلے میں گم گشتہ اہل اِیمان انسان کو دوبارہ جیتنا تھا۔ اور صرف یہی نہیں، انہیں اپنی ان سب کاروائیوں کا قدم قدم پر حساب بھی دینا تھا۔ انہیں حق کی بات کرنی ہوگی، حقوق کی بات کرنی ہوگی اور کبھی بھی، کسی سے بھی کسی چیز کا مطالبہ کیئے بغیر ہمیشہ دوسروں کو دینا ہی دینا ہوگا، قربانی دینی ہوگی۔ ناراضگی اور غصے کے بغیر بس بتانا ہوگا، اور بتاتے ہی جانا ہوگا۔

آخرِ کار تیس سال تک جاری رکھی جانے والی جدوجہد کے بعد اُنہیں اِس بات میں

Marfat.com

کامیابی حاصل ہوئی کہ وہ دِلوں میں گھر کر سکتے، صاحبِ عقل لوگوں کو قائل کر سکتے، اور اپنی آواز دوسروں کے ضمیروں تک پہنچا سکتے۔ ان کے نشر کیے ہوئے قرآن کے نور کے مقابلے میں کُفر، مادّیت اور فضولیات کے اندھیرے چھٹ گئے اور اپنی جگہ ایمان کی روشنی پیچھے چھوڑ گئے۔ سعیدِ نورسی اُس تیس سالہ دور میں گزشتہ ایک ہزار سال کے بہتانوں کا شکار بنے مگر اُنہوں نے صدیوں کی تہذیبوں سے بھی اعلیٰ قرآنی تہذیب دنیا کے سامنے لا کھڑی کی۔

اُنہوں نے اپنی زندگی کا آخری دس سالہ دَور کہ جسے وہ سعیدِ سوئم کا دور کہتے ہیں، اپنے اندرونی عالَم میں، ساری دنیا سے دور، بہت دور، روحانی فیضان کی چوٹی پر، عالمِ معنوی کی وُسعتوں میں گزارا۔ اب وہ عالمِ اسلام کی سرزمین پر اپنے بوئے ہوئے بیجوں کے پھوٹنے اور پھل دینے کی بہار کا اِنتظار کرنے لگے۔

اُن کی بیرونی دنیا کا رُخ اب بھی انسانیت ہی کی طرف تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ ایک ایسی ایماندار معاشرتی حیات دیکھ سکیں جو ایسے اِنسانوں پر مشتمل ہو جو اپنے حقوق اور آزادیوں سے آگاہ ہوں، اور جو اِن حقوق اور آزادیوں کو قانون کی حدود میں رہتے ہوئے اِستعمال کریں۔ وہ اہلِ اِقتدار ہستیوں کو آگاہ کرتے رہے کہ قرآن کے جس نور کو یہ پھیلاتے رہے ہیں اُس نور پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹا دیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ماضی سے حال تک آنے والی عزّت و وقار کی لہر کی ایک بار پھر باشعور طریقے سے نمائندگی ہو اور ایک ایسا روشن مستقبل آ جائے جس میں عالمِ اِسلام متحد ہو۔

اپنی سو سالہ زندگی کے آخر میں وہ اُن لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں جو اُنہیں سمجھ نہ سکے، یا وہ جو اُنہیں اپنی خام خیالیوں کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے اُن سے دشمنی پر اتر آئے ہوں۔ وہ اُن سب لوگوں کو، اور ہر ایسے شخص کو معاف کر دیتے ہیں جس نے اُن پر ظلم و ستم ڈھائے، اُنہیں شکنجوں میں رکھا، اُنہیں زہر دیا، اُنہیں شہر شہر اور قصبہ قصبہ شہر بدر کیا۔ اُن کی خواہش تھی کہ تمام

Marfat.com

انسانوں کو، اسلام کی اقلیمِ معرفت میں اپنے سینے سے لگالیں۔ اُن کی آخری اِمانت یہ الفاظ ہیں: ''میرے دوست میرے ساتھ کی گئی زیادتیوں کا انتقام نہ لیں۔''

ایسی زندگی گزار کر، تمام انسانی آرزؤں کے لئے ایک جواب چھوڑ کر وہ اپنے عالمِ اُخروی کے سفر پر نکل جاتے ہیں۔

اِس عاجزانہ تحقیقی مطالعے کے نتیجے میں جس بدیع الزّمان کو ہم نے دیکھا، وہ ہر شے سے پہلے حقوق کا حامی انسان تھا۔ بدیع الزّمان جو حقوق پر مبنی منطق کے معاملے میں اپنے ہم عصر معاشرے سے بہت آگے تھے، جو مشروطیت سے لے کر موجودہ زمانے تک تقریباً ہر دَور میں حقوق کی برتری کا دفاع کرتے رہے ہیں۔

کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بدیع الزّمان ایک ایسے لیڈر تھے جن کا مقام حقوق کے معاملے میں بہت بلند تھا۔ ان میں سے چند مثالیں یہ ہیں:

اُن کا ایک ایسی جدوجہد میں مصروف رہنا جس کا مقصد معاشرے کے لئے بنیادی انسانی حقوق کے لازم ہونے کو قبول کروانا تھا۔ ان کا ۱۹۱۰ کی دہائی کے اوائل سے ہی اس بات پر زور دینا کہ حقوق کے معاملے میں مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے کے مُساوی ہیں۔

آج یورپ کے لوگوں کے چوٹی کے مسائل میں سب سے اہم مسئلہ فرد کے خود اپنے خلاف ارتکاب جُرم کی روک تھام ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت یوں کی جاتی ہے: ''اصل آزادی وہ ہے جس میں فرد نہ خود اپنے آپ کو اور نہ ہی کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے۔'' اِس اصول کی روشنی میں (ترکی) میں ایک پارٹی سسٹم کے دور میں ایسے قانون پیش کرنا جیسے: ''ایک شخص کی غلطی کی ذمہ داری کسی دوسرے شخص پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اس کے لئے اس کے بیوی بچوں اور عزیز و اقارب پر ظلم نہیں کیا جاسکتا۔'' ''ایک بے گناہ انسان کی جان دوسروں کے لئے، خواہ وہ ساری دنیا کے لئے ہی کیوں نہ ہو، قربان نہیں کی جاسکتی۔'' ایک ایسے دَور میں جب دیندار لوگوں کو رجعت

Marfat.com

پسند قرار دینے کی خواہش عام تھی یہ کہنا کہ ''اصل رجعت پسندی یہ ہے کہ انسان کو وحشت کے دور کی لادینیت کی طرف موڑ دیا جائے''۔ اور پھر ایک غیر مذہبی ریاست میں حکومت کی توجہ اُس کے فرائض کی طرف مبذول کراتے ہوئے اس اصول کا دفاع کرنا کہ ''جس طرح بے دین لوگوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کی جاتی اُسی طرح لازم ہے کہ اپنی آخرت سنوارنے کے لئے کوشاں دیندار لوگوں کے معاملات میں بھی دخل اندازی نہ کی جائے۔'' اور پھر اس خیال کا اظہار کرنا کہ سرکاری ملازمین کا کام عوام پر حکم چلانا نہیں بلکہ اُن کی خدمت کرنا ہے۔

اس پہلو سے منطقِ حقوق کی قبولیت اور جمہوری روایات کے قیام کے سلسلے میں رسالہ جاتِ نُور خاصے موثر ثابت ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں جو اصول وضع کیئے گئے ہیں وہ معاشرے کی اکثریت اور پبلک سیکٹر کے مابین چپقلشوں کو کم سے کم کرنے اور بہتر تعلقات کی بنیاد رکھنے میں مشعلِ راہ کا کام کر رہے ہیں۔

ختم شُد

☆☆☆

Marfat.com

حواشی

۱) شاہین ایرنجم الدین، نُورس یولُو، ینی آسیایا ینلیری، اِستنبول ۱۹۷۷، صفحہ ۶۸۔

۲) بادللی عبدالقادر، بدیع الزمان سعید نُورسی، مُفصل تاریخِ حیات، اِستنبول ۱۹۹۸، جلد ا، صفحہ ۱۷۔

۳) بدیع الزمان، سکّہ ءتصدیقِ غیبی، صفحہ ۴۸۔

۴) بدللی عبدالقادر کی متذکرہ بالا کتاب، جلد نمبر ا، صفحہ ۷۸۔

۵) بدیع الزمان، سِکہ ءتصدیقِ غیبی، صفحہ ۱۴۲۔

۶) شاہین اَیرَ، نجم الدین، بدیع الزمان سعید نورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ، ینی آسیایا ینلیری، استنبول ۱۹۷۹، صفحہ ۵۲۔

۷) یہ ایک خاصا جدید تصوّر ہے۔ایک دیہاتی بچہ جوبیس گھروں والے ایک گاؤں میں پیدا ہوا ہو اُس کے ذہن میں پیدا ہونے والے اِس تصوّر کو اور تبدیلیوں کی تہ میں جو نفسیاتی حقائق پنہاں ہیں اُنہیں صحیح معنوں میں بیان کرنا بعیداز امکان ہے۔(دیکھئے: ماردن شریف، بدیع الزمان سعید نورسی اولائی، اِلیتشم یاینلیری، استنبول ۱۹۹۲، صفحہ ۱۱۴)

۸) بدیع الزمان، مُختصر تاریخِ حیات، صفحہ ۳۴۔۳۲

۹) بدیع الزّمان، مختصر تاریخِ حیات، صفحہ ۳۸۔۳۵

۱۰) بدللی، متذکرہ بالا کتاب، جلد ا، صفحہ ۹۸۔

۱۱) بدیع الزّمان، مختصر تاریخِ حیات، صفحہ ۴۳۔۴۰

۱۲) بدیع الزّمان سے پوچھا گیا کہ تم نے ہتھکڑی کیسے کھولی تو اُس نے کہا مجھے بھی کچھ معلوم نہیں۔اور کچھ نہیں تو یہ نماز ہی کی کرامت ہوسکتی ہے۔

۱۳) بدیع الزّمان، لاحِقہ ءبارلا، انور نشریات، اِستنبول ۱۹۶۶، صفحہ ۱۶۶۔

Marfat.com

۱۴) بادللّی' متذکرہ بالا کتاب' صفحہ ۱۴۷۔
۱۵) بادللّی' متذکرہ بالا کتاب' صفحہ ۱۴۴ (عبدالمجید نورسی کی ڈائری سے نقل شدہ)
۱۶) بدیع الزّ مان' سِکۂِ تصدیقِ غیبی' صفحہ ۱۶۔
۱۷) بدیع الزّ مان' لاحقہء امیرداغ' صفحہ ۱۱۳۔
۱۸) بدیع الزّ مان' دو مکتبی مصیبتوں کا شہادت نامہ' انور نشریات' استنبول ۱۹۹۶' صفحہ ۴۴
۱۹) بدیع الزّ مان' دیوانِ حربِ عُرفی' صفحہ ۵۶۔
۲۰) بدیع الزّ مان' مناظرات' انور نشریات' استنبول ۱۹۹۶' صفحہ ۳۔
۲۱) شاہین اَیرَ' سعید الزّ مان نُورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ' صفحہ ۱۴۳۔
۲۲) بدیع الزّ مان' لاحِقہِء امیرداغ' جلد ۲' صفحہ ۱۴
۲۳) بدیع الزّ مان' لاحِقہِء امیرداغ' صفحہ ۱۳
۲۴) اَیردم راحمی (Erdem Rahmi)' میرادعویٰ' تماش' استنبول ۱۹۹۳' صفحہ ۱۹۵۔۱۹۶
۲۵) بدللّی' متذکرہ بالا کتاب' جلد ۱' صفحہ ۳۸۷
۲۶) عبدالرحیم زاپسُو' "بدیع الزّ مان کا مُحیّرِ عقل کردار" اہلِ سنت مجموعہ سی' ۱۵ تشرینِ اوّل' ۱۹۴۸۔
۲۷) سُورہءمُزّمل ۱۷:۷۳
۲۸) "ہمارے لیئے اللہ ہی کافی ہے' وہ کتنا اعلیٰ وکیل ہے۔" سورۃ آلِ عمران' ۳:۱۷۳
۲۹) بدیع الزّ مان' لمحات' انور نشریات' استنبول ۱۹۹۶' صفحہ ۲۳۵۔
۳۰) بدللّی' متذکرہ بالا کتاب' جلد ۱' صفحہ ۴۱۸
۳۱) دارالحکمت کا ۲۵ اگست ۱۹۱۸ کو افتتاح ہوا تھا۔ اس کا مقصد" مسلمانوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنا' دین کی طرف سے دیئے گئے احکام و رعایات کی تحقیق کرنا' اِس

Marfat.com

کے ساتھ ہی دین کے بنیادی عقائد واحکام اور ضروریات سے روگردانی کو روکنا اور لوگوں کو اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کی تاکید کرنا تھا۔‘‘

۳۲) ’رُتبہءِ مخرج‘ اہلِ علم کو دیئے جانے والے رُتبوں میں سے ایک رُتبہ تھا۔ یہ رُکبارِ مُدرّس سے بڑا اور بلادِ خمسہ (یعنی شام‘ مصر‘ ایدِرنے‘ بُرصہ اور پلوودیو) سے چھوٹا رُتبہ شُمار ہوتا تھا۔

۳۳) بدیع الزّمان‘ آثارِ بدیعی‘ صفحہ ۶۷۷۔

۳۴) شاہین اَیرَ‘ بدیع اُلزّمان سعید نُورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ‘ صفحہ ۱۹۱۔

۳۵) بدیع الزّمان‘ مکتوبات‘ صفحہ ۳۵۶۔

۳۶) اِبن اُلمعتز کی ایک نظم سے لیا گیا ہے۔ اِبنِ کثیر‘ تفسیر اُلقرآن العظیم‘ ۱:۲۴۔

۳۷) بدیع الزّمان‘ لاحقہءِ امیرداغ‘ صفحہ ۲۴۶۔

۳۸) بدیع الزّمان‘ اثرِ بدیعی‘ صفحہ ۳۹۳۔

۳۹) بدیع الزّمان‘ اظہارات‘ طلوعات‘ ارشادات‘ صفحہ ۴۱۔

۴۰) بدیع الزّمان‘ مختصر تاریخِ حیات‘ صفحہ ۱۴۴۔۱۴۰۔

۴۱) بدیع الزّمان‘ لمحہ لار‘ صفحہ ۲۱۵۔

۴۲) بدیع الزّمان‘ چشمہءِ نُور‘ انوار نشریات‘ استنبول‘ ۱۹۹۶‘ صفحہ ۴۷۔

۴۳) اِس گُفتگو کے دَوران مدرسۃ الزہرا کے بارے میں بھی بات چیت ہوئی۔ بدیع اُلزّمان‘ شُعاع لار‘ صفحہ ۳۶۰۔

۴۴) شاہین اَیرَ‘ بدیع اُلزّمان سعید نُورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ‘ صفحہ ۲۵۱۔

۴۵) مظفّر گیک مَین (Gökmen)‘ پچاس سالہ ریکارڈ‘ حُریّت یاینلیری‘ صفحہ ۵۰ اور اس سے آگے۔

۴۶) بدیع الزّمان نے اِس تحریک کی ساو (Sav) کے بڑھئی احمد کے ہاتھ کی لکھائی میں تحریر کردہ کتاب ’’عصائے مُوسیٰ‘‘ میں اپنے ہاتھ سے تصحیح اور تصدیق کی ہوئی ہے۔

Marfat.com

مُلاحظہ ہو: بدلِسی کی مذکورہ بالا کتاب' جلد ا' صفحہ ۶۶۱۔

۴۷) بدیع الزّمان' مختصر تاریخ حیات' صفحہ ۱۵۱۔

۴۸) بدیع الزّمان' لحہ لار (لمحات)' صفحہ ۱۴۱

۴۹) شاہین اَیرَ' بدیع الزّمان اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ' صفحہ ۲۶۳۔

۵۰) بدیع الزّمان' لاحِقہ ءِ بارلا' صفحہ ۱۴۸۔

۵۱) بَدلِسی' متذکرہ بالا کتاب' جلد ۲' صفحہ ۹۳۶۔۹۳۱۔

۵۲) بدیع الزّمان' لاحِقہ ءِ گستا موئو' صفحہ ۲۰۹۔

۵۳) بدیع الزّمان' مکتوبات' صفحہ ۳۴۵۔

۵۴) اِبنِ عدِی' الکامل فی الرّجال' ۶:۲۳۹

۵۵) بدیع الزّمان' مختصر تاریخ حیات' صفحہ ۳۰۴۔

۵۶) شاہین اَیرَ' بدیع الزّمان سعید نُورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ' صفحہ ۲۹۰۔

۵۷) بدلِسی' متذکرہ بالا کتاب' جلد ۲' صفحہ ۹۵۳۔

۵۸) بَدلِسی' متذکرہ بالا کتاب' جلد ۲' صفحہ ۹۷۹۔

۵۹) بدیع الزّمان' مُختصر تاریخ حیات' صفحہ ۲۲۲۔

۶۰) م۔ کرکنجی' مَیں بدیع الزّمان سے کیسے واقف ہوا' ظفر یاینلیری' استنبول ۱۹۹۳'
صفحہ ۱۰۱

۶۱) بدیع الزّمان' لحہ لار۔ صفحہ ۳۳۰

۶۲) شاہین اَیرَ' آخری شہادتیں' جلد ا' دوسرا ایڈیشن' صفحہ ۸۹۔

۶۳) بدیع الزّمان' شعائیں' صفحہ ۴۵۷۔

۶۴) بدیع الزّمان' لمحات' صفحہ ۲۰۳۔

Marfat.com

۶۵) شاہین اَیر' آخری شہادتیں' جلد۲' صفحہ۹۷۔

۶۶) بدیع الزّمان' مختصر تاریخِ حیات' صفحہ۲۸۳۔

۶۷) شاہین اَیر' بدیع الزّمان سعیدنورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ' صفحہ۳۱۰۔

۶۸) شاہین اَیر' آخری شہادتیں' جلد۱' صفحہ۱۳۱۔

۶۹) بدیع الزّمان' لاحِقہء کستاموُنو' صفحہ۹۷۔

۷۰) شاہین اَیر' آخری شہادتیں' جلد۱' صفحہ۱۰۸۔

۷۱) بدیع الزّمان' سِکّہءِ تصدیقِ غیبی' صفحہ۱۹۳۔

۷۲) بِدلّلی' متذکرہ بالا کتاب' جلد۲' صفحہ۱۲۱۲۔

۷۳) بدیع الزّمان' مُدافعہ لار' صفحہ۱۹۰۔۱۸۵۔

۷۴) بِدلّلی' مُتذکرہ بالا کتاب' جلد۲' صفحہ۱۲۵۹۔

۷۵) اِسمٰعیل گلیچ' صحبت اور خطوط کے ساتھ خلوُصی یحییٰ گُل' معرفت یاینلیری' استنبول۱۹۹۴' صفحہ۴۹

۷۶) بدیع الزّمان' مُدافع لار' صفحہ۱۲۵

۷۷) شاہین اَیر' بدیع الزّمان سعیدنُورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ' صفحہ۳۳۵

۷۸) شاہین اَئیر' بدیع الزّمان سعیدنُورسی اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ' صفحہ۳۴۱۔

۷۹) بدیع الزّمان' لاحِقہء امیرداغ' جلد۱' صفحہ۱۵۵۔

۸۰) شاہین اَیر' آخری شہادتیں' حصّہ۳' صفحہ۱۴۹۔

۸۱) بدیع الزّمان' شُعائیں' صفحہ۴۵۵۔۴۴۷

۸۲) بدیع الزّمان' مُدافعہ لار' صفحہ۳۷۷۔۳۳۰

۸۳) بدیع الزّمان' لمحہ لار' صفحہ۲۶۳

Marfat.com

۸۴) شاہین ائیر' آخری شہادتیں' حصہ چہارم' صفحہ۲۹۷
۸۵) شاہین ائیر' آخری شہادتیں' حصہ سوئم' صفحہ۱۲۳
۸۶) بدلِلّی' متذکرہ بالا کتاب' جلد۳' صفحہ۱۷۱۵
۸۷) ائیرم' راہی' میرا مقدمہ' صفحہ۱۰۰
۸۸) شاہین ائیر، آخری شہادتیں، جلد۳، صفحہ ۱۳۰۔
۸۹) بدیع الزّمان، مختصر تاریخِ حیات، صفحہ۶۶۲-۶۴۸۔
۹۰) ۱۹۵۲، اشرف ادیب، بدیع الزّمان، مختصر تاریخِ حیات، صفحہ۶۳۰_۶۲۶
۹۱) شاہین ائیر، سعید نورسی، اپنے نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ، صفحہ۳۸۱
۹۲) شاہین ائیر، آخری شہادتیں، جلد۳، صفحہ ۲۳۲-۲۳۱
۹۳) بدیع الزّمان، لمحات، صفحہ۱۵۲
۹۴) بدیع الزّمان، لاحقۂ امیرداغ، صفحہ۶۳
۹۵) شاہین ائیر، نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ، بدیع الزّمان سعید نورسی، صفحہ۳۸۱
۹۶) بدلّی، متذکرہ بالا کتاب، جلد۳، صفحہ۱۷۵۶۔
۹۷) شاہین ائیر، آخری شہادتیں، جلد1، صفحہ۴۰۶
۹۸) شاہین ائیر، آخری شہادتیں، جلد1، صفحہ۳۹۸
۹۹) مُفصل، صفحہ۶۸۰
۱۰۰) مُلا حمید، شاہین ائیر، ۱۹۳/۱
۱۰۱) خلوصی بے، شاہین ائیر، ۱/۳۷
۱۰۲) بیرام یکسیل، شاہین ائیر، جلد1، صفحہ۴۱۰۔
۱۰۳) چائے فروش امین بے، شاہین ائیر، جلد1، صفحہ۱۰۷

Marfat.com

۱۰۴) ج

۱۰۵) ?

۱۰۶) بیرام یلسل، شاہین ائیر، جلد 1، صفحہ ۳۳۷

۱۰۷) محمت کرکنجی، میری زندگی کی یادیں، صفحہ ۴۷

۱۰۸) شاہین ائیر، آخری شہادتیں، جلد ا، صفحہ ۴۱۵۔

۱۰۹) شاہین ائیر آخری شہادتیں 'جلد ۳' صفحہ ۱۶۳۔

۱۱۰) عبدُ القادِر بدللّی، شاہین ائیر، جلد ا صفحہ ۳۰۹،

۱۱۱) مصطفٰی سنگر، ۱/۵۔

۱۱۲) عبدُ اللہ یقیں: شاہین ائیر، جلد 1 صفحہ ۳۶۷

۱۱۳) ابراھیم انصاری، (وان، اُستاد) شاہین ائیر، جلد ۲ صفحہ ۲۵

۱۱۴) حسن اوقور، نوشہر، رُکن مذہبی اُمور تفتیش کمیٹی، شاہین ائیر، جلد ۳، صفحہ ۵۷

۱۱۵) میمونہ کاروانجی، عورتیں جنہوں نے بدیع اُلزّماں کی زیارت کی، صفحہ ۵۸

۱۱۶) محمت فوضی پامکچو۔ شاہین ائیر، جلد ۲، صفحہ ۱۶۱

۱۱۷) شاہین ائیر، آخری شہادتیں، جلد ا، صفحہ ۶۳۔

۱۱۸) بدللّی، متذکرہ بالا کتاب، جلد ۳، صفحہ ۲۰۰۰۔۱۹۹۰۔

۱۱۹) شاہین ائیر، آخری شہادتیں، جلد ا، صفحہ ۷۹-۷۰

۱۲۰) شاہین ائیر، نامعلوم پہلوؤں کے ساتھ بدیع الزّمان سعید نورسی، صفحہ ۴۲۹، ۴۲۷

۱۲۱) یہ قطعہ بدیع الزمان نُورسی کے دستخط کا بدل ہے۔

۱۲۲) بدیع الزمان، لاحقہ امیر داغ، جلد ۱۱، صفحہ ۲۰۴

☆……………☆……………☆

Marfat.com

آفاقی شخصیت

موسمِ سرما میں نقیبِ بہار

بدیعُ الزّمان
سعید نُورسی

ڈاکٹر رمضان بالجہ

Marfat.com